صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت کی روشنی میں

# پیامِ زندگی

www.KitaboSunnat.com

خُرّم مُراد

Leading into a better tomorrow

آئی ایل ایم ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

# محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد

www.KitaboSunnat.com

# پیامِ زندگی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرت ﷺ کی روشنی میں

# پیامِ زندگی

خُرّم مُرادؒ

آئی ایل ایم ٹرسٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

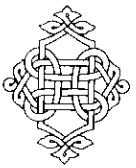

یہ کتاب آئی ایل ایم ٹرسٹ
کے لیے منشورات نے شائع کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# ترتیب


❖ تعارف — ڈاکٹر حسن صہیب مراد — ۱۱

❖ سیرت کے دل آویز رنگ — ۱۳

- نگاہِ عشق و مستی میں..... — ۱۷
- ذوق و شوق دیکھ دلِ بے قرار کا — ۲۱
- جاں پرسوز — ۲۳
- اے اللہ، تو گواہ رہنا — ۲۶
- زخم کھا کر پھول برسائے — ۲۹
- اس کے مقاصد جلیل — ۳۵
- زندگی بشرطِ بندگی — ۳۶
- نشانِ منزل — ۳۸
- آئے عشاق..... — ۴۰
- رؤف و رحیم — ۴۲
- خطا کار سے درگزر کرنے والا — ۴۳
- شفیق معلم — ۴۴
- میرا طریق امیری نہیں..... — ۴۵
- رنگ میں رنگ جائیں — ۴۸

❖ سیرت، قیادت اور دعوت — ۵۳

- بحیثیت قائد — ۵۵
- قرآن اور سیرتؐ کا تعلق — ۵۷
- قرآن میں سیرتؐ کیسے پڑھی جائے؟ — ۵۸
- دعوتِ حق اور مقاصد دعوت — ۶۳
- خدائے واحد کی کبریائی — ۶۳




محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




- اللہ کی بندگی کی اوّلیت ۶۴
- جھوٹے خداؤں کے خلاف جہاد ۶۵
- دعوت کا تحفظ ۶۶
- اجزائے دعوت کا لحاظ ۶۸
- انذار ۶۸
- استغفار ۶۹
- تبشیر ۶۹
- ترتیب اور تقدیم وتاخیر ۷۰
- رسول اللہ اور حق کی دعوت ۷۱
- اللہ کا کام سمجھنے کی کیفیت ۷۳
- مالک کی نگاہوں میں ۷۳
- عظمت اور ذمہ داری کا احساس ۷۴
- قولِ ثقیل ۷۵
- دل کی لگن ۷۶
- قرآن سے تعلّق ۷۸
- حصولِ علم کا شوق ۷۹
- قیامِ لیل اور ترتیلِ قرآن ۸۰
- ذکرِ الٰہی کا نظام ۸۱
- آپؐ اور آپؐ کے مخاطبین ۸۳
- قولی مخالفتیں ۸۳
- صبر کی نوعیتیں ۸۴
- مقابلہ اور جہاد ۸۸
- حسنِ اخلاق ۸۸
- برائی کے بدلے بھلائی ۸۹
- طائف کا واقعہ ۹۰
- آپؐ اور رفقائے اسلام ۹۳
- رؤف ورحیم ۹۴




محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب


- قدر و قیمت کا احساس اور ربط ۹۶
- تعلیم اور تزکیہ ۹۸
- نگرانی اور احتساب ۱۰۲
- استعداد اور صلاحیت کے مطابق معاملہ ۱۰۳
- نرم دلی، نرم خوئی ۱۰۴
- عفو و درگزر ۱۱۳
- مشاورت ۱۱۵
- تواضع ۱۱۸
- آرزوے دل ۱۱۹

❖ کلام نبویؐ کا نور ۱۲۱

- صاف دلی، جنت کا پروانہ ۱۲۳
- برائی کا جواب، صبر کا پھل ۱۲۴
- اصل سرمایہ کاری ۱۲۵
- اللہ کے لیے، بے دریغ ۱۲۶
- درست میزان ۱۲۷
- ملازم کے حقوق ۱۲۸
- انسانی حقوق ۱۲۹
- معروف منکر کی تمیز ۱۳۰
- مفلس کون؟ ۱۳۱
- معافی میں دانائی ۱۳۲
- روزے کی روح ۱۳۳
- رحمت اور بخشش کا دروازہ ۱۳۳
- رمضان کی برکت ۱۳۵
- قرآن اور شفاعت ۱۳۵
- روزہ اور شفاعت ۱۳۶
- قیام اللیل اور رمضان ۱۳۶
- انفاق اور رمضان ۱۳۶




محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




- استغفار کی دعوت ۱۳۷
- حج کا مقام و مرتبہ ۱۳۷
- ارادۂ حج کی فضیلت ۱۳۸
- حج کے تقاضے ۱۳۹
- حج کے لیے حلال رقم ۱۳۹
- حج اور دعوت ۱۴۰
- حج کا حاصل ۱۴۱
- انسانی حرمت کا مقام ۱۴۲
- کثرتِ سوالات کا نتیجہ ۱۴۳
- اہلِ خانہ کی فکر ۱۴۴
- رات کی عبادت ۱۴۴
- آسانی سے اصلاح ۱۴۵
- وہ ایک سجدہ ۱۴۶
- قبولیتِ دعا کا نصاب ۱۴۶
- تہجد کی دعا ۱۴۸
- قبولیتِ دعا اور نماز ۱۵۰
- وتر پڑھنے کے اوقات ۱۵۰
- حلال و حرام ۱۵۱
- کھوٹ نہیں، سنتؐ سے محبت ۱۵۱
- اللہ کا مکالمہ ۱۵۳
- نعمتوں کا وزن ۱۵۵
- اچھی خبر دو ۱۵۶
- سنی سنائی کا وبال ۱۵۶
- رسولؐ، داعی اور مطاع ۱۵۷
- رسولؐ اور دنیاوی اُمور ۱۵۹
- حبِ رسولؐ ۱۵۹
- اذیت کے باوجود متعلق ۱۶۰




محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب


- گناہ گار کی پذیرائی ۱۶۱
- رسولؐ، آپ کے بھائی ۱۶۲
- قوی اور ضعیف مومن ۱۶۳
- موت کا تذکرہ ۱۶۴
- موت کے بعد اعمال ۱۶۴
- مباح کا دائرہ ۱۶۵
- غیر ضروری سوالات ۱۶۶
- موت کی یاد ۱۶۷
- استغفار، دل کی صفائی ۱۶۸
- قصاص اور حقوق ۱۶۹
- محبت اور احترام ۱۷۰
- صبر اور شکر ۱۷۰
- ظلم اور حق ۱۷۱
- ظلم و جبر کی معافی مانگو ۱۷۲
- غیر مسلم کے خون کی حرمت ۱۷۳
- روک ٹوک کی حکمت ۱۷۳
- فکر آخرت ۱۷۴
- دنیا کی فکر اور بے نیازی ۱۷۴
- برائی کا بدلہ بھلائی ۱۷۶
- حسن سلوک کی تاکید ۱۷۶
- بات کو تولو اور معذرت سے بچو ۱۷۷
- تقریر میں حکمت ۱۷۸
- ذکر اور ذکر سے خالی ۱۷۹
- ذکر الٰہی کی خوشبو ۱۸۰
- یاد اللہ اور سکینت ۱۸۱
- استقامت کی قیمت ۱۸۱
- احکام اور حکمت کی راہ ۱۸۲




محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




- امیر کی اطاعت ۱۸۳
- طلبِ دنیا ۱۸۳
- دنیا سے بے نیازی اور جہاد ۱۸۵
- ہجرت، جہاد اور شہادت ۱۸۶
- دولت کے بغیر صدقہ ۱۸۷
- دل کی دولت اور فقیری ۱۸۸
- بیعت میں ہدایت ۱۸۹
- نویدِ ہدایت کی پہچان ۱۸۹
- رسول اللہؐ سے محبت ۱۹۱
- تقدیر کی حقیقت ۱۹۱
- بے روح علم ۱۹۲
- اجتماعی زندگی کا درس ۱۹۳
- مال کا فتنہ ۱۹۴
- آخرت اور نفسانی خواہشات ۱۹۵
- عورتوں سے سلوک ۱۹۶
- توکل کا پھل ۱۹۷
- عظیم ترین سورۃ ۱۹۸
- عظیم ترین آیت ۱۹۹
- البقرہ کی دو آیات ۲۰۰
- ضرورت مند کی مدد، بڑی نیکی ۲۰۱
- صلاحیت کے مطابق ذمہ داری ۲۰۱
- بستر پر لیٹتے وقت ۲۰۲
- غیبت، بدکاری سے بڑی بلا ۲۰۳
- اللہ سے شرم کرو ۲۰۳
- قبر کو مت بھولو ۲۰۵
- برے سے اچھا برتاؤ ۲۰۶
- بھلائی کی دعوت ۲۰۷
- برائی سے روکو ۲۰۸




محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# تعارف

رمضان المبارک ایک بار پھر سایہ فگن ہے۔ یہ مہینہ اپنے جلو میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے بیش بہا نعمتیں اور برکتیں لے کر آتا ہے۔

رمضان المبارک کا مقصد محض دوزخ کی آگ سے نجات نہیں ہے۔ اس کا مقصد محض عبادات میں مزید انہماک بھی نہیں ہے۔ رمضان المبارک محض صدقات و خیرات بانٹنے اور سمیٹنے کے لیے بھی نہیں آتا۔ اس کو صیام و قیام کے معمولات کی حد تک محدود کر لینا اور ان کو نمٹانے پر مطمئن ہو کر بیٹھ جانا بھی رمضان کی روح کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ رمضان المبارک انسانی زندگی میں بہتری، سیرت و اخلاق کی تعمیر، اندرون و بیرون کی پاکیزگی، ایمان و یقین کی مضبوطی کا پیام بر ہے..... رمضان کا پیغام یہ ہے کہ اللہ کے قریب ہو جاؤ اور اللہ کی مرضی کو پالو۔

ماہِ رمضان سے اگر فائدہ اٹھاتے ہوئے ایمان پختہ ہو جاتا ہے، اور اعمال حسنہ کی سعادت رمضان کے بعد بھی جاری رہتی ہے، معاشرے اور خاندان کی فضا نیکیوں سے معمور رہتی ہے، زمان و مکان سے بالاتر ہمہ گیر، ہمہ تن، ہمہ جہت اور ہمہ وقت، قربِ الٰہی کی روشنی سایہ فگن رہتی ہے، تا آنکہ اگلا رمضان آ جاتا ہے..... تو یہی کامیابی اور مبارک باد کا مقام ہے۔

محترم خرم مرادؒ کی جو تحریریں اس سال ہم شائع کر رہے ہیں، وہ اسی پس منظر میں منتخب کی گئی ہیں۔ ان کا تعلق سیرتِ نبویؐ، دعوتِ نبویؐ اور کلامِ نبویؐ سے ہے۔ سیرت کی حیثیت ایک مثال اور معیار کی ہے۔ سیرت مطہرہ بتاتی ہے کہ عملی زندگی میں کیسے اعمال حسنہ کی تکمیل ممکن ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آج امت مسلمہ کی کیفیت یہ ہے کہ اگر کوئی بد بخت شانِ رسالت میں گستاخی کا ارتکاب کرے تو ہم بجا طور پر تڑپ اٹھتے ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ ہم خود نبی کریمؐ پر ایمان لانے کے باوجود اپنی زندگی کو اُن کی وفا میں گزارنے سے گریز کرتے ہیں، ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ مسلسل وہ کام کرتے ہیں کہ جو سیرت نبویؐ اور احادیث پاک کے منافی ہیں۔ بھلا اس صورت میں ہم اپنے آپ کو شفاعتِ نبویؐ کے وعدے کا سہارا لے کر کس طرح مستثنیٰ قرار دے لیتے ہیں۔

اس رمضان میں ہم سیرت نبوی کے چند پہلو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے چند حصّے، آپ کی رہنمائی کے لیے پیش کر رہے ہیں۔ یہ رہنمائی امت کو سربلندی، عزت وافتخار، ترقی و کامیابی کی طرف لے جائے گی۔ سیرت کی یہ رہنمائی ہر مصیبت اور غم کے آگے بند باندھ سکتی ہے، سکون اور آشتی سے آراستہ کر سکتی ہے، اخلاق و کردار میں پاکیزگی لا سکتی ہے، محاسن کو اجاگر کر سکتی ہے، کمزوریوں، خطاؤں اور مجبوریوں کی زنجیروں کو توڑ سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان المبارک میں ہر پہلو سے استفادے کی توفیق دے۔ وہ نعمتیں عطا کرے کہ جو اخروی کامیابی کی ضمانت بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مؤلف کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اعلیٰ علیین کو ان کا ٹھکانہ بنائے۔ آمین!

حسن صہیب مراد

صدر، آئی ایل ایم ٹرسٹ



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# سیرت ﷺ کے دل آویز رنگ

کامیاب ترین انسان، اعلیٰ ترین معیار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج ملت مسلمہ کی زندگی کا احیا، دعوت دین کو اور اسی انداز میں لے کر کھڑے ہو جانے پر منحصر ہے، جس کی جھلک ہمیں اسوۂ حسنہ کی ان چند تصاویر میں ملتی ہے۔ دعوت کے لیے لگن، جواب دہی کا احساس، مخلوقِ خدا سے محبت، سادہ زندگی، بندگی رب اور قسط وانصاف کا پیغام---ان چیزوں میں پوشیدہ ہے، جس کی ہم کو تمنا ہے۔

لیسٹر (انگلستان) ۳۱ رمئی ۱۹۸۶ء

خرم مراد،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد

میرے پاس ایک بڑا پیارا سا البم ہے!

دل چاہتا ہے کہ آج یہ البم کھول کر چند تصویریں آپ کو بھی دکھاؤں۔ شاید کہ یہ دل ربا صورتیں آپ کی نگاہوں میں سما جائیں، آپ کا دل ان کے حسن و جمال کا اسیر ہو جائے، اور آپ انھیں اپنے دل میں سجالیں۔ آپ جب انھیں دیکھیں، اور خود اپنے سے بھی قریب ہوں، تو ان کو قریب پائیں، اور جب چاہیں ان سے عشرت قلب کا سامان کریں۔ کیا عجب کہ ان کو دیکھتے دیکھتے اور ان سے محبت کرتے کرتے آپ خود بھی ان حسین پیکروں کے سانچے میں ڈھلنا شروع ہو جائیں، جن کی عکاسی یہ تصویریں کرتی ہیں۔

یہ البم بڑا انوکھا اور نرالا البم ہے، عام البموں سے بالکل مختلف۔ اس میں دبیز اور خوب صورت اوراق نہیں ہیں، نہ اس کی کوئی مزین جلد ہے۔ یہ کوئی ساکت اور بے جان البم بھی نہیں ہے۔ یہ ایک مسلسل متحرک البم ہے۔ اس میں تصویریں حدتِ جذبات سے چسپاں کی جاتی ہیں، زندگی کی دھڑکنوں کے فریم میں آویزاں ہوتی ہیں، گردش خون سے اس کے اوراق پلٹے جاتے ہیں۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ایسا نرالا البم کون سا البم ہو سکتا ہے؟

یہ البم میرا دل ہے، میری ساری ذات کا مرکز--- رگ و ریشہ میں ہر چیز یہیں سے گردش کرتی ہے، محبت ہو یا نفرت، عزم ہو یا پست ہمتی--- اس کے اوراق اَن گنت ہیں اور اس کا مقدر دوام ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وہ حسن و جمال بھی بڑے نرالے انداز کا ہے، جس کو ان تصویروں نے محفوظ کر لیا ہے، اور تصویریں خود بھی نرالی ہیں۔ اس دنیا میں حسن اور خوب صورتی کی کیا کمی! اس کا بنانے والا رحمٰن ہے، رحیم ہے، جمیل ہے، مصور ہے--- پتھر کی رنگ برنگی اور چھوٹی بڑی چٹانوں کو دیکھیے، کھلتے مہکتے پھولوں اور پتیوں کی بہاروں پر نظر ڈالیے، آسمان پر جڑے ہوئے جگمگاتے ستاروں کی طرف نگاہ کیجیے، زمین کے وسیع فرش پر چلیے، فضاؤں میں اڑتے ہوئے پرندوں اور زمین پر چلنے والے جانوروں پر نگاہ ڈالیے--- اس نے ہر جگہ حسن و جمال سمو دیا ہے، ہر چیز کو خوب صورت بنایا ہے، اور بڑی فیاضی سے بنایا ہے، چاروں طرف حسن پھیلا دیا ہے۔ جدھر نگاہ کیجیے حسن و جمال کا پیکر ہے۔

مجھے ایک اچھا انسان سب سے زیادہ خوب صورت لگتا ہے، اس کا اچھا کردار من کو بھاتا ہے۔ اس حسن کی رعنائی اور دل ربائی کے کیا کہنے!

اب آپ ہی بتائیے کہ اس سے زیادہ حسین اور کون ہوگا، اور اس کی تصویر سے زیادہ خوب صورت اور کس کی تصویر ہوگی، جس سے بہتر انسان پر نہ آج تک آسمان نے سایہ کیا نہ زمین نے اس کے لیے نگاہوں کو فرشِ راہ کیا:

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ　　کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ　　صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

وہ اپنے کمال میں انتہائے بلندی تک پہنچ گئے۔
ان کے جمال کی جگمگاہٹ سے سارے اندھیرے چھٹ گئے۔
ان کی ہر خصلت حسن کا پیکر بن گئی۔
ان پر اور ان کی آل پر درود بھیجو۔

حسن و جمال کا کی یہ بے پناہ خوب صورتی تو آپ نے دیکھی، اب ذرا تصویروں کا نرالا پن ملاحظہ کیجیے۔ جس زمانے کی تصویریں میں آج آپ کو دکھانے چلا ہوں، اس زمانے


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں کیمرہ نہ تھا، کاغذ اور پتھر پر ہاتھ سے نقاشی ہوتی تھی۔ میرے دل کے البم میں جو تصویریں لگی ہوئی ہیں، وہ الفاظ سے کھینچی گئی ہیں۔

جو تصویریں آپ کو دکھانے چلا ہوں، ان کی نقاشی اس پیکر حسن و جمال ﷺ کے ساتھیوں نے کی ہے، اپنے زندہ اور خوب صورت الفاظ میں۔ لفظوں کی تصویر کی بات ہی اور ہے--- نگاہوں کے سامنے بھی عیاں ہو جاتی ہے، دل میں بھی اتر جاتی ہے، جذبات کو بھی مرتعش کر دیتی ہے، دل کی دھڑکن بھی بڑھا دیتی ہے، خون میں حرارت اور قلب میں اطمینان بھی پیدا کرتی ہے--- ایسی تصویر سے زیادہ دل کش اور دل نشیں، پُرکشش اور تاثر و تاثیر سے لبریز تصویر اور کون سی ہو سکتی ہے!

## نگاہ عشق و مستی میں، وہی اول وہی آخر

مجھے یہ تصویریں بہت پیاری لگتی ہیں، مجھے ان سے بہت محبت ہے

میری آرزو اور خواہش ہے کہ آپ کو بھی اسی طرح ان سے محبت ہو جائے، بلکہ میری محبت سے زیادہ، اور ہمیشہ رہے۔ محبت ہی زمان و مکاں کے فاصلے مٹا کر محبوب سے قریب کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ جو مجسم محبت و رحمت تھے اور جن کی چند تصاویر آج میں آپ کی نذر کرنے چلا ہوں، انھوں نے خود ہی یہ خوش خبری دی ہے، ﷺ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ دل میں ایک خلش تھی، وہ بیان کی۔ یہ خلش ہم سب کے دل میں ہے۔ مگر اب پوچھنے کا موقع تو نہیں، اس شخص نے گویا ہم سب کی طرف سے پوچھ لیا۔

اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے لوگوں سے محبت کی لیکن ان تک نہ پہنچ سکا؟

نہ صحبت ملی، نہ ملاقات ہوئی، نہ عمل میں ان کے قریب پہنچے، فاصلے زماں کے بھی رہے،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مکاں کے بھی اور علم و عمل کے بھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (بخاری، مسلم)

آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس نے محبت کی۔

یہ ساتھ اور قرب اس دنیا میں تو ہے ہی--- اور اگر آپ کو شبہ ہو تو محبت کر کے دیکھ لیجیے کہ زمانہ اور فاصلہ کا بُعد کس طرح مٹ جاتا ہے--- لیکن اُس دنیا، آنے والی اور ہمیشہ رہنے والی دنیا کے لیے بھی یہی بشارت ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ایک اور ساتھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک اور شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا: قیامت کب ہوگی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: پوچھ تو رہے ہو، لیکن اس کے لیے تیاری بھی کی ہے؟

بولا: تیاری تو میں نے کچھ نہیں کی، لیکن بس اتنا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (بخاری، مسلم)

تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔

بتائیے، اس سے زیادہ خوشی و شادمانی کا سامان اور کس بات میں ہو سکتا ہے! خود اس زمانے میں جب اللہ کے رسول ﷺ موجود تھے، لوگوں نے یہ خوش خبری سنی تو ایسے خوش ہوئے کہ اسلام لانے کے بعد کسی بات سے نہ ہوئے تھے--- یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

آج اللہ کے رسول ﷺ کی ذات تو ہمارے درمیان موجود نہیں، لیکن آپ ﷺ کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر ہمارے پاس ہے، پوری زندگی کی تصویر۔ اس لیے کہ



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ ﷺ کا اسوہ ہمارے پاس ہے۔ اگر ہم اسوہ کی ایک ایک ادا اور اس کے ایک ایک نقش سے محبت کرنے لگیں، اس پر اپنی نگاہیں جمالیں، اسے اپنے دل میں بٹھالیں، اور اس جیسا بننے کی کوشش میں بھی لگ جائیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس خوش خبری کے مستحق نہ قرار پائیں۔ اگرچہ آج ہم آپ ﷺ کے قدموں میں نہیں بیٹھ سکتے، لیکن اس طرح آپ ﷺ کے ہر قدم کی چاپ سن سکیں گے اور آخرت میں تو ضرور آپ ﷺ کو ان آنکھوں سے دیکھیں گے اور آپ ﷺ کی صحبت کی سعادت سے سرفراز ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ!

ایک بات ضرور ہے۔ جو تصویریں آپ کو دکھانے چلا ہوں، ان کو دیکھنے میں صرف لطف و لذت نہیں، درد و غم کی لہریں بھی ہیں۔ یہ درد اور کسک کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ جب میں ایک طرف ان تصویروں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف اپنے آپ پر نظر ڈالتا ہوں، اپنی زندگی کو دیکھتا ہوں، تو مجھے ان دونوں میں اتنا نمایاں تفاوت، بلکہ تضاد محسوس ہوتا ہے کہ بے اختیار میرا دل غم و اندوہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ غم و اندوہ اس بات کا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرا دل محبت سے خالی ہو، جب ہی تو میں ان تصویروں کے حسن و جمال سے آنکھیں بند کر کے نہ معلوم کن راہوں پر دوڑتا چلا جا رہا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس انسان کے قرب سے محروم ہو جاؤں، دُور کر دیا جاؤں، جس سے محبت کا مجھے دعویٰ ہے اور جس کے پیچھے چلنے کی آرزو میرے دل میں ہے۔

آپ ان تصویروں کو اس طرح دیکھیں کہ آپ ان کی دل کشی و دل ربائی سے بھی لطف اندوز ہوں، آپ کے دل میں ان سے محبت بھی پیدا ہو، ساتھ ہی یہ آپ کے لیے ایک معیار اور کسوٹی بھی بن جائیں، اور ایک آئینہ بھی، جس میں جھانک کر آپ یہ دیکھ سکیں کہ خود آپ کا پیکر، آپ کی زندگی، آپ کے لمحات، آپ کے شب و روز، آپ کی تصویریں، اس سے کتنی مطابقت رکھتی ہیں۔

میں نے جب رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی ساری تصویروں کو ایک ساتھ رکھ کر دیکھا، ان کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھتا چلا گیا، تو سب سے زیادہ واضح اور متحرک تصویر



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک ہی نظر آئی --- آپ ﷺ رسول تھے، اپنے رب کے بھیجے ہوئے تھے، آ ﷺ کے پاس ایک پیغام تھا، آپ ﷺ کے پاس ایک دعوت تھی، اس دعوت اور پیغام کو پہنچانا ہی آپ ﷺ کی زندگی تھی --- مجھے ایسا لگا کہ جس لمحہ غارِ حرا میں خدا کی وحی اور ہدایت کی پہلی کرن نے آپ ﷺ کے قلب مبارک کو چھوا، اس لمحہ سے لے کر زندگی کے آخری لمحہ تک جب آپ ﷺ نے اپنی جان --- جانِ آفرین کے سپرد کی اور الرفیق الاعلیٰ کے پاس گئے، آپ ﷺ کی زندگی رسالت و دعوت کی تصویر ہے۔ ہر لمحہ یہی دُھن ہے، اسی کی فکر ہے، اسی کا احساس ہے، اسی کے لیے شب و روز وقف ہیں، اسی کے لیے تگ و دو ہے، اسی کے لیے میل جول ہے، اسی کے لیے جد و جہد ہے۔

اُسوۂ حسنہ کا نام آتا ہے تو اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ بالعموم ہمارے ذہن میں ایک ہی خیال آتا ہے کہ آپ ﷺ لباس کیسا پہنتے تھے؟ آپ ﷺ کے کھانے اور پینے کے انداز کیا تھے؟ آپ ﷺ چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے کس طرح تھے؟ --- اس سے زیادہ کچھ سوچتے ہیں، اگرچہ کم ہی سوچتے ہیں، تو یہ کہ آپ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ لیکن اسوۂ حسنہ کا نام سن کر جو تصویریں ہمارے ذہن میں نہیں آتیں، کم از کم اس حیثیت سے نہیں آتیں کہ ان جیسا ہمیں بھی بننا ہے، وہ تصویریں مکّہ کی گلیوں میں تگ و دو کی، کوہِ صفا سے پکار کی، عکاظ کے میلوں میں گشت کی، طائف کی وادیوں میں آبلہ پائی کی، بدر و حنین اور احد و حدیبیہ کے کارزار کی تصویریں ہیں۔

کھانے پینے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے کی تصویریں یقیناً آپ ﷺ کے اُسوہ کا ایک حصّہ ہیں، ان میں سے ہر تصویر خوب صورت ہے، ہمارے لیے اہم ہے، لیکن کہا تو یہ گیا ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۳۳:۲۱)

بے شک تمھارے لیے اسوۂ حسنہ اللہ کے رسول میں ہے۔

اُسوہ حسنہ ﷺ کی ایک تصویر سب سے نمایاں تصویر بنتی ہے۔ وہ تصویر اُسوۂ رسالت



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں اسوۂ دعوت کی ہے، وہ اُسوۂ انذار و تبشیر کی ہے، وہ اُسوۂ تلاوت آیات کی ہے، وہ اُسوۂ تعلیم کتاب و حکمت کی ہے، وہ اسوۂ تزکیہ نفوس کی ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ انھی تصاویر کا عکس ہے۔ ہم کو یقیناً کپڑے اسی طرح پہننے چاہییں جس طرح آپ ﷺ نے بتایا ہے۔ ہمارے کھانے پینے، سونے جاگنے اور چلنے پھرنے کے آداب بھی آپ ﷺ کے آداب کے مطابق ہونے چاہییں، ہمارے اخلاق بھی آپ ﷺ ہی کے رنگ میں رنگنا چاہییں۔

شاید آپ یہ سمجھ سکیں کہ میں نے ان تصاویر کو آپ کے لیے کیوں منتخب کیا ہے۔

آیئے، اب میں آپ کو اپنا البم کھول کر دکھاؤں۔

## ذوق و شوق دیکھ، دل بے قرار کا

### پہلی تصویر

یہ پہلی تصویر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے محفوظ کی:

فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا:

عبداللہ، مجھے قرآن پاک پڑھ کر سناؤ۔

میں نے حیرت اور ادب سے پوچھا:

میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناؤں، حالانکہ آپ ﷺ پر تو یہ قرآن اتارا گیا ہے!

آپ ﷺ نے فرمایا:

ہاں، میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی اور سے یہ قرآن سنوں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی یہاں تک کہ میں اس آیت پر آیا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء ۴:۴۱)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور تم کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

آواز آئی، عبداللہ اب بس کرو۔ میں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (بخاری، مسلم)

اس تصویر کو دیکھیے اور ذرا غور سے دیکھیے! یہ کس ذمہ داری اور جواب دہی کا اتنا گہرا اور شدید احساس ہے کہ جس نے دل کو پگھلا دیا ہے اور آنکھوں کو نمناک کر دیا ہے؟ یہ ذمہ داری اللہ کے بندوں کے سامنے سچائی اور حق کی گواہی دینے کی ذمہ داری ہے، یہ ذمہ داری دعوت دین کی ذمہ داری ہے۔ یہ شدت اس احساس کی ہے کہ ایک دن خدا کے سامنے کھڑا ہوں گا اور خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے اپنی گواہی دینے کی ذمہ داری کو کہاں تک ادا کیا، تو اس وقت میں کیا جواب دوں گا۔ اس محبت کو دیکھیے جو اپنے رب سے ہے، اس خشیت کو دیکھیے جو اس کے سامنے کھڑے ہونے کے احساس سے ہے۔ یہ کیسا دل کو کھینچنے والا محبت و خشیت کا امتزاج ہے! مخلوق خداوندی کے لیے رحمت و شفقت کو دیکھیے جو قلب میں موجزن ہے۔ کلام ربانی پر کیسا یقین ہے کہ اس کی بارش کے چند قطرے برسے اور ایسا تموج پیدا ہوا کہ ساری محبت و خشیت اور رحمت آنکھوں میں عیاں اور رواں ہوگئی۔ اس تصویر پر بے اختیار پیار کیوں نہ آئے!

اب ذرا اس تصویر کے آئینہ میں اپنے کو بھی دیکھ لیجیے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ بحیثیت مسلمان آپ اپنی قوم کے سامنے، سارے انسانوں کے سامنے حق کی گواہی دینے کے لیے ہی ایک اُمت بنائے گئے ہیں۔ یہی آپ کی زندگی کا مقصد ہے۔ سچ بتائیں، رات کی تاریکی اور تنہائی ہو یا دن کا اُجالا، اب تک ایسا کتنی بار ہوا کہ آپ کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھر آئی ہوں، یہ سوچ کر کہ آپ کے چاروں طرف بسنے والے انسانوں پر گواہ کی حیثیت سے جب آپ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے تو آپ کا کیا حال ہوگا: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا بِكَ۔

یہ تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہی ہے کہ جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سامنے حق کی گواہی دی ہے۔ اسی طرح آپ سارے انسانوں کے سامنے دینے کے ذمہ دار ہیں۔ جس طرح وہ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے، اسی طرح آپ بھی ہوں گے۔ آپ سے بھی پوچھا جائے گا کہ آپ نے اپنے گھر والوں، اپنے اسکول اور کالج، اپنے محلّہ اور دفتر، اپنے شہر اور ملک میں بسنے والے اور گمراہی میں بھٹکنے والے انسانوں کے سامنے حق کی گواہی دی یا نہیں؟ آپ سچے گواہ تھے یا جھوٹے؟ آپ ہوشیار تھے یا اپنی گواہی کی ذمہ داری سے غفلت میں ہی زندگی گزارتے رہے؟ آپ کو ان سب انسانوں کا درد اور غم تھا، یا صرف اپنی دنیا بنانے یا اپنی نجات کی فکر تھی؟

کیا یہ سب سوچ کر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے؟ اگر ایسا نہیں ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ جو تصویر ہے یہ آپ کے دل میں نہیں اُتری۔ ابھی آپ کے دل میں وہ جذب دروں اور اپنے رب اور اس کی مخلوق سے وہ محبت نہیں پیدا ہوئی جس کے بغیر آپ کی زندگی حسن و خوبی سے محروم رہے گی۔ آپ تقریریں کرلیں، کتابیں پڑھ لیں، نعرے لگالیں، جلسے کرلیں، لیکن جب تک یہ جذب دروں، یہ محبت، اپنے مقصد کا یہ عشق آپ کے دل میں پیوست نہ ہوجائے اس وقت تک کچھ بھی نہیں ہوگا۔

یہ تصویر دیکھنے کے بعد ہونا یہ چاہیے کہ آپ لرز اُٹھیں، کانپ جائیں، جب یہ سوچیں کہ ہر وہ شخص جو اپنے رب سے غافل اور بے نیاز ہے، اپنے رب کی راہ پر نہیں چل رہا، اپنے رب کی بندگی نہیں کر رہا، اس کے بارے میں آپ سے آپ کا رب پوچھے گا اور آپ کو اس کی گمراہی کی جواب دہی کرنا پڑے گی، اس کے اپنے رب سے دُور رہنے کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوسکتی ہے۔

## دوسری تصویر

### جان پُرسوز

اب دوسری تصویر دیکھئے۔ یہ تصویر کسی انسان نے نہیں کھینچی ہے بلکہ اس نے کھینچی ہے جو 'المصور' ہے اور جس کے کمالِ عکاسی پر ساری کائنات گواہ ہے:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء ۲۶:۳)

شاید اس فکر وغم میں آپ اپنے آپ کو ہلاک ہی کر ڈالیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

ایک رنگ یہ دیکھئے! اپنی سچائی اور صداقت پر یقین ہے، ایسا یقین جیسے کہ روزِ روشن میں ہوتا ہے کہ سورج نکلا ہے۔ جو چیز ہمارے لیے غیب کی حیثیت رکھتی ہے وہ نبی کے لیے آنکھوں دیکھی چیز ہوتی ہے۔ اس یقین کے مقابلہ میں انکار ہے، بار بار انکار ہے، تکذیب ہے، تکذیب پر اصرار ہے، جو شخص دن کے وقت کہے کہ لوگو، یہ دن ہے اور لوگ ماننے سے انکار کر دیں--- جھٹلائیں، اور اصرار کریں کہ وہ جھوٹا ہے، اپنے دل سے گھڑ کر کہہ رہا ہے کہ یہ دن کا وقت ہے اور سورج آسمان پر چمک رہا ہے، اس کا دل جس طرح گھٹ رہا ہے ذرا اس کا کچھ اندازہ کیجیے۔ پھر انکار و تکذیب ہی نہیں ہے بلکہ مذاق ہے، استہزا ہے اور اس سے آگے بڑھ کر مخالفت ہے، عناد ہے اور ظلم وستم ہے۔ سوچیے کہ اس کے دل پر کیا گزر رہی ہے! اور 'المصور' کے الفاظ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اس کیفیت کی کتنی صحیح عکاسی کر رہے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ دل آویز ایک اور نقش یہ ہے!

انکار اور دشمنی پر دل کا گھٹنا، جان کا ہلاک ہونا تو بالکل فطری ہے، ہر انسان اس کا شکار ہوگا۔ جس بات کا چشمِ تصور کے لیے احاطہ کرنا ہی مشکل ہے، اور جس کو 'المصور' کی تصویر ہماری نظروں کے سامنے عیاں کر رہی ہے، وہ اس سے بہت ہی اعلیٰ وارفع ہے۔ ساری تکذیب وعناد کے باوجود دل میں غصہ نہیں ہے، تباہی و بربادی کی تمنا نہیں ہے، بلکہ خیر خواہی اور صرف خیر خواہی، محبت اور صرف محبت ہے اور صرف ایک دُھن ہے، ایک ہی شوق ہے، ایک ہی غم ہے، ایک ہی سوز ہے--- ایسا کیسے ہو کہ یہ لوگ ایمان کی راہ پر آ جائیں، خدا کے غضب اور اس کی آگ سے بچ جائیں، اس کی جنت میں پہنچ جائیں، اس دُنیا میں قسط وانصاف کی نعمت سے نوازے جائیں۔

شوق، فکر اور غم کے رنگوں کا یہ بڑا دل آویز امتزاج ہے کہ جس سے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ---



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی تصویر کے نقوش اُبھرتے ہیں۔اسی میں وہ جان گھلا رہا ہے اسی میں اس کا دم گھٹ رہا ہے، اسی میں ہلاک ہو رہا ہے۔

سوز وغم صرف اس بات کا نہیں ہے کہ لوگ میری بات نہیں مانتے، جان صرف اس لیے نہیں گھل رہی کہ سچّی ہدایت کا انکار ہے، دُھن صرف اس بات کی نہیں کہ لوگ کسی طرح میرے اُوپر اعتماد کر لیں اور میری بات پر ایمان لے آئیں بلکہ سوز و درد اس کا ہے کہ لوگ پروانہ وار آگ کی طرح دوڑے چلے جا رہے ہیں، اس میں گر رہے ہیں، مزید ستم یہ کہ اس پر راضی ہیں، خوش ہیں، مطمئن ہیں:

کیسا عجیب ہے ان کا حوصلہ کہ آگ میں جلنے کے لیے تیار ہیں۔(البقرۃ ۲:۱۷۵)

ایک طرف رب اور اس کی مخلوق کی محبت ہے، اپنی فطرت سراپا رحمت ہے کہ ہیں ہی رحمۃ للعالمین، دوسری طرف جن سے محبت ہے وہ محبُوب حقیقی سے دُور بھاگ رہے ہیں اور ہلاک ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ذرا ایسے دل کی کیفیت کا اندازہ کیجیے۔حضور ﷺ نے خود ہی اس کی عکاسی یوں فرمائی ہے:

میری مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی نے آگ جلائی اور جب سارا گردوپیش روشن ہوگیا تو کیڑے اور پروانے آگ میں گرنے لگے۔اب ایک شخص ہے کہ ان کو روک رہا ہے، لیکن پتنگے ہیں کہ اس کی کوششوں پر غالب ہوتے چلے جا رہے ہیں اور آگ میں گرے رہے ہیں۔اسی طرح میں تمھیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے روک رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرے پڑ رہے ہو۔(بخاری، مسلم)

اب اس تصویر کے آئینے میں ذرا اپنا سراپا دیکھیے!

کیا خدا کے بندوں کی محبت اتنی ہی شدید ہے کہ آپ کے دل میں مایوسی، غصہ اور نفرت کے بجائے، بس ان کو راہِ ہدایت پر لانے کی فکر اور شوق غالب ہے؟ کیا لوگوں کو گمراہی میں



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیکھ کر آپ کا دل اس طرح کڑھتا ہے اور سوز وغم میں مبتلا ہوتا ہے جتنا اپنے کسی پیارے کو آگ میں جلتا دیکھ کر ہوتا ہے؟ آخر ان لوگوں میں آپ کے ماں باپ، بھائی بہن، بیوی بچے، رشتہ دار اقربا، دوست احباب، ساتھ پڑھنے والے اور کام کرنے والے سب ہی ہیں۔ دنیا کی پریشانیاں اور فکریں، مالی تفکرات، جن سے محبت ہے ان کی دنیاوی مصیبتیں اور تکلیفیں ہم کو پریشان کرتی ہیں اور ہلاک کرتی ہیں۔ کس طرح کرتی ہیں، اس کا ہم سب کو تجربہ ہے۔

کیا دعوت دین کی فکر، اللہ کے پیغام کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے کی دُھن، بھٹکتے انسانوں کو آگ سے بچا کر جنت تک پہنچانے کی تڑپ، اسی طرح، بلکہ اس سے زیادہ، آپ کے دل کو بے چین اور مضطرب رکھتی ہے؟ کیا لوگوں کو اللہ کی نافرمانی کرتے دیکھ کر ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ آگ میں گرے پڑ رہے ہیں اور، ان پر گمراہی کے فتوے صادر کرنے کی بجائے، ہمیں کسی طرح کمر سے پکڑ کر ان کو اس ہولناک انجام سے بچانا ہے؟

یقین جانئے کہ جب تک کسی نہ کسی درجہ میں لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کی اس تصویر کا رنگ ونقش ہماری زندگی میں نہ اترے گا، اس وقت تک ہم اس کام کو کرنے بلکہ اس کا نام لینے کے بھی اہل نہ ہوں گے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیا۔

## تیسری تصویر

### اے اللہ تو گواہ رہنا!

اب یہ تیسری تصویر دیکھئے۔ یہ جو حسین وروح فزا منظر دکھا رہی ہے، وہ نتیجہ ہے اس حسن وجمال کا، جس کا نظارہ آپ نے پہلی دو تصویروں میں کیا۔ وہ دو تصویریں نہ ہوتیں تو یہ تیسری تصویر وجود میں ہی نہ آتی۔

عرفات کا وسیع وعریض میدان ہے--- بے شمار لوگ جمع ہیں، ڈیڑھ لاکھ کے قریب،


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مرد بھی ہیں، عورتیں بھی اور بچے بھی۔ یہ سارے لوگ عرب کے گوشہ گوشہ سے آئے ہیں۔ یہ اس پکار کے جواب میں آئے ہیں جو سلسلہ رشد و ہدایت کے امام عالی مقام، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بلند کی تھی، اور جس پکار کو ان کے فرزند اور اس سلسلہ کے آخری امام محمد رسول اللہ ﷺ نے زندہ کیا، عرب کے ہر کونے تک پہنچایا، گرد و پیش کی ساری دُنیا کو سنایا اور رہتی دنیا تک انسانوں کو پہنچانے کا انتظام کیا۔

حضور ﷺ ایک اونٹنی پر سوار ہیں۔ اپنی اُمت کو آخری ہدایات دے رہے ہیں۔ تقریر کے اختتام پر پہنچتے ہیں تو ان ہزار ہا ہزار لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھتے ہیں: کل خدا کے ہاں تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا۔ لوگو! ذرا مجھے بتاؤ کہ اس وقت تم کیا کہو گے۔

ہزاروں کے مجمع نے ایک آواز ہو کر کہا:

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے رسالت کا حق ادا کر دیا۔ آپ ﷺ نے نصیحت کا کام پورا کر دیا۔ آپ ﷺ نے امانت الٰہی کو کماحقہٗ ہم تک پہنچا دیا۔

حضور ﷺ نے اپنے کلمہ کی انگلی کو بلند کیا، کبھی آسمان کی طرف اٹھاتے، کبھی مجمع کی طرف جھکاتے، اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ، اے اللہ تو گواہ رہنا۔

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ، اے اللہ تو گواہ رہنا۔

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ، اے اللہ تو گواہ رہنا۔ (ابو داؤد، مسلم)

کون ہے جو اس طرح انسانوں اور خدا کو اپنے فرض کی تکمیل پر گواہ بنا سکتا ہے؟ یہ تصویر کیا ہے، ہمارے لیے ایک سوال ہے۔ تمام مسلمان حضور ﷺ کی دعوت اور پیغام کے ہی علم بردار ہیں۔

کیا ہم تمام مسلمان اور فرداً فرداً آپ اس پوزیشن میں ہیں کہ عالم انسانیت کو نہیں، اپنے گرد و پیش میں بسنے والے غیر مسلموں کو نہیں، اپنے ملک کو نہیں، اپنے شہر کو بھی نہیں، صرف اپنے



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



محلّہ یا اپنے خاندان کو جمع کر کے یہ گواہی لیں کہ کیا میں نے خدا کا پیغام آپ تک پہنچا دیا، امانت ادا کر دی، نصیحت کا حق پورا کر دیا؟ کیا خدا کے ہاں وہ یہ کہیں کہ ہاں، تم نے پہنچا دیا۔

یہ پیغام پہنچانے کی ذمہ داری یعنی دعوت، یہ گواہی کی ذمہ داری یعنی شہادت، ہم سب پر اپنے گھر والوں کے حوالے سے بھی آتی ہے، اپنے خاندان والوں کے حوالے سے بھی، محلّہ میں رہنے والوں کے حوالے سے بھی، اسکول، کالج، دفتر، کارخانہ میں ساتھیوں اور ملاقاتیوں کے حوالے سے بھی، اور سچ پوچھئے تو ہر انسان کے حوالے سے بھی جو ہم تک آتا ہے یا ہم اس تک پہنچ سکتے ہیں اور وہ ہدایت سے محروم ہے اور شفا کا محتاج ہے۔ ان میں سے ہر ایک ہم سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ میں اندھیرے میں تھا اور تمھارے پاس روشنی تھی، میں بھٹک رہا تھا اور تمھارے پاس راہ کی خبر تھی، پھر ہم کیا کر رہے تھے؟ اگر آج میں خدا کے ہاں ہلاکت سے دوچار ہوں تو کیا تم اس کی ذمہ داری سے بچ سکتے ہیں؟

ان تینوں تصویروں سے اسوۂ دعوت کے جو نقوش اُبھر کر سامنے آتے ہیں اور جن کو آپ کو اپنی زندگی میں سمونا ہے، وہ واضح ہیں:

- دعوت اور مقامِ دعوت کی ذمہ داری کا شدید احساس۔
- زندگی میں سب سے بڑھ کر یہ دھن اور فکر کہ ہم اللہ کے بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچائیں۔
- ہمہ وقت احتساب کہ جن اللہ کے بندوں سے ہمارا کسی طرح کا بھی تعلق ہے کیا وہ اللہ کے سامنے یہ گواہی دے سکیں گے کہ ہم نے ان کی خیر خواہی، بھلائی، نصیحت اور ان تک اللہ کی امانت پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔

## وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

اب میں چوتھی تصویر آپ کو ایک دوسرے حصّہ سے دکھاؤں گا۔ یہ تصویر مجھے بہت پسند



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، اس کو بار بار دیکھا کرتا ہوں، نہ معلوم کب سے اپنے دوستوں کو دکھا رہا ہوں۔ اگر پہلی تصویریں اس پیکر جمیل کی تھیں کہ جو دعوت کے حوالے سے حسین تھا، تو یہ تصویر اس حسن و جمال کو جلوہ گر کرتی ہے جو دعوت کے مخاطبین کے حوالے سے تھا۔

## چوتھی تصویر

### زخم کھا کر پھول برسائے

یہ کارِ دعوت و نبوت کا دسواں سال ہے۔ دس سال کی محنت کے بعد بھی مکہ کے سردار اور عوام اس بات کے لیے تیار نہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی اختیار کریں، اس کے رسول ﷺ کی اطاعت قبول کریں اور مکہ کو دعوت الٰہی کا مرکز بنا دیں۔ بلکہ اب تو وہ داعی حق ﷺ کو ہی ختم کر دینے کا سوچ رہے ہیں۔ شفیق چچا ابو طالب کا سہارا تھا، وہ رخصت ہو چکے ہیں۔ پچیس سالہ رفاقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تھی، وہ بھی ختم ہو چکی ہے۔ اب کدھر کا رخ کریں؟ مکہ نے اپنے بہترین ہیرے آپ ﷺ کی گود میں ڈال دیے ہیں، لیکن اب تو اس مسکن کی تلاش ہے جہاں خدائے واحد کی بندگی کی بنیاد پر ایک معاشرہ قائم ہو اور ساری دنیا پر اس کے خالق کی حکومت قائم کرنے کا سامان ہو۔ نبی کریم ﷺ طائف کا سوچتے ہیں اور وہاں کا رخ کرتے ہیں۔ مکہ سے قریب یہی شہر ہے۔ زمین زرخیز، پانی وافر، باغات سے مالا مال۔ شاید کہ وہاں کے سردار اور امرا اس دعوت کو قبول کر لیں۔

راستہ دشوار گزار پہاڑیوں اور وادیوں سے بھرا ہوا ہے۔ گرمی کا موسم ہے، اور وہ بھی عرب کی تپتی ہوئی گرمی۔ پچاس سال کی عمر ہے، جوانی کا زمانہ نہیں کہ دشوار سفر آسان ہو جائے۔ سفر کے لیے سواری کا بندوبست بھی اب ممکن نہیں کہ ساری دولت کارِ دعوت میں صرف ہو چکی ہے، چنانچہ پیادہ پا دو چپلوں پر سارا راستہ طے ہو رہا ہے۔ ساتھ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



منہ بولے بیٹے اور راہِ حق کے نوجوان ساتھی۔

طائف پہنچ کر حضور ﷺ بنوثقیف کے تین سرداروں، عبدیالیل، مسعود اور حبیب کے پاس جاتے ہیں، اور ان کے سامنے دعوت پیش کرتے ہیں۔ دس سال مکہ میں ٹھکرائے جانے کے بعد جو اُمیدیں طائف سے ہوسکتی تھیں وہ چکنا چور ہو جاتی ہیں، جب امارت و دولت اور اقتدار و کبر کے نشہ میں چور یہ تین سردار بھی اس دعوت کو ٹھکرا دیتے ہیں، ان کے جواب سننے کے لائق ہیں۔

ٹوٹے ہوئے دل کے لیے پہلا تیر یہ تھا:

اللہ کو رسول بنانے کے لیے تمھارے سوا اور کوئی نہیں ملا؟

دوسرے نے اپنا سیاسی نظریہ پیش کیا:

کعبہ کے پردے تار تار ہو جاتے اگر اللہ نے تمھیں اپنا رسول بنایا ہوتا۔

تیسرے نے منطق بگھاری:

میں تم سے ہرگز بات نہیں کروں گا کیونکہ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو میں اس کا مستحق نہیں کہ تم سے بات کروں، اور اگر نہیں ہو تو میری ذلت ہے کہ کسی جھوٹے سے بات کروں۔

زخمی دل کے ساتھ سرداروں کی محفل سے نکل کر آپ ﷺ باہر آتے ہیں تو طائف کے سردار شہر کے لچے لفنگے لوگوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کر دیتے ہیں۔ تاک تاک کر آپ ﷺ کے ٹخنوں اور ایڑیوں پر پتھر مارتے ہیں۔ جب چوٹوں کی تکلیف سے مجبور ہو کر آپ ﷺ بیٹھ جاتے ہیں تو آپ ﷺ کو پکڑ کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ تین کلومیٹر کے راستہ پر اسی طرح سنگ باری کے نتیجے میں آپ ﷺ زخموں سے چور اور لہولہان ہو جاتے ہیں اور بالآخر طائف کی بستی سے نکل کر ایک باغ میں پناہ لیتے ہیں:

اب ذرا یہ منظر دیکھیے، کس کا دل ہے کہ پھٹ نہ ہو جائے۔

زخموں سے گھٹنے چُور ہو گئے۔ پنڈلیاں گھاؤ ہو گئیں۔ کپڑے لال ہو گئے۔ نوعمر رفیق



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(زید رضی اللہ عنہ) نے سڑک سے بے ہوشی کی حالت میں جس طرح بن پڑا اٹھایا۔ پانی کے کسی گڑھے کے کنارے لایا۔ جوتیاں اتارنی چاہیں تو خون کے گوند سے وہ تلوے کے ساتھ اس طرح چپک گئی تھیں کہ ان کا چھڑانا دشوار تھا۔ (مناظر احسن گیلانی، النبی الخاتم ﷺ، ص ۵۸)

یہ کیسا دن ہے جو سب کے لیے تھا اور سب کے لیے ہے، قیامت تک کے لیے ہے، کیسا دردناک نظارہ ہے، اس کو سب واپس کر رہے تھے۔ بات اسی پر ختم نہیں ہوگئی کہ انھوں نے جو پیش کیا تھا اس کو صرف رد کر دیا بلکہ آگ میں پھاندنے والوں کی جو کمریں پکڑ پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا وہی کمر کے بل گرایا جاتا تھا۔ (ایضاً، ص ۵۸)

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ پر اُحد کے دن سے بھی سخت دن کوئی گزرا ہے؟ فرمایا:

تیری قوم کی طرف سے جو تکلیفیں پہنچیں، سو پہنچیں مگر سب سے بڑھ کر سخت دن وہ تھا جب میں نے طائف میں عبد یالیل کے سامنے دعوت رکھی اور اس نے رد کر دیا۔

(نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ، ص ۱۹۶، بحوالہ المواھب الدنیا)

امیدوں کے ساتھ طائف کا سفر، ٹوٹا ہوا دل، زخموں سے چُور جسم، زندگی کا سب سے زیادہ سخت دن --- یہ سارے مناظر نگاہوں میں رکھیے اور اب دیکھیے زبان پر الفاظ کیا ہیں:

الٰہی، اپنی بے زوری و بے بسی اور بے سروسامانی کا شکوہ تجھ ہی سے کرتا ہوں۔

دیکھ، انسانوں میں ہلکا کیا گیا، لوگوں میں یہ کیسی سبکی ہو رہی ہے۔

اے سارے مہربانوں میں سب سے مہربان، میری سن۔

درماندہ اور بے کسوں کا رب تو ہی ہے، تو ہی میرا مالک ہے۔

مجھے تو کن کے سپرد کرتا ہے، کیا اس حریف بیگانہ کے جو مجھ سے ترش روئی روا رکھتا ہے یا تو نے مجھ کو، میرے سارے معاملات کو، دشمنوں کے قابو میں دے دیا ہے؟



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر بھی اگر تو مجھ سے ناراض نہیں، تو مجھے ان باتوں کی کیا پروا۔
کچھ بھی ہو، میری سمائی تیری عافیت کی گود میں ہی ہے۔
اور تیرے چہرہ کی وہ جگمگاہٹ جس سے اندھیریاں روشنی بن جاتی ہیں، میں اس نور کی پناہ میں آتا ہوں کہ اس سے دنیا اور آخرت کا سدھار ہے۔
مجھ پر تیرا غصہ بھڑکے، اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں، مجھ پر تیرا غضب ٹوٹے، اس سے تیرے سایہ میں آتا ہوں۔
منانا ہے، منانا ہے، اس وقت تک منانا ہے جب تک تو راضی نہ ہو۔
نہ قابو ہے نہ زور ہے، اعلیٰ و عظیم اللہ ہے۔

دل کی اس کیفیت کو آپ نے دیکھا۔ دعوت کی لگن اور اس کی خاطر طائف کا یہ پُر مشقت سفر، اپنے رب پر بھروسہ اور اس کی رضا کی تلاش، یہ رنگ تو ہویدا ہی ہیں۔

کچھ رنگ اور ہیں جو دراصل آپ کو دکھانا مقصود ہیں۔

حضور ﷺ کے یہ الفاظ سن کر نوجوان ساتھی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

یارسول ﷺ اللہ، ان ظالموں کے لیے بددعا کیجیے۔

رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا:

میں ان لوگوں کے لیے کیوں بددعا کروں۔ اگر یہ لوگ خدا کے اُوپر ایمان نہیں لائے تو مجھے امید ہے کہ ان کی نسلیں ضرور خدائے واحد کی پرستار ہوں گی۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے الفاظ میں:

یہ حضور ﷺ کی شان رحمت و رافت تھی۔ خلق خدا پر لامتناہی شفقت اور عبر و استقامت کی حیرت انگیز مثال تھی۔ مخلوق کے لیے بے پناہ تڑپ، پیغامِ حق پر انتہائی یقین اور اس پیغام کو دنیا تک پہنچانے کا جو نادر نمونہ اس ارشاد میں ملتا ہے، سرگزشت عالم میں کوئی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوسری نظیر نظر نہیں آتی۔ عالم انسانیت کے دوسرے برگزیدہ وجود کے قدم ہائے مبارک شفقت علی الخلق کے اس بلند ترین مقام تک نہ پہنچ سکے۔ (رسول رحمت ﷺ، ص ۱۵۲)

باغ سے نکل کر آپ ﷺ مکہ کی راہ لیتے ہیں اور اس مقام تک پہنچتے ہیں جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔ یہاں جبرئیل امین تشریف لاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں:

اللہ نے وہ سب کچھ سن لیا جو آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ سے کہا، آپ ﷺ کی دعوت کا جو جواب دیا،

اے محمد ﷺ! اللہ نے آپ ﷺ کے پاس یہ پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے۔ جو چاہیں اسے حکم دیں۔

پہاڑوں کا فرشتہ سلام عرض کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے:

اے محمد آپ ﷺ کو پورا اختیار ہے۔ ارشاد ہو تو ان پہاڑوں کو اٹھا کر، جن میں طائف محصور ہے، اس شہر کو پیس کر رکھ دوں۔

ذرا دیکھیے:

جس کے گھٹنے توڑے گئے، ٹخنے چور کیے گئے، اب اس کے قابو میں کیا نہیں ہے؟ اور جو اختیار دیا گیا، کیا وہ پھر چھینا گیا؟--- جسے پتھر کے ٹکڑوں سے پٹوایا گیا تھا اسی کو اختیار دیا گیا کہ وہ پہاڑوں سے اس کا جواب دے سکتا ہے اور بآسانی دے سکتا ہے--- اب دیکھو جسے جبال ملے، ملک الجبال ملا، وہ اپنی قوت سے کیا کام لیتا ہے۔ جنھوں نے اس کو ہلکا کیا تھا، کیا ان پر ان کی زندگی کو وہ بھاری کرے گا۔ چاہتا تو یہ کر سکتا تھا اور اس کو حق تھا کہ جنھوں نے اس پر پتھراؤ کیا تھا ان کو سنگسار کر دے۔ (مناظر احسن گیلانی، النبی الخاتم ﷺ، ص ۶۵۔۶۷)

لیکن وہی تاریخ جس نے قومِ نوح کے طوفان، قومِ عاد کی آندھی، قومِ ثمود کی چنگھاڑ



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور کڑک، قومِ لوط کی پتھروں کی بارش اور موسیٰؑ کے دریا کے واقعات کو ریکارڈ کیا ہے، اسی تاریخ نے محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب بھی محفوظ رکھا ہے۔ پہاڑوں کے فرشتے سے فرمایا جا رہا ہے:

میں مایوس نہیں ہوں کہ ان کی پشتوں سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک اور ساجھی نہ بنائیں۔

کتنی خوب صورت ودل ربا ہے، طائف کی یہ پوری متحرک تصویر۔ اس پر دل کیوں نہ آئے۔ محبت کا کیسا اُبلتا ہوا چشمہ ہے۔ کیسی فراوانی ہے رحمت کی۔ کتنی شفقت ہے اپنے رب کے بندوں پر۔ اُمید کی کتنی محفوظ چٹان ہے جس پر دعوت کی کشتی لنگر انداز ہے۔

اپنوں سے تو سب ہی محبت کرتے ہیں، دشمنوں سے کتنے محبت کرتے ہیں؟ اچھی بات کا تو سب ہی اچھا جواب دیتے ہیں، کتنے ہیں جو گالیوں اور پتھروں کا جواب دعاؤں سے دیتے ہیں؟ جذبہ انتقام نہیں، نفرت نہیں، غیظ وغضب نہیں، غصہ نہیں، اپنے اوپر زعم نہیں، طاقت کا غلط استعمال نہیں، بلکہ دل سوزی ہے، ہمدردی ہے، شفقت ہے، رحمت ہے، زندگی کا پیغام ہے۔ طاقت کا اگر کہیں استعمال ہے تو کم سے کم ہے، بقدر ضرورت ہے، صرف اس لیے ہے کہ اب طاقت کے استعمال کے بغیر فتنہ کا استیصال ممکن نہیں، نہ کہ اس لیے کہ فتنہ اور پھیل جائے۔ سب سے بڑھ کر فکر اگر کسی بات کی ہے، سوز وتڑپ اگر کسی چیز کے لیے ہے، تو صرف اس لیے ہے کہ دل مسخر ہوں، اپنے رب کے آگے جھک جائیں، ایسے لوگ پیدا ہوں کہ جو دعوتِ حق پر لبیک کہیں اور ساتھ آ جائیں، آج نہ ہوں تو کل ہوں۔

کش مکش اور مخالفت میں، بحث اور جدل میں، ہنگاموں اور لڑائیوں میں ہم اکثر اس تصویر کو بالکل ہی بھول جاتے ہیں۔ ہم یہ فراموش کر دیتے ہیں کہ ہماری لڑائی مرض سے ہے، مریض سے نہیں۔ ہمیں نفرت، برائی اور بدی سے ہے، برے انسان سے نہیں۔ برے انسان کو اسی وقت کاٹ کر پھینکا جاتا ہے جب شفا کی اُمید ختم ہو چکی ہو۔

اس تصویر کو دیکھیے۔ کیا آپ کے اندر اتنی محبت، نرمی، شفقت، دل سوزی، حوصلہ، صبر اور


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قوت ہے کہ آپ گالیاں اور پتھر کھائیں اور ان کا جواب دعاؤں سے دیں؟ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے جائیں اور آپ پھول برسائیں؟ آپ کو ٹھکرایا جائے اور آپ اُمیدیں باندھے رکھیں؟ آپ کو کاٹا جائے اور آپ جڑیں؟ آپ پر ظلم کیا جائے اور آپ معاف کر دیں؟ آپ کو محروم رکھا جائے اور آپ دیتے رہیں؟

یہ ضرور ہے کہ برائی کا جواب بھلائی سے دینا کوئی آسان کام نہیں، لیکن اللہ کی طرف بلانے کے لیے، عملِ صالح کے لیے، اور اسلام پر جم جانے کے لیے اسی کی ضرورت ہے۔ یہ قیمتی دولت اسی کو ملتی ہے جو بڑا قسمت والا ہو۔ قسمت والا وہ ہے جو صبر کی صفت سے مزین ہو۔ یہی ارشادِ ربانی ہے:

اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا، اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلم ہوں۔ اور (اے نبی ﷺ) نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہتر ہے۔ تم دیکھو گے تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیبے والے ہیں۔ (حٰم السجدۃ۴۱: ۳۵-۴۱)

سچّی بات یہ ہے کہ جب تک ہم میں سے ہر فرد کے اندر یہی عزم و حوصلہ نہ ہوگا، یہی محبت و شفقت نہ ہوگی، اس وقت تک آپ لوگوں کے دل جیتنے میں کامیاب نہ ہوں گے۔

## اس کی اُمیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل

اب میں اپنے البم کے تیسرے حصّے سے تین تصاویر آپ کی نذر کرتا ہوں۔ ان تصویروں میں آپ کو نظر آئے گا کہ یہ سارا کارِ دعوت کس منزل کی طرف لے جاتا ہے۔ اس دُنیا میں بھی اور اس دُنیا میں بھی۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# پانچویں تصویر

## زندگی بشرط بندگی

مکہ سے مدینہ کی طرف چلیے تو راہ میں ایک چھوٹا سا قصبہ آتا ہے۔ اس کا نام بدر ہے۔ جہاں سے راستہ ساحل بحر احمر سے مڑ کر مدینہ کا رخ کرتا ہے۔ وہاں سے کچھ دُور، چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور بیچ میں ایک وادی اور ریگستانی میدان ہے۔ ہجرت کا دوسرا سال ہے اور اس میدان میں وہ معرکہ پیش آنے والا ہے جو انسانیت کے قافلہ کو موت کے راستہ سے ہٹا کر ایک دفعہ پھر زندگی کی شاہراہ پر گامزن کر دے گا۔ ایک طرف اس وقت کی جاہلیّت کے مرکز، مکہ کے سارے بڑے بڑے سردار اور ان کی قوت موجود ہے، اور دوسری طرف وہ قوت موجود ہے جو بندگی رب لاشریک کی دعوت پر پندرہ سال میں جمع ہوئی ہے۔ اس میں وہ سرمایہ انسانی بھی موجود ہے جو مکہ سے چن چن کر جمع کیا گیا، اور وہ بھی جس نے مدینہ سے اس پکار پر لبیک کہا۔ باطل کو غالب کرنے کے لیے ایک ہزار کا لشکر ہے جس کے پاس گھوڑوں اور تلواروں کی کوئی کمی نہیں۔ حق کی حمایت کے لیے تین سو تیرہ کی جمعیت ہے جس کے پاس صرف دو گھوڑے ہیں اور تلواروں کی بھی قلت ہے۔

بدر کے اُونچے ٹیلے پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک سائبان سا بنا دیا ہے جس میں حضور ﷺ اپنے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ رات آئی تو حضور ﷺ کے جانباز ساتھی میٹھی نیند سو گئے کیونکہ اللہ نے ان پر یہ نیند طاری کر دی تھی تاکہ وہ خوف و ہراس سے نجات پائیں، اور ان پر امن کی کیفیت طاری ہو جائے لیکن حضور ﷺ کو نیند کہاں۔ آپ ﷺ اپنے اس رب اور مالک کے آگے کھڑے ہیں جس نے آپ ﷺ کو اپنے کارِ رسالت کے لیے اس دُنیا میں بھیجا تھا۔ کبھی دست بستہ کھڑے ہو کر مناجات کرتے ہیں، اور کبھی پیشانی خاک پر ٹیک دیتے ہیں:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ عجیب منظر تھا۔ اتنی بڑی وسیع دُنیا میں توحید کی قسمت صرف چند جانوں پر منحصر تھی۔ حضور ﷺ پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے:

خدایا! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر۔

بے خودی اور محویت کے عالم میں چادر مبارک کندھے سے گر گر پڑتی تھی، اور آپ ﷺ کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ لیکن سجدہ میں گرتے تھے اور فرماتے تھے: ''خدایا! اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو پوجا نہ جائے گا''۔ (شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، جلد اول، ص ۳۲۱)

نیاز اور ناز کے یہ انداز تو ہیں ہی دل میں اُتر جانے والے، لیکن ان سے گزر کر نظر اس پر ڈالیے کہ رہتی دُنیا تک اس اُمت کی زندگی کس شرط کے ساتھ مشروط کی جا رہی ہے، یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تیری بندگی نہ کی جائے گی۔

گویا کہ آج ان کو زندگی مل گئی تو ان کا اور ان کے بعد آنے والی نسلوں کا، ہر سانس انسانوں کو تیری بندگی کی طرف لانے کے لیے وقف ہوگا۔ اس دعا میں التجا اور طلب بھی ہے، اظہار مدعا بھی ہے، ایک عہد و پیمان بھی ہے، اظہار مقصد بھی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ یہ اُمت نہ ہوگی تو حکومتیں نہ ہوں گی، تمدن کی کارفرمائیاں نہ ہوں گی، کارخانے اور فیکٹریاں نہ ہوں گی، سائنس اور ٹیکنالوجی نہ ہوگی، دولت اور پیداوار نہ ہوگی۔ نہیں، یہ سب چیزیں ہوں گی، لیکن ان کا رشتہ رب کائنات کی بندگی سے کٹ جائے گا، گویا کہ ان کی روح نکل جائے گی۔ پھر یہ سب مظاہر تمدن اور یہ ساری انسانی ترقیاں انسانیت کو زندگی کی طرف نہیں بلکہ ہلاکت کی طرف لے جائیں گی۔ بدر میں فتح ہوئی گویا اس عہد و پیمان پر دستخط ہو گئے، معاہدہ پکا ہو گیا:

تا کہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔ (الانفال ۸:۴۲)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آج اس تصویر کو دیکھ کر آپ کو اپنے سے ایک ہی سوال کرنا چاہیے۔ کیا ہم اس راہ پر گامزن ہیں جس پر چل کر ہم بھی اس نیاز اور ناز سے اپنے رب سے سوال کر سکیں۔ زندگی اور کامیابی کا؟ اور حیات و کامرانی کی بشارت کے مستحق ٹھیریں؟ خلافت ارضی کا وعدہ، غلبہ دین کا وعدہ، خوف سے نجات اور امن کا وعدہ، اس ایمان اور عملِ صالح سے مسلح جماعت کے لیے ہے جس کی کیفیت یہ ہو کہ--- يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (النور:۵۵) صرف میری بندگی کرتے ہیں اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کرتے۔

## چھٹی تصویر

### نشانِ منزل

اب چھٹی تصویر دیکھیے:

اسلام کی دعوت پیش کرنے کا ابتدائی دور ہے۔ اب تک گنتی کے چند نفوس نے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اتباع و اطاعت اور جہاد و جاں نثاری کا عہد کیا ہے۔ جنھوں نے عہد کیا ہے ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ کسی کو گرم ریت پر لٹا کر اُوپر پتھر رکھ دیا جاتا ہے، کسی کو رسیوں اور زنجیروں سے باندھ کر گلیوں میں گھسیٹا جاتا ہے، کسی کو دہکتے انگاروں پر لٹایا جاتا ہے۔

انھی میں سے ایک حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کو اس وقت تک انگاروں پر لٹائے رکھا کہ پیٹھ کی چربی نے پگھل پگھل کر انگاروں کو بجھا دیا۔

یہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ یہ تصویر اب ان کے الفاظ میں دیکھیے:

اللہ کے رسول ﷺ خانہ کعبہ کے سایہ میں دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ کی چادر آپ ﷺ کے سر کے نیچے تھی۔ میں نے آپ ﷺ سے اپنی حالت اور مصائب کا گلہ کیا اور عرض کیا:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ ﷺ ہمارے لیے نصرت طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ ﷺ ہمارے لیے دُعا نہیں کریں گے؟

میری یہ بات سن کر آپ ﷺ کا چہرہ تمتما اُٹھا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

تم سے پہلے جو لوگ تھے اور جن کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا، وہ اس طرح کے تھے کہ ان کو پکڑا جاتا تھا، ان کے لیے ایک گڑھا کھودا جاتا تھا، اس میں ان کو زندہ ڈال دیا جاتا تھا، آرا لایا جاتا تھا اور ان کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیے جاتے تھے، لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت ہڈیوں پر سے نوچ لیا جاتا تھا، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے تھے۔ خدا کی قسم، اللہ اس کام کو پورا کر کے رہے گا، یہاں تک کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ ایک آدمی صنعا سے حضرموت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا، اور اس اندیشہ کے علاوہ کہ کوئی بھیڑیا اس کے جانوروں کو نقصان نہ پہنچا دے، کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہوگا۔ مگر تم لوگ جلد بازی کرتے ہو۔ (بخاری، مسلم)

اس دُنیا میں اپنی دعوت کی منزل سر کی آنکھوں سے دیکھیے۔ ایک، صرف خدائے واحد کی بندگی۔ اور دوسرے، اس کے نتیجے میں ایسا معاشرہ جہاں انسان کسی دوسرے انسان پر ظلم نہ کر سکے، طاقتور کمزور ہو جائے اگر وہ کسی کا حق مارے یا کسی پر ظلم کرے، اور کمزور طاقتور ہو جائے اگر اس کا حق مارا جا رہا ہو، اور اس پر ظلم کیا جا رہا ہو، ایک بکری بھی کسی دُور افتادہ علاقہ میں بھوک سے مر جائے تو اس کے تصور سے حکمران لرزہ براندام ہو جائیں۔

سوچیے، کیا آپ کی دعوت اور پیغام ان منازل کی نشان دہی کر رہے ہیں، اس لیے کہ یہی سارے انبیاء کی دعوت اور مشن کا خلاصہ ہے۔ صرف اللہ کی بندگی کرو، ہر ایک نبی نے اپنی قوم سے یہی کہا اور سب رسولوں کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا:

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ساتھ کتاب اور میزان نازل کی، تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔ (الحدید ۵۷:۲۵)
اور جہاد کے ذریعے، سیاسی طاقت کے ذریعے، قسط وعدل کے قیام کو ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت کا کام قرار دیا گیا۔

اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہے۔ یہ اس لیے کیا گیا کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ (الحدید ۵۷:۲۵)

## ساتویں تصویر

### آئے عشاق، گئے وعدہ فردا لے کر

ہمارے اور آپ کے لیے اس کارِ دعوت کا اصل حاصل اس نظامِ عدل کے قیام سے ماورا ہے۔ لوگ اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی قبول کریں یا نہ کریں اور قسط اور انصاف پر مبنی معاشرہ وجود میں آئے یا نہ آئے، ہمارا یہ حاصل اور ہماری یہ منزل تو بالکل کھری ہے، اس کے ہاتھ سے جانے کا سوال ہی نہیں۔ یہی ہماری اصل کامیابی ہے۔ یہ منزل ہے جنت کا حصول اور نارِ جہنّم سے نجات۔

یہ ضرور ہے کہ اس مقام کا پختہ وعدہ ان سے ہی کیا گیا ہے کہ جو انسانوں کو بندگیِ رب اور قسط کی طرف لانے کی جدوجہد میں اپنا سب کچھ لگا دیں، حتیٰ کہ اپنی جان کی بازی بھی لگا دیں۔ لیکن اصل منزل اور مقصود ہے یہی جنت:

میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو، لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لیے لڑے اور مارے گئے، ان سب کے قصور میں ضرور معاف کر دوں گا اور انھیں ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔(اٰل عمرٰن ۳:۱۹۵)

دیکھے بغیر اس جنت کا ایک حقیقت بن جانے کی---اس کے عوض ساری زندگی کا سودا چکا دینے کی، اس کی طلب میں سب کچھ لٹا دینے کی، اس کی طرف لپک کر دوڑنے کی، یہیں اس کی خوشبو سونگھنے کی، اس کے میووں کی طرف ہاتھ بڑھانے کی۔

چند مناظر اور دیکھ لیجیے:

یہ انسؓ بن نضر ہیں۔رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ سن کر بھی جنت کی ایسی خوشبو اُحد کے پہاڑوں سے آئی کہ حوصلہ پست نہ ہوا اور زخموں سے چور جسم کے ساتھ جنت کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ عمیرؓ بن حمام ہیں۔ جنت کی طرف تیزی سے لپکنے کی دعوت سنی تو اتنا انتظار بھی گراں گزرا کہ ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ ختم ہوں۔ کھجوریں پھینک دیں اور جنت کی طرف لپک کر چلے گئے۔

یہ حرامؓ بن ملحان ہیں---میدانِ جنگ میں دشمن نے پیچھے سے نیزہ مارا۔تڑپ کر زمین پر گرے تو جان نکلنے سے پہلے چہرہ فرطِ مسرت سے تمتما رہا تھا اور کامیابی نگاہوں کے سامنے رقص کر رہی تھی۔زبان پر یہ الفاظ تھے: فَزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَه (ربِ کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا)۔

یہ ابو الدحداحؓ ہیں--- جنت کا باغ ان کے لیے اتنا یقینی، اتنا قریب اور اتنا بیش قیمت تھا کہ اپنے بہترین باغ کو ایک یتیم بچے کے حوالے کر کے اس باغ کا سودا کر لیا۔اپنا باغ دے کر بھی دل خوشی سے سرشار تھا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# محبت فاتحِ عالم

## آٹھویں تصویر

### رؤف ورحیم

ایک تصویر حضور ﷺ کی وہ تصویر ہے جو ''المصور،، نے قرآن کریم میں ہم کو عطا کی ہے:

(اے پیغمبر!) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم دل ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمھارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کر دو۔ ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان سے مشورہ کرو۔ (ال عمرٰن ۳:۱۵۹)

دیکھو! تمھارے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمھارا کسی نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمھاری بھلائی کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے رؤف ورحیم ہے۔ (التوبۃ ۹:۱۲۸)

دیکھیے! اجتماعی زندگی کو جوڑے رکھنے والی چیز صرف اسلام کی سچائی نہیں ہے، بلکہ اس کے ہر نمایندے کے قلب ومزاج اور برتاؤ کی نرمی بھی ہے۔ ہے تو یہ اللہ ہی کا عطیہ، لیکن یہ نہ ہوتا تو لوگ جمع نہ رہتے، بکھر جاتے۔

اس شفقت ورحمت کا تصور آپ کیا کر سکتے ہیں کہ جس کو عیاں کرنے اور ہماری نگاہوں کے سامنے لانے کے لیے رب ذُوالجلال والاکرام نے وہ دو لفظ استعمال کیے، جو خود اس کی اپنی صفات کا بھی مظہر ہیں، یعنی رؤف اور رحیم۔ اسی رحمت کا نتیجہ تھا کہ وہ قوت جمع ہوئی کہ جس نے ایک سو سال کی مدت میں اٹلانٹک کے ساحل سے لے کر دریائے سندھ کے کنارے تک اور یورپ سے لے کر چین تک اسلام کی دعوت پہنچا دی، اسلام کو غالب کر دیا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# نویں تصویر

## خطا کار سے درگزر کرنے والا

یہ تصویر بھی بڑی خوب صورت ہے:

حضور ﷺ فتح مکہ کی تیاریاں کر رہے تھے، کیونکہ قریش صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کر کے اس معاہدہ کو توڑ چکے تھے۔ ادھر قریش اس شش و پنج میں تھے کہ حضور ﷺ اب بھی اس معاہدہ پر قائم ہیں یا نہیں۔ یہ بہترین موقع تھا کہ خاموشی سے مکہ کو اس رب کے لیے مسخر کر لیا جائے جس کا گھر وہاں تھا، بغیر اس کے کہ کشت وخون ہو۔ چنانچہ حضور ﷺ کی ساری تیاریاں خاموشی سے اور مخفی ہو رہی تھیں۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ ایک بدری صحابی تھے۔ انھوں نے سوچا کہ مکہ کے سارے ہی لوگوں کے بااثر رشتہ دار مدینہ میں ہیں جوان کو بچالیں گے۔ میں بے اثر آدمی ہوں، بہتر ہے کہ ان کو اطلاع کر دوں تاکہ وہ اپنی جان بچالیں۔ حضور ﷺ کی کامیابی تو یقینی ہے، اس اطلاع سے کیا نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ انھوں نے ایک عورت کو خط دے کر مکہ روانہ کر دیا۔

ایک طرف تو ان کی آنکھ اس منظر کا احاطہ نہ کر سکتی تھی جب رؤف ورحیم اور رحمت للعالمین سارے مکہ والوں کے لیے عام معافی کا اعلان کرنے والے تھے: **لا تثریب علیکم الیوم**، آج کے دن تم پر کوئی پکڑ نہیں۔ دوسری طرف انھوں نے یہ نہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو ان کے خط کی خبر دے سکتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ کو وحی کے ذریعے اطلاع مل گئی تو آپ ﷺ نے فوراً قاصد دوڑا دیے۔ عورت پکڑی گئی اور خط نکل آیا۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا معاملہ دربارِ نبوی ﷺ میں پیش ہوا۔ انھوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ گفتگو شروع ہوئی کہ کیا سزا دی جائے۔ کسی بھی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قانون کے تحت یہ غداری کا جرم تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز کیا کہ گردن زدنی ہیں۔ لیکن وہ شخصیت تو رؤف و رحیم تھی جس کو فیصلہ کرنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب رضی اللہ عنہ کا اتنا سنگین جرم معاف کر دیا۔

یہ تصویریں بتاتی ہیں کہ جماعتوں اور معاشروں کا شیرازہ دارو گیر اور سختی و شدت سے نہیں بندھتا، نہ اس سے مضبوط اور قوی ہوتا ہے۔ سختی بعض دفعہ انتشار سے بچانے کے لیے، فتنہ کے استیصال کے لیے، اصلاح کے لیے، خرابی سے بچانے کے لیے، رخنے بند کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ لیکن جماعتوں کو کوئی چیز اگر ناقابل تسخیر قوت بناتی ہے تو وہ عفو و درگزر اور رحمت و محبت کی پالیسی ہے، کہ محبت ہی فاتح عالم ہے۔

اب اس تصویر کو سامنے رکھ کر آپ اپنا ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ دیکھیں، اپنے لیڈروں کا برتاؤ دیکھیں، اور جائزہ لیں کہ آپ اس اسوہ حسنہ سے کتنا قریب ہیں اور کتنا دور ہیں؟

عفو و درگزر اور شفقت و رحمت کی تصویریں میرے پاس بے شمار ہیں اور یہ سب میں آپ کو اس تھوڑے وقت میں نہیں دکھا سکتا۔ لیکن دو تصویریں اور دیکھ لیجیے کہ یہ تعلیم و تربیت اور احکام کے نفاذ میں شفقت اور نرمی کو اجاگر کرتی ہیں۔

## دسویں تصویر

## شفیق معلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں جلوہ افروز ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک اعرابی آیا۔ سنگریزوں کا فرش تھا، اس نے کھڑے ہو کر پیشاب شروع کر دیا۔ مسجد میں پیشاب! لوگ دوڑے کہ اس کو روکیں، شاید مار بھی دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو۔


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گویا کہ وہ اب اپنی حاجت تو پوری کر لے۔

جب وہ فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس کو اپنے پاس بلا کر بہت شفقت سے سمجھایا کہ مسجد ایک مقدس جگہ ہے، یہاں پیشاب کرنا منع ہے۔ یہ اللہ کی یاد، نماز اور قرآن پڑھنے کی جگہ ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

اس پر پانی کا ایک ڈول ڈال کر پاک اور صاف کر دو۔ تم کو نرمی کرنے والا بنایا گیا ہے نہ کہ سختی اور تنگی کرنے والا۔

ایک شخص پانی کا ایک ڈول لایا اور گندگی کو دھو کر صاف کر دیا گیا۔ **(بخاری و مسلم)**

ہمارے چاروں طرف جب لوگ غلطیاں کرتے ہیں، تو کیا ہم اصلاح و تعلیم کا کام کرتے ہوئے اس صبر و تحمل اور شفقت و رحمت کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں؟ سختی اور تنگی کی تصویر ہوتے ہیں، یا نرمی اور وسعت کی؟

## لائف اسٹائل

اب میں اپنے البم کا ایک اور حصّہ کھولتا ہوں اور آپ کو ایک ایسی تصویر دکھاتا ہوں جس میں آپ داعی کی زندگی کا وہ پہلو دیکھ سکیں گے جس کو آج کل ''لائف اسٹائل،، کہا جاتا ہے۔ آج کی صحبت میں بس یہ آخری تصویر ہے جو پیش خدمت ہے:

### گیارہویں تصویر

### میرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے

اس تصویر کو کھینچنے والے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ بالائی منزل پر تشریف رکھتے تھے۔ حاضر ہوا تو نظر آیا کہ گھر میں ساز وسامان کی کیا کیفیت ہے۔

جسم مبارک پر صرف ایک تہبند ہے۔ ایک کھری چارپائی ہے۔ سرہانے ایک تکیہ پڑا ہے، جس میں خرمے کی چھال بھری ہوئی ہے۔ ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں، ایک کونے میں پائے مبارک کے پاس کسی جانور کی کھال پڑی ہے، کچھ مشکیزے کی کھالیں سر کے پاس کھونٹی پر لٹک رہی ہیں۔

یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ آنحضرت ﷺ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! میں کیوں نہ روؤں، چارپائی کے بان سے جسم اقدس پر بدھیاں پڑ گئی ہیں، یہ آپ ﷺ کے اسباب کی کوٹھڑی ہے، اس میں جو سامان ہے وہ نظر آ رہا ہے، قیصر وکسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور خدا کے پیغمبر اور برگزیدہ ہو کر آپ ﷺ کے سامانِ خانہ کی یہ کیفیت ہو۔

ارشاد ہوا:

''اے ابن خطاب!---تم کو یہ پسند نہیں کہ وہ یہ دُنیا لیں اور ہم آخرت''۔

(شبلی نعمانی وسیّد سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، جلد دوم، ص ۳۰۷)

جس کو دُنیا کا سب کچھ مل سکتا تھا، اس نے کچھ نہ لیا۔ جس کے پاس سب کچھ آیا، اس نے سب دے دیا۔ جو قیصر وکسریٰ کی طرح عیش وآرام سے زندگی کے شب وروز آراستہ کر سکتا تھا، اس نے فقیری سے زندگی سجالی تھی۔

روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خود اچھا کھایا بھی ہے، اچھا پہنا بھی ہے۔


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دست کا بھنا ہوا گوشت مرغوب تھا، جب ملتا تو آپ ﷺ شوق سے کھاتے۔ خوشبو کا استعمال کثرت سے فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کو بہتر سے بہتر کپڑوں میں دیکھا ہے (ابو داؤد)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ بازار سے شامی جبہ خریدا، گھر آ کر دیکھا تو اس میں سرخ دھاریاں تھیں، جا کر واپس کر آئے۔ کسی نے یہ واقعہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ انھوں نے حضور ﷺ کا جبہ منگوا کر لوگوں کو دکھایا جس کی جیبوں اور آستینوں اور دامن پر دیبا کی پٹی تھی (ابو داؤد)۔ بات یہ نہیں ہے کہ حضور ﷺ کے ہر پیرو کے لیے اسی طرح زندگی بسر کرنا فرض اور لازمی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو زینت اللہ نے اپنے بندوں کے لیے بنائی ہے اس کو اللہ کے رسول ﷺ کیسے حرام کر سکتے تھے۔

اس تصویر کا اصل رنگ یہ ہے کہ راہِ حق پر چلنے کا فیصلہ، آخرت کو اختیار کر لینے کا فیصلہ ہے۔ اس کے بعد کم سے کم وہ افراد جو ساری دُنیا کو اللہ کی بندگی کے دائرہ میں لانے کا انقلابی مقصد لے کر کھڑے ہوتے ہیں، ان کے دل کو اور زندگی کو دُنیا بنانے کی ایسی فکر سے بالکل خالی ہونا چاہیے جس کی قیمت آخرت کا نقصان ہو، یعنی اس زندگی میں آخرت کے لیے جدوجہد کا نقصان۔ جس قسم کی فکروں سے اہلِ دُنیا کے دل آباد ہوتے ہیں، ان سے ان کے دل خالی ہونا چاہییں۔

اسی لیے تاکید کی گئی ہے کہ دیکھو، تمھاری نگاہ بھٹکنے نہ پائے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بھٹک کر ان لوگوں کے لائف اسٹائل پر جم جائے جن کی ساری خوش حالی اس دُنیا تک محدود ہے۔ ان کے عالیشان گھر ہیں جو سنگ مرمر سے مزین ہیں، خوش نما باغات ہیں، ان کے گھروں میں بیش قیمت قالین ہیں، صوفے ہیں، فرنیچر ہے، ان کے پاس ایئر کنڈیشنر ہیں، ان کے بینک بیلنس بھی اُونچے ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز تمھارے لیے حرام نہیں، لیکن ان میں سے کوئی چیز تمھارا مقصود نہیں، تمھاری منزل نہیں۔ اگر ان میں سے کسی چیز کی قیمت دعوتِ حق کے کام کا نقصان، راہِ حق کا ضیاع ہو، تو پھر یہ جائز نہیں ہے، اس سے صرفِ نظر ہی بہتر ہے:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو، دنیوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے ان کو آزمایش میں ڈالنے کے لیے دی ہے۔ ہاں تیرے رب کا دیا ہوا رزق بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ (طٰہٰ ۲۰:۱۳۱)

## دل میں سجائیں، رنگ میں رنگ جائیں

یہ میرے البم کے پانچ مختلف حصوں کی گیارہ تصویریں ہیں، آپ کو دکھائی ہیں۔ یہ تصویریں آپ کے سامنے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ ان کو بڑے شوق سے اپنے دل کے فریم میں سجالیں، بڑی احتیاط سے انھیں محفوظ کرلیں، آپ کے کان، آپ کی آنکھیں، آپ کے دل ان تصویروں پر ہمیشہ مرکوز رہیں۔ ان کو سامنے رکھ کر آپ اپنی زندگی پر نظر ڈالیں، اپنی روش اور اقدار کو دیکھیں، اپنے کردار، اخلاق اور اعمال کا جائزہ لیں۔

اس لیے فرمایا گیا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ سارا حسن و جمال اس زندگی میں سمٹ کر آ گیا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی تھی جس کو حسن کی تلاش ہو وہ عشق و محبت اور طلب کے کشکول لے کر اس زندگی کے پیچھے چل پڑے۔

یہ حسن و جمال کا بیان اس لیے نہیں کہ صرف سنا جائے، پڑھا جائے، لکھا جائے، اس پر ہم عش عش کریں، جذبات میں تموج اور آنکھوں میں نمی آ جائے، لیکن ہمارے عمل پر اس کا کوئی اثر محسوس نہ ہو۔ بلکہ اس لیے ہے کہ ہم اس کو اپنے اندر جذب کریں، خود کو اس سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش میں لگ جائیں۔ اس کے رنگ میں رنگ جائیں۔ وہی مقاصد ہماری زندگی کے مقاصد ہوں، وہی طرز اور روش اور وہی ادائیں ہماری ہوں جو اس اُسوۂ کے ہر پہلو سے جھلکتی ہیں۔

اب آپ پوچھ سکتے ہیں کہ وہ راستہ اور طریقہ کیا ہے جس سے ہمارے اندر اتنا شوقِ طلب اور عزم، اتنی آرزو اور حوصلہ، اتنی ہمت اور استعداد پیدا ہو کہ ہم اس عالیشان اسوہ کی پیروی کرسکیں۔ ہماری زندگی میں بھی اس کا حسن و جمال کسی نہ کسی درجہ میں جھلکنے لگے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ کے اس سوال کا جواب اس آیت قرآنی کے اگلے حصّہ میں موجود ہے۔ جس کا پہلا حصّہ اس اُسوۂ کی نشان دہی کرتا ہے۔ آپ آیت کو پورا پڑھیں تو وہ طریقہ واضح ہو جاتا ہے جس سے آپ وہ زادِ راہ حاصل کریں کہ جس سے آپ یہ سفر طے کر سکیں۔

فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہے، ہر اس شخص کے لیے، جو اللہ اور یومِ آخرت کا اُمیدوار ہو، اور جو کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

اللہ اور یومِ آخرت کی اُمیدواری اور کثرت سے اللہ کا ذکر، یہ دو چیزیں اگر آپ میں ہوں تو آپ کا راستہ آسان ہے۔

یہاں اللہ اور یومِ آخر پر ایمان لانے کا ذکر نہیں بلکہ 'یرجوا' کا لفظ ہے۔ گویا کہ ضرورت قول و قرار والے ایمان کی نہیں، ضرورت اس ایمان کی ہے جو زندگی کی ساری اُمیدیں، ساری تمنائیں اور آرزوئیں، سارے مقاصد اور توقعات، ساری تگ و دو اللہ اور یومِ آخرت پر مرکوز کر دے۔

آپ بیان سیرت کو جتنا بھی سنیں اور جتنا بھی پڑھیں، ساری اُمیدیں دُنیا سے کاٹ کر اللہ اور یومِ آخرت سے جوڑے بغیر، اور کثرت سے اللہ کی یاد کے بغیر، آپ کو جس ہمت اور عزم اور جس جذبہ اور روح کی ضرورت ہے اس کا پیدا ہونا مشکل ہے۔

اللہ کے ذکر کے معنی بہت وسیع ہیں۔ اُس کی تصدیق، اُس کی تسبیح، اُس کی حمد، اُس کی تکبیر، اُس کا شکر، اُس کی وحدانیت کا اقرار و اعلان، اُس کے آگے کھڑا ہونا، اُس کی راہ میں مال خرچ کرنا، اُس کی خاطر بھوکا پیاسا رہنا، اُس کے گھر کے گرد چکر لگانا، یہ سب اللہ کے ذکر کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس ذکر الٰہی کے ایک بہت اہم معنی یہ بھی ہیں کہ آپ انسانوں کو اللہ کی بندگی کی طرف بلائیں، اس کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں، اس کے دین کا چرچا کریں، اس کی خاطر تگ و دو اور قربانیاں دیں۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے دربار میں بھیجا گیا، اور اُن پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی کہ اس جابر و قاہر بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہوکر اس کو اللہ کی بندگی کی دعوت دیں، اور اللہ کے بندوں کو اس کی غلامی سے آزاد کرانے کی کوشش کریں۔ اس وقت انھوں نے اپنی کم مائیگی، اپنے سروسامان کی کمی، اپنی زبان کی لکنت، اور کمزوری کا اظہار کیا، اور کہا کہ آپ میرا سینہ کھول دیں، میرا کام میرے لیے آسان کردیں، میری زبان کی گرہ کھول دیں تاکہ لوگ میری زبان کو سمجھیں اور پھر عرض کیا کہ:

تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں، تاکہ ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ وہ کسی گوشے میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنے نہیں جارہے تھے بلکہ ایک جابر بادشاہ کے دربار میں دعوت الی اللہ کا کام کرنے جارہے تھے اور اس کام کے لیے ہی انھوں نے تسبیح اور ذکر کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے ان سے خطاب کیا تو فرمایا:

دیکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ میری یاد میں کوتاہی کرجاؤ۔

یہاں بھی ذکر کا لفظ ہے جو صاف صاف دعوت الی اللہ کے معانی میں استعمال ہورہا ہے۔

ایک اور مقام پر غور کیجیے، یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ذکر کے ساتھ اپنی بہترین بشارت کو مربوط کیا ہے اور فرمایا ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرۃ ۲: ۱۵۲)

تم مجھے یاد کرو تو میں تمھیں یاد کروں گا۔

یہ آیت بڑی خوب صورتی سے قرآن میں دو حصوں کے درمیان نقش کردی گئی ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے جہاں قبلہ بدلنے کا حکم ہے۔ یہ اس بات کی علامت تھا کہ اب دُنیا کے اندر ایک نئی اُمت مسلمہ وجود میں آرہی ہے جو اللہ کی دعوت کی علم بردار ہوگی۔ پھر فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے اس لیے بھیجا ہے کہ وہ کتاب کی تلاوت کریں، لوگوں کا تزکیہ کریں اور انھیں حکمت کی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تعلیم دیں۔ اس کے بعد دوسرا حصّہ ہے۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ **اِسْتَعِیْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ،** صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو۔ پھر اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ کہنے اور سمجھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ ہم تم کو خوف سے، بھوک سے، کھیتی باڑی کے نقصان سے، اور جان کے نقصان سے، ہر چیز سے آزمائیں گے۔

ان دونوں حصوں کے درمیان لاکر اس آیت کو نقش کر دیا گیا ہے کہ: تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور شکر کرو، ناشکری نہ کرنا، اس لیے کہ میں نے تم پر ہدایت کا دروازہ کھولا ہے، اس راستہ پر چلنے کی توفیق دی ہے، اس دروازہ میں داخل ہونے کی سعادت بخشی ہے۔ یہ میرا احسان ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کو بھول جاؤ اور ناشکری کرنے لگو۔ اور مجھے یاد کرو، ایسی یاد، جس کی راہ میں آزمایشیں آئیں گی اور صبر کی ضرورت ہوگی۔

ایک پہلو سے اور غور کریں۔ غارِ حرا میں پہلی وحی آئی تو اقراء کا پیغام لے کر آئی۔ دوسری وحی اُتری تو قم فانذر ( کھڑے ہو جاؤ اور متنبہ کرو ) کا حکم لے کر آئی۔ اس سے پہلے کہ کوئی وحی نماز کے بارے میں آتی، روزے کے بارے میں آتی، زکوٰۃ اور حج کے بارے میں آتی، اسلام کے دوسرے احکام آتے، پہلا حکم یہ آیا کہ پڑھو کہ تم اللہ کے پیغام سے واقف ہو اور دوسرا حکم یہ آیا کہ کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاؤ اور ان کو خبردار کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعوت کا فریضہ ایسا ہے جس سے کسی صورت میں مفر نہیں ہے۔ اور سچّی بات یہ ہے کہ آپ کے اسوہ میں جو سب سے غالب چیز ہے وہ یہی ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر اپنی قوم کو خبردار کرنا اور اللہ کی طرف بلانا شروع کر دیا، اور اللہ کی کبریائی قائم کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔

اُسوۂ حسنہ کی یہ تصویریں ہم میں سے ہر ہر فرد کو پکارتی ہیں اور دعوت دیتی ہیں کہ اپنے گرد و پیش، اپنے شہر میں، اپنے محلّہ میں، اپنے کالج میں، اسکول میں، یونی ورسٹی میں، دفتر میں، کارخانے میں، گھر اور خاندان میں، جس تک اللہ کا پیغام نہیں پہنچا ہے، اس کو پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دعوت الی اللہ کی ذمہ داری اور جواب دہی کا یہ شدید احساس اپنے اندر پیدا کیجیے، شب و روز اسی مقصد اور دُھن میں لگے رہیے، دل سوزی اور محبت کے ساتھ کام کیجیے، اپنے رب سے محبت کیجیے، اس کے رسول ﷺ سے محبت کیجیے، اس کی راہ میں ساتھ چلنے والوں سے محبت کیجیے، اپنے رب کی ہر مخلوق سے محبت کیجیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبُوب ﷺ کے نقوشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# سیرت ﷺ، قیادت اور دعوت

فلاح اور کامیابی کا لازوال نمونہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر وہ قافلہ جو انسانوں کے لیے اور خود اپنے لیے زندگی کی نئی لہر شاہراہ کھولنا چاہتا ہو، اپنی کامیابی کے لیے ایمان اور یقین، عزم اور ارادہ، عمل اور کردار، اخلاق اور قربانی کے ساتھ ایک اچھے سالار قافلہ کا محتاج ہوتا ہے۔ جس طرح قافلے کے ہر قدم کے لیے ایک ہی نقش پا رہنما ہے اور وہ نقش مصطفوی ﷺ ہے، اسی طرح قافلے کے سردار کے لیے بھی انھی نقوش پا کی پیروی میں سعادت اور کامیابی کی ضمانت ہے، جو سالارِ اول نے چھوڑے ہیں۔ سچ کہا جائے تو قافلے کا ہر فرد ہی کسی نہ کسی درجے میں اور کسی نہ کسی مقام پر امام ہے، اور اس ہدایت و رہنمائی کا محتاج ہے جو اس کو ان نقوش پا سے مل سکتی ہے۔

خرم مراد — اسلامک فاؤنڈیشن، برطانیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

تعریف سراسر اسی کے لیے ہے، جو سارے جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں پیدا کیا، دیکھنے، سننے اور سوچنے سمجھنے کی نعمتیں عطا فرمائیں، اختیار کی امانت سپرد کی اور ہماری ہدایت کے لیے رسالت کا سلسلہ قائم کیا۔ سلام و عقیدت کی نذر اس کے اس آخری رسولؐ کی خدمت میں، جس نے ہمارے رب کی ہدایت ہم کو پہنچائی، ہم کو اللہ کی طرف بلایا، خوش خبری دی اور خبردار کیا اور ہر سانس ہماری تعلیم اور صحیح راہ زندگی پر ہماری رہنمائی کا کام کرتا رہا۔

## بحیثیت قائد

نبی اکرم ﷺ کی زندگی ایک روشن اور چمکتے ہوئے چراغ کی مانند ہے۔ سراجاً منیراً (الاحزاب ۳۳:۴۶)۔ انھی الفاظ سے قرآن مجید نے سورج کی مثال بھی دی ہے (نوح ۷۱:۱۶۔ النباء ۷۸:۱۳)۔ سورج، توانائی، حرارت اور زندگی کا ایک ایسا بھرپور خزانہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے کرۂ ارضی پر اپنی ساری مخلوق کے لیے زندگی، حرارت اور توانائی کے حصول کا سرچشمہ بنا دیا ہے۔ اس کی شعاعیں ہر طرف سے، اور ہر رخ، یکساں طور پر ان نعمتوں کا خزانہ لے کے ضیا فگن ہوتی ہیں۔ اس کا کوئی ایک رخ ایسا نہیں جس کو دوسرے پر ترجیح ہو، بلکہ سوچا جائے تو اس کے وجود کو مختلف خانوں میں تقسیم کرنا ممکن ہے اور نہ شاید مناسب اور قرین انصاف۔

یہی حال حیات نبوی ﷺ کا ہے۔ انسانیت کے لیے زندگی اور حرارت کا سرچشمہ آپؐ



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہی ہیں۔ آپؐ کی زندگی ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے۔ سورج کی طرح، جس پہلو سے دیکھ لیجیے، جس رخ پر نظر ڈال لیجیے، یکساں روشنی اور ہدایت کا سامان ہے۔ صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ آپؐ رسول اللہ تھے، بحیثیت رسول اللہ آپؐ نے اپنا کارنامہ سرانجام دیا، جو بلاشبہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔ بحیثیت رسول اللہ آپؐ کا اُسوۂ، پورا اُسوۂ، ہمارے لیے قابل اتباع اُسوۂ ہے۔ فکر و نظر کے لیے علم، قلب و روح کے لیے سامان سکون، عمل کے لیے نمونہ! اس اتھاہ خزانے سے ہم کن جواہرات کو منتخب کریں، کن سے اپنی جھولی بھریں۔ اس چمن کے کن پھولوں کو اپنے گلدستے کی زینت بنائیں۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل بھی ہے اور آسان بھی۔ مشکل اس لیے کہ خزانہ لامحدود ہے اور ہمارا دامن محدود۔ کچھ لیں گے تو کچھ چھوڑیں گے۔ جو کچھ چھوڑیں گے، نگاہ اس کی اسیر بھی رہے گی، دل بھی اس میں اٹکا رہے گا۔ مشکل یہ نہیں کہ کیا لیں۔ مشکل یہ ہے کہ کیا چھوڑیں۔ آسان اس لیے، کہ جو کچھ بھی لیں گے وہ کسی طرح اس سے کم تر نہ ہوگا جو چھوڑیں گے۔

بہرحال اپنے دامن کی تنگی، اپنی نظر کی محدودیت، اپنی وقتی اور زمانی ضرورت اور اپنے مطالعے اور فیض یابی کی سہولت کی وجہ سے ہم مجبور ہوتے ہیں کہ حضورؐ کی زندگی کو خانوں میں تقسیم کریں۔ کبھی بحیثیت داعی، کبھی بحیثیت سپہ سالار، غرض اس چراغ کی روشنی مختلف حیثیتوں سے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

جہاں یہ بات صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو مختلف خانوں میں تقسیم کر کے آپؐ کی حیات طیبہ کے ساتھ انصاف کرنا آسان کام نہیں اور معلم و قائد کی حیثیتوں میں فرق و امتیاز ناممکن ہے..... اس لیے کہ آپؐ اول بھی معلم اور ہادی تھے اور آخر بھی، اور قیادت اسی تعلیم کی خاطر تھی..... وہاں یہ بات بھی ہے کہ تعلیم ہی رسالت کا بنیادی فریضہ ہے۔

تعلیم ہی سے آپؐ کی رسالت کا آغاز ہوا۔ رسالت کے اول لمحے سے اپنی آخری سانس تک، آپؐ انسانوں کو آیات اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے رہے۔ ان کی شیرازہ بندی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کر کے انھی آیات اور کتاب اور حکمت کے مطابق زندگی کی شاہراہ پر ان کی قیادت کرتے رہے۔ سورج نکلتا ہے تو لوگ جاگ پڑتے ہیں، زندگی کا قافلہ رواں ہوتا ہے، قلب و جسم میں تحریک پیدا ہوتی ہے، لوگ اپنے فرائض منصبی کی تکمیل میں لگ جاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے سراج منیر نے اس پہلو سے ہمارے لیے کیا روشنی چھوڑی ہے؟ یہ آج کا موضوع ہے۔ ہم بھی آج اسی تگ و دو میں مصروف ہیں کہ اپنے قافلۂ زندگی کا سالار حضورؐ ہی کو بنالیں اور وہی فریضۂ رسالت انجام دینے کی کوشش کریں، جس کے لیے حضورؐ نے اپنی ساری زندگی لٹا دی۔

## قرآن اور سیرتؐ کا تعلق

ایک بات اور بھی واضح رہنی چاہیے کہ قرآن مجید اور سیرت مبارکہؐ کے درمیان گہرا تعلق ہے، عام طور پر ہم ان دونوں کو دو بالکل علیحدہ چیزیں سمجھتے ہیں۔ جبکہ سیرتؐ کی بہترین کتاب قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کی سب سے عمدہ تفسیر سیرت نبویؐ میں ہے۔ قرآن، سیرت کا بیان ہے اور سیرت، قرآن کا جیتا جاگتا ماڈل۔

اسی لیے جس کو قرآن کی صحیح ترین تفسیر پڑھنا ہو، قرآن کو جیتا جاگتا دیکھنا ہو، الفاظ کے بجائے عمل کی زبان میں پڑھنا ہو، اس کو چاہیے کہ ابن کثیر، کشاف اور رازی وغیرہ کی کتب سے زیادہ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ کو پڑھے، اس زندگی کو جس کا آغاز اقراء سے ہوا اور جو یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ پر جا کر منتج ہوئی۔ وہ اس زندگی کے ایک ایک لمحے کو اپنے اندر جذب کر لے تو گویا وہ قرآن کو جذب کر لے گا۔

اسی طرح جو محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھنا چاہے، وہ ابن اسحاق، ابن ہشام اور ابن سعد کی کتب سیرتؐ سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کرے۔ واقعات اور سوانحی تفصیلات زمان و مکان سے ہٹ کر..... کہ یہ ساری چیزیں کتابوں میں مل جائیں گی..... وہ یہاں آپؐ کی کیفیات، صفات، کردار، اخلاق، مقاصد، مناہج سب کچھ پالے گا۔ خصوصاً آپؐ کی سیرت، بحیثیت معلم



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وحی اور قائد کے، اس لیے کہ قرآن مجید کی تو ایک ایک آیت، ہر ہر لفظ آپؐ کی ان حیثیتوں سے گندھا ہوا ہے، ان کا مرقع ہے۔

## قرآن میں سیرت کیسے پڑھی جائے؟

قرآن سے سیرت پڑھنے کے لیے اور معلومات اخذ کرنے کے طریقے (methodology) کے دو اصول ہیں:

پہلا یہ کہ، کلام پاک میں جو ہدایات اور احکام دیے گئے ہیں، جن کی مخاطب خود نبی کریم ﷺ کی ذات ہے (یاایھاالرسول، یا ایھاالنبی) یا آپؐ کے ساتھ مومنین کی جماعت ہے (یاایھاالذین امنوا) وہ دراصل آپؐ کی زندگی میں جاری وساری تھے۔ آپؐ کا عمل ان کے مطابق تھا۔ آپؐ کی سیرت ان کا مظہر تھی۔ اس بات کو اگرچہ سیرت کی کتابوں سے واقعات لا کر بھی ثابت کیا جا سکتا ہے، لیکن اس بات کی دلیل خود قرآن میں بھی ہے۔ ایک یہ کہ، آپؐ اوّل المسلمین اور اول المومنین تھے: سب سے بڑھ کر، سب سے پہلے، عمل کرنے والے اور ماننے والے۔ دوسرے یہ کہ، آپؐ کے قول وفعل میں تضاد نہ تھا۔ جو کلام آپؐ کی زبان سے جاری ہوتا تھا، ممکن نہ تھا کہ آپؐ کا عمل اس سے مختلف ہوتا۔ آپؐ نے کبھی اپنے رب کے حکم سے روگردانی نہیں کی۔ تیسرے یہ کہ، آپؐ کو صرف بَلِّغْ کا ہی حکم نہیں ملا تھا، بلکہ شاہد کا منصب بھی سپرد ہوا تھا۔

اس کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ آپؐ ذکر، تسبیح اور قیام لیل میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اسی طرح اگر جہاد کا حکم ہے تو اس کی تعبیر یہی ہے کہ آپؐ نے جہاد کیا، یا اگر آپؐ کو مشورہ، نرمی، عفو ودرگزر، اعراض عن الجاھلین کی تعلیم دی گئی، تو دراصل آپؐ کی سیرت میں یہ ساری چیزیں موجود تھیں۔ گویا احکام وہدایات کے پیرایے میں سیرت ہی کا بیان ہے، اور جہاں قرآن نے خود ہی آپؐ کی صفات کا ذکر کر دیا ہے، وہ تو واضح ہی ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوسرا یہ کہ، قرآن حکیم میں جہاں واقعات پر تبصرہ ہے، گفتگوئیں ہیں، مجادلات ہیں، آپ کو تسلی و سہارا دیا گیا ہے، یہ سب بھی اپنے انداز میں آپؐ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کا بیان ہے۔ مثلاً اگر قرآن کہتا ہے کہ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (ان کی بات آپؐ کو رنجیدہ و غمگین نہ کرے) تو یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ پروپیگنڈا کا ایک طوفان تھا، تمسخر اور استہزا تھا، آپؐ بحیثیت انسان رنجیدہ اور غمگین بھی ہو جاتے تھے اور ہدایت الٰہی کی ٹھنڈک سے پھر اس رنج و غم کو جھٹک کر تعلیم و دعوت کے کام میں لگ جاتے تھے۔ یہ پورا بیان ٹھیک اسی طرح قرآن کے الفاظ میں نہیں ہے۔ لیکن الفاظ کے پیچھے یہ پوری تصویر جھانک رہی ہے اور اس کو بغیر دیکھے گزر جانے سے فہم قرآن نامکمل رہ جائے گا اور سیرت سے بھی شناسائی نہ ہوگی۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بحیثیت داعی، قائد، یا یوں کہیے کہ بحیثیت رسولؐ، آپؐ نے ہر کام جو کیا، ہر قدم جو اٹھایا، ہر پالیسی جو بنائی، ہر رویہ جو اختیار کیا، وہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آپؐ کو پہلے سے بتا دیتا تھا۔ آپؐ کو پہلے سے ہی ہدایت کر دی جاتی کہ اب یہ کرو اور اب وہ کرو۔ فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں جہاں آپؐ کو عملی مسائل اور مراحل درپیش آتے، جہاں پالیسی سازی ہوتی، حکمت عملی وضع کرنا ہوتی، فیصلہ کرنا ہوتا، دو راہوں میں سے کسی ایک راہ کا انتخاب کرنا ہوتا، وہاں آپؐ کو پہلے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کیا کرنا ہے۔ نہ کوئی پریشانی ہوتی نہ تذبذب، نہ سوچنا پڑتا اور نہ عقل سے کام لینا پڑتا۔

میرا خیال اس سے مختلف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب اور اگر میرا خیال غلط ہو تو وہ اسے معاف فرما دے۔ میری رائے میں ایسا سمجھنا قرآنی شواہد اور تاریخی دلائل کے بھی خلاف ہے اور نبی کریم ﷺ کی عظیم و بے مثل شخصیت کے ساتھ بے انصافی بھی ہے۔

آپؐ تو سب سے بہتر انسان، سب سے زیادہ حکمت و عقل کے مالک، سب سے بہتر اخلاق کے حامل، انسانیت کے گل سرسبد تھے۔ آپؐ نے قرآن کو لفظاً و معناً وصول کیا اور ویسا کا



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ویسا ہی پہنچا دیا۔ لیکن جس قلب و شخصیت کو قرآن جیسی عظیم شے حاصل کرنے کے لیے منتخب کیا گیا، وہ قرآن جو پہاڑ پر بھی اترتا تو وہ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، وہ قلب و شخصیت خود کتنی عظیم ہوگی! اس لیے قرآن کی تبلیغ، قرآن کا قیام، قرآن کی تفصیلات کا تعیّن، قیام دین کی تحریک کو چلانا، یہ سارے کام آپؐ نے اپنے اجتہاد، اپنی حکمت، اپنی کامل ترین عقل اور اپنے رفقا کے مشورے سے کیے۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ آپؐ مسلسل اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں تھے۔ اس کی حفاظت میں تھے۔

آپؐ کا سینہ مبارک علم و حکمت کے نور سے بھر دیا گیا۔ آپؐ کی رضا رضائے الٰہی سے ہم آہنگ اور ہم رنگ ہو چکی تھی۔ ہم جیسے انسانوں کے برعکس آپؐ اس سے پاک تھے کہ کوئی فیصلہ اللہ کی مرضی کے خلاف کریں اور بعض معاملات میں آپؐ کو، پہلے یا بعد، وحی غیر متلو سے بھی ہدایت ملتی تھی..... لیکن ان سب باتوں کے ساتھ آپؐ انسان بھی تھے اور انسانوں کی طرح معاملات پر غور و فکر، فیصلہ سازی، پریشانی، غیر یقینی کیفیت اور اسی نوعیت کے سارے مراحل سے گزرتے تھے۔ آپؐ نے تحریک کی پوری زندگی میں بڑے بڑے فیصلے، ہدایت قرآن اور اس حکمت الٰہی کی روشنی میں، جو آپؐ کے قلب میں رکھ دی گئی تھی، اپنے ساتھیوں کے مشورے سے کیے، تحریک کی راہیں متعین کیں، آگے بڑھے۔

یہ بات اہم اس لیے ہے کہ اس کو سمجھے بغیر آج کے عملی مسائل میں قرآن و سنت سے دوٹوک فیصلے حاصل کرنے کی رومانوی خواہش کا علاج نہیں ہو سکتا۔ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ لیکن ان دونوں کے درمیان بھی ایک وسیع میدان ہے اور حرام و حلال کو عملی جامہ پہنانے کی جدوجہد میں عملی اقدامات نور رسالتؐ کی روشنی میں اپنی فکر و عقل ہی سے کرنا ہوں گے۔ اس رائے کے لیے دو بنیادیں ہیں:

اول یہ کہ، آپؐ کی پیغمبرانہ زندگی کے بیش تر فیصلوں پر قرآن مجید میں مختلف انداز میں



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تبصرے کیے گئے ہیں اور فیصلوں کے بعد کیے گئے ہیں۔ یہ فیصلے بڑے اہم فیصلے تھے۔ انھوں نے انتہائی نازک مواقع پر قافلۂ حق کا رخ متعین کیا۔ ظاہر ہے کہ اگر آپؐ ہر فیصلہ پہلے سے دی ہوئی واضح خدائی ہدایت کے مطابق کر رہے ہوتے، تو یہ بعد کے تبصرے بے معنی ہو جاتے ہیں۔ یہ بالکل ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ پہلے سے واضح ہدایت دیتا کہ بدر کے موقع پر کس کا رخ کرو، قافلے کا یا لشکر کا۔ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا معاملہ کرو۔ اُحد کے موقع پر شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کرو یا باہر نکل کر۔ منافقین کے عذرات قبول کرو یا نہ کرو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اذان جیسا معاملہ بھی صحابہ کرامؓ کے مشورے سے طے پایا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ آپؐ کے بعد خلافت کا معاملہ بھی مسلمانوں کی رائے پر چھوڑا گیا۔ ان کی عقل و فکر کے لیے اس سے بڑی کیا آزمایش ہو سکتی تھی اور ان کی ذمہ داری اور اختیارات کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

مزید یہ کہ اگر بعض معاملات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی واضح ہدایت آئی تو یہ امر بیان کر دیا گیا۔ مثلاً غزوۂ احزاب کے بعد بنوقریظہ کی طرف پیش قدمی۔ آپؐ نے بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ یا صلح حدیبیہ کا واقعہ، جب بڑے بڑے صحابہؓ کو اطمینان نہ تھا تو آپؐ نے بتایا کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

دوم، ہمارے لیے ساری روشنی آپؐ کے اسوے میں ہے۔ آپؐ کا اُسوۂ ہمارے لیے قابل اتباع ہے۔ جب مخالفین نے اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کو اپنا رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجا؟ تو قرآن نے یہی جواب دیا کہ اگر زمین میں چلنے پھرنے والی مخلوق فرشتوں پر مشتمل ہوتی تو ان کے لیے فرشتہ آتا۔ کیونکہ یہ مخلوق انسانوں پر مشتمل ہے، اس لیے ان کے لیے وہی انسان جو آیا جو کھاتا پیتا ہے، بازاروں میں چلتا ہے۔ انسان اپنے جیسے انسان کا ہی اتباع کر سکتا ہے، یا کرنے کی سوچ سکتا ہے اور اس جیسا بننے کا امکان بھی محسوس کر سکتا ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مافوق البشر کے کارنامے کی وہ صرف تحسین کرسکتا ہے، یا اس سے مرعوب ہوسکتا ہے۔

اگر ہم یہ محسوس کریں کہ اس قافلۂ حق کو چلانے میں آپؐ کی حیثیت ایسی تھی کہ جس کا اپنا کوئی اختیار اور دخل بالکل نہ تھا، یا دراصل آپؐ کے پردے میں خدا تھا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم یہ محسوس کریں گے کہ اب اور آئندہ کسی دور میں کوئی اس قافلۂ حق کے وجود اور چلنے کا کوئی امکان نہیں، کیونکہ اب کوئی رسول نہیں آئے گا کہ جو ہر معاملے میں براہ راست اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر سارے فیصلے کرتا رہے۔ لیکن اگر ہم یہ سمجھیں کہ آپؐ نے صحابہ کرام کی معیت میں ساری تحریک بالعموم اجتہاد اور مشورے سے چلائی، تو اگرچہ ہم آپؐ کی گرد پا تک بھی پہنچنے کا نہیں سوچ سکتے، نہ آپؐ کے اصحاب کے مقام کا تصور کر سکتے ہیں، لیکن..... خدا کی بندگی اور تحریک کی حد تک.....ہم آپؐ کے اتباع کی کوشش میں لگ تو سکتے ہیں۔ عشر عشیر ہی سہی، لاکھواں حصّہ ہی سہی، کسی حصّے کی تمنا تو کر سکتے ہیں! اس کا خواب تو دیکھ سکتے ہیں!!

یہی تمنا ہے جو ہم کو رسول اللہ ﷺ کے در تک لائی ہے تاکہ ہم آپؐ کے تعلیم و قیادت کے طرز اور طریقے سے اپنے لیے رہنمائی حاصل کرسکیں۔

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# دعوتِ حق اور مقاصدِ دعوت

پہلے ہی دن سے آپؐ نے جس چیز کی طرف بلایا اور جو کچھ سنایا اور پہنچایا، اس کا رشتہ اپنے رب کے نام کے ساتھ قائم کیا اور یہ بات واضح کر دی کہ دعوت دین کی بنیاد یہ ہے، کہ انسان کی ساری زندگی میں علم کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ہدایت صرف وہی دے سکتا ہے (العلق ۹۶:۱-۵، یونس ۱۰:۳۵)۔ اگرچہ قرآن کا ہر لفظ آپؐ کی زبان سے ادا ہو رہا تھا، اور کوئی مادی شہادت اس بات کی نہ تھی کہ یہ آپؐ کا کلام اور آپؐ کی دعوت نہیں، لیکن آپؐ نے مسلسل اور بار بار اس بات کا اعادہ کیا اور کرتے رہے کہ اس دعوت اور پیغام کو نسبت آپؐ کی ذات سے نہیں ہے، بلکہ صرف رب کے نام سے ہے۔

## خدائے واحد کی کبریائی

سارے جھوٹے خداؤں کی کبریائی ختم کر کے صرف خدائے واحد کی کبریائی کا اعلان و قیام، یہ آپؐ کی دعوت و تحریک کا وہ بنیادی مقصد تھا جو آپؐ نے شروع سے آخر تک رکھا اور کبھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیا: وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (المدثر ۷۴:۳)

ضمناً یہ بات بھی پیش نظر رہنا اہم ہے، کہ دعوت دین کے لیے ان دونوں ابتدائی اور بنیادی باتوں کی اہمیت کے پیش نظر آپؐ نے اس بات کا پورا اہتمام کیا کہ ان کی حیثیت نظری نہ ہو، یہ صرف فکری مسائل اور فلسفیانہ خیالات تک محدود نہ رہ جائیں اور ان کا اہتمام صرف زور



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بیان تک محدود نہ رہے، بلکہ یہ شعور، حافظہ، زبان اور عمل میں ہر دم جاری اور ہر لمحہ تازہ رہیں۔ آپؐ نے بسم اللہ اور اللہ اکبر کو جس طرح دعوتِ دین میں سمو دیا، وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپؐ کا تعلیم کا طریقہ کتنا موثر اور کتنا دور رس تھا۔ اس طرح آپؐ نے دعوت کی دوسری اہم بنیادوں اور تعلیمات کو راسخ کرنے اور ہر لمحہ تازہ اور سامنے رکھنے کا اہتمام کیا، مثلاً اللہ کی وحدانیت، آپؐ کی رسالت، اللہ کے ساتھ تعلق۔

اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے اعلان اور قیام کے ہدف کے چند اہم اجزا جن کا آپؐ نے پورا اہتمام کیا، یہ ہیں:

## اللہ کی بندگی کی اولیت

ایک یہ، کہ انسان کو سب سے بڑھ کر صرف اللہ کی بندگی کی طرف بلایا۔ یہ دعوت کا وہ بنیادی پہلو تھا جو کبھی مدھم اور اوجھل نہ ہوا، حالانکہ اس کے بعد ہر قسم کے مراحل آئے جن میں سیاسی اور معاشی مقاصد بھی حاصل کیے گئے، معاشرتی اصلاح بھی کی گئی، تلوار بھی اٹھائی گئی، مالِ غنیمت بھی جمع کیا گیا، کفار سے صلح اور جنگ بندی کے معاہدات بھی ہوئے، لیکن ہر وقت یہ بنیادی دعوت نمایاں رہی:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ (الانعام ۶:۱۰۲)

یہ ہے اللہ تمھارا رب، کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے۔ ہر چیز کا خالق۔ لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو۔

اس کے لیے بعض دفعہ ایسے انتہائی دلآویز پیرائے بھی اختیار کیے:

فَفِرُّوا اِلَى اللّٰهِ (الذاریات ۵۱:۵۰) پس دوڑو اللہ کی طرف۔

بادشاہوں کو خطوط لکھے تو یہی بات سب سے اول تھی۔ یہودیوں سے مطالبہ تھا تو یہی۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نجران کے عیسائی آئے تو ساری جزئیات کو چھوڑ کر یہی کلمۂ مشترک تلاش کیا:

آؤ، ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ (آل عمران ۳:۶۴)

اور جب امت مسلمہ کی تشکیل اور اجتماعی شیرازہ بندی کے بعد، اس کے سپرد جہاد اور شہادت حق کا فریضہ کیا گیا تو سرنامہ یہی لکھا ہوا تھا:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، رکوع و سجدہ کرو، اپنے رب کی بندگی کرو..... اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے..... اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔ (الحج ۲۲:۷۷-۷۸)

قرآن نے اسی لیے آپؐ کے منصب اور کام کا اظہار دَاعِیًا الی اللّٰہ کے الفاظ سے کیا۔

## جھوٹے خداؤں کے خلاف جہاد

دوسرے یہ، کہ ہر لمحے اللہ کی طرف بلانے کا کام اول رہا۔ وہاں اللہ کے علاوہ جن کو بھی انسان نے خدا بنایا تھا، یا جو انسان خود انسانوں کے خدا بن بیٹھے تھے، یا جو قوتیں اور ادارے خدا سے بغاوت پر مبنی تھے، ان سب کے خلاف آپؐ نے تنقید اور جہاد کا کام کیا۔ ان میں سے کسی کے ساتھ مصالحت و شرکت نہ کی۔ ان میں سے کسی کو کوئی جواز فراہم نہ کیا۔ اگرچہ یہ سارا کام بڑی حکمت، انسانی جذبات کے لحاظ اور اخلاقی اصولوں کی پابندی کے ساتھ ہوا، لیکن اس میں ڈھیل نہ دی گئی۔ براہِ راست نام لینے سے اجتناب، گالی سے پرہیز، بتوں تک کے خلاف دشنام طرازی سے احتراز، یہ سارے اخلاقی اصول تو برتے گئے لیکن بقائے باہمی (co-existence) پر آپؐ راضی نہ ہوئے۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ (اللہ کی بندگی کرو) کے ساتھ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (اللہ سے باغی ہر قوت سے الگ رہو) کی دعوت بھی تھی اور اس پر عمل بھی تھا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قرآن اور سیرت کے مطابق دعوت کا یہی پہلو تھا، جس کی وجہ سے آپؐ کے مخاطبین تڑپ کر آپؐ کی مخالفت پر جمع ہو گئے اور اپنی ساری قوتیں آپؐ کی دشمنی پر لگا دیں۔ یہ صرف پتھر کے بتوں تک کی بات نہ تھی۔ کہیں آباؤ اجداد کا نام اور ان کی عزت تھی، کہیں برسوں سے پیوست تعصّبات اور رسم و رواج تھے، کہیں سوسائٹی اور کلچر کے بت تھے، کہیں نسل و رنگ کا معاملہ تھا، کہیں قومی عصبیت تھی، کہیں مال تھا، کہیں اپنی برتری اور تفوق کا سوال تھا، کہیں خواہشات نفس تھیں، کہیں اقتدار تھا، کہیں علم و تقویٰ کا پندار تھا..... بت پرستی (idolatory) کی نوعیت کچھ بھی ہو، آپؐ نے سب بتوں پر ضرب لگائی اور اسی لیے سب نے آپؐ کی مخالفت پر کمر باندھی:

کیا اس نے سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالا۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے اور سرداران قوم یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ چلو اور ڈٹے رہو اپنے معبُودوں کی عبادت پر۔ یہ بات تو کسی اور ہی غرض سے کہی جا رہی ہے۔ (ص ۳۸:۵-۶)

## دعوت کا تحفظ

تیسرے یہ، کہ اسلام کی دعوت اور مقاصد میں آپؐ نے کوئی ترمیم نہیں کی، کوئی کمی نہیں کی، کوئی اضافہ نہیں کیا، اور کسی کی ماہیت نہیں بدلی۔ اس سلسلے میں آپؐ پر بیرونی دباؤ بھی پڑے اور اندرونی بھی۔ بیرونی دباؤ کا ایک اشارہ اس واقعہ میں ہے، جب ابوطالب کے ذریعے آپؐ سے یہ مطالبہ کیا گیا: ''کہ بے شک آپ اپنے خدائے واحد کی پرستش کریں، لیکن مخاطبین کے معبُودوں کے خلاف دعوت و جہاد چھوڑ دیں۔'' عام طور پر نقل یہ کیا جاتا ہے کہ ''ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں۔'' ظاہر ہے کہ حضورؐ کی زبان سے کبھی کوئی بری بات نہیں نکلی تھی۔ برا کہنا چھوڑنے کے پیچھے یہی مطالبہ تھا کہ بقائے باہمی پر راضی ہو جائیں۔ اپنے خدا کی بندگی شوق سے کریں، دوسروں کی خدائی پر ضرب نہ لگائیں۔ اسی طرح کا واقعہ یہ بھی ہے جب آپؐ کو سیم و زر کے ڈھیر، حسن و جمال کے خزانے اور حکومت و سرداری کی پیش کش کی گئی اور آپؐ نے ان



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سب کو ٹھکرا دیا۔ لیکن بہت واضح صورت حال خود قرآن مجید میں موجود ہے، جہاں یہ بات واضح کر دی گئی کہ قائد ہونے کے باوجود آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض کردہ دعوت میں کسی تبدیلی کا حق نہیں:

وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کرو۔ اے نبیؐ ان سے کہو، میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدل کروں، میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ (یونس ۱۰:۱۵)

اصولوں پر ثبات اور ان کا بے لچک ہونا، اس بات میں مانع نہ ہوا کہ عملی طور پر تحریک کو آگے بڑھاتے ہوئے، انھی اصولوں کے اندر رہتے ہوئے، آپؐ ہر وہ اقدام کریں جس سے اصل مقاصد کا حصول قریب تر ہو۔ لیکن اس پر آپؐ کبھی تیار نہ ہوئے کہ اپنے پیغام میں کوئی تبدیلی کر لیں۔ ایک خدا کے ساتھ ساتھ کچھ دوسرے خداؤں کی بندگی کا جواز بھی نکل آئے۔ ایک لیڈر کے علاوہ دوسرے لیڈر بھی تسلیم کر لیے جائیں۔ وہ پجاری، وہ تاجر، وہ قبائلی سردار جو قوم کے خدا بنے بیٹھے تھے، ان میں سے بھی کسی کا کچھ حصہ نکل آئے۔

دراصل یہ پالیسی قرآن کی دو اہم اور بنیادی ہدایات کا لازمی نتیجہ تھی: ایک یہ، کہ آپؐ کو جو پیغام (رسالہ) دیا گیا ہے، آپؐ اس کو پہنچائیں اور بلاکم و کاست پہنچائیں۔ دوسرے یہ، کہ آپؐ دین کو قائم کریں، پورا کا پورا کریں اور کسی دوسری راہ پر نہ نکل جائیں:

اے پیغمبر، جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ (المائدۃ ۵:۶۷)

کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔ یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف (اے محمدؐ) تم انھیں دعوت دے رہے ہو۔ (الشوریٰ ۴۲:۱۳)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## اجزائے دعوت کا لحاظ

چوتھے یہ، کہ دعوت کے سارے پہلو ہمیشہ آپؐ نے ملحوظ رکھے۔ ان سارے اجزا کو زندہ رکھا۔ میں خاص طور پر تین پہلوؤں کا ذکر کرنا چاہوں گا: اول، انذار، یعنی آگاہ کرنا اور خبردار کرنا۔ دوم، دعوتِ استغفار، توبہ اور رجوع الی اللہ کی دعوت۔ اور سوم، تبشیر۔ مبشر اور نذیر ہونے کا تذکرہ سورۂ احزاب میں اس جگہ کیا گیا ہے جہاں بحیثیت رسولؐ آپؐ کے اسوے کے مختلف پہلو، آپؐ کی مختلف حیثیتوں یا آپؐ کے فرائض اور کام کے اہم گوشے واضح کیے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بشارت وابستہ ہی استغفار اور توبہ کے ساتھ ہے۔ اور یہ حقیقت قرآن میں بے شمار جگہ بیان کر دی گئی ہے۔

## انذار

انذار کا کام تو آپؐ نے بالکل ابتدا سے ہی شروع کر دیا تھا: **قم فانذر** (المدثر)۔ اور پورا قرآن اس سے بھرا ہوا ہے۔ اس کام میں خدائی ہدایت سے بے نیازی، بغاوت، استکبار اور مستکبرین کے پیچھے چلنے کے نتائج و عواقب سے آگاہ کرنا شامل تھا۔

جو بات اہم ہے، وہ یہ کہ اول تو آپؐ نے ان نتائج و عواقب میں دنیوی اور اخروی دونوں نوعیت کے انجام کا ذکر کیا، دونوں کو اہمیّت دی۔ ساتھ ہی توجہ اور فکر کو اخروی نتائج پر مرکوز کیا کہ وہی اصلی اور باقی رہنے والے ہیں۔ دوسرے، یہ کام صرف دھمکی دے دینے کی حد تک محدود نہ تھا، بلکہ آج کی اصطلاح میں کہنا ہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس میں سوسائٹی کا پورا نقد و تجزیہ شامل تھا۔ اس تنقیدی تجزیے (critique) میں، تاریخی اور واقعاتی (empirical) اور نظری اور عقلی (theoretical) دونوں قسم کے دلائل قائم کیے۔ یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## استغفار

استغفار اور توبہ کی دعوت بھی بنیادی جزو کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان دونوں کا ذکر جس اہتمام سے کیا گیا، ان پر جو زور دیا گیا، ان کے اوپر جن عظیم کامیابیوں اور بشارتوں کا وعدہ کیا گیا (ھود ۱۱:۳، ۵۲، ۶۱، ۹۰۔ نوح ۷۱:۴، ۱۰۔ آل عمران ۳:۶، ۱۳۳) وہ سب اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ صرف استغفراللہ کی تسبیح کی دعوت نہ تھی بلکہ ایک کارِعظیم کا مطالبہ تھا، یعنی اپنا مسلسل جائزہ، انفرادی بھی اور اجتماعی: یہ تسلیم کرنا کہ صحیح اور غلط کا وہی فیصلہ قابل قبول ہے جو مالک کائنات کرے، یہ تسلیم کرنا کہ اس کے سامنے جواب دہ ہیں اور وہ علم اور قدرت وعزت کا مالک ہے کہ حساب لے اور انصاف کرے، اور اخروی نتائج کو ہی اصل نتائج سمجھنا..... قرآن واحادیث میں یہ سارے پہلو واضح کیے گئے ہیں اور حضورؐ کی تعلیم ودعوت میں ان سب کا اہتمام تھا۔

## تبشیر

بشارت بھی بڑا اہم جزو ہے۔ یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ بشارتیں دُنیا اور آخرت دونوں سے متعلق تھیں، اگرچہ اصل، بہتر اور باقی رہنے والا اَجر آخرت کا ہی ہے۔ ایک طرف یہ، کہ مومن رہو گے تو دُنیا میں غالب ہو گے، خلافت ارضی کا وعدہ ہے، آسمان وزمین سے برکتوں کے خزانے کھول دیں گے۔ دوسری طرف، وہ جنت جس کی وسعت میں زمین وآسمان سما جائیں، مغفرت، رحمت، ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتیں، خلود ابدی، رضوان الٰہی، جو کچھ چاہو وہ ملے گا، اور ہمارے پاس اس سے بھی زائد ہے۔ (آل عمران ۳:۱۳۹۔ النور ۲۴:۵۵۔ المائدہ ۵:۶۶۔ الاعراف ۷:۹۶۔ التوبۃ ۹:۲۰-۲۱)

جو بات خصوصی توجہ چاہتی ہے، وہ یہ کہ آپ ﷺ نے اس طرح اپنے ساتھیوں کے سارے محرکات کو بڑے مضبوط، پائے دار، پُرکشش، جذبات انگیز، تازہ وشاداب سانچوں میں ڈھالا، اور ہر لمحہ اس کا اہتمام کیا کہ یہ پہلو صرف مسلمہ (understood) ہی نہ ہو بلکہ آشکار ہو،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کا تذکرہ ہو، اس کا احتساب ہو۔ ان وعدوں پر اعتماد ہو، ان انعامات کی طلب ہو، ہر کام میں ہو، خواہ یہ تلوار اٹھانے کا کام ہو، حدود کا نفاذ ہو یا پیسے نکالنے کا مطالبہ ہو۔

## ترتیب اور تقدیم و تاخیر

پانچویں، یہ کہ آپؐ نے دعوت دین کے مختلف اجزا کے درمیان ترتیب، تقدیم و تاخیر اور اہمیّت کا وہی نظام قائم رکھا، جو اس کی روح اور مزاج کے مطابق تھا۔ کہیں بیج، درخت اور پھل کا تعلّق تھا، کہیں بنیاد، ستون اور عمارت کا نظام تھا۔ کسی کی حیثیت بنیاد کی تھی، تو کسی کی آرائش و زیبائش کی۔ کیونکہ آپؐ کا کام صرف ایک فلسفی کی طرح خیالات پیش کر دینا، ایک واعظ کی طرح نصیحت کر دینا، ایک پکارنے والے کی طرح پکار دینا نہ تھا، بلکہ اپنی دعوت کے گرد ایک امت کی شیرازہ بندی اور اس امت کو دعوت اور قیام دین کا ذریعہ بنانا تھا، اس لیے ضروری تھا کہ آپؐ ادارے بنائیں، ظواہر کا نظام قائم کریں، کہ ان کے بغیر اجتماعی نظام نہیں بنتا، صرف جذبات میں ابال آسکتا ہے یا خانقاہیں بن سکتی ہیں۔ لیکن آپؐ نے ہمیشہ دین کے مقاصد اور دین کے ظواہر کے فرق کو ظاہر کیا، مومن ہونے کے اصل معیارات بیان کیے، افعال کے درجات اور ان کی باہمی ترتیب کو ذہن نشین کرایا اور اس کا پورا اہتمام کیا کہ ادارے مقاصد کی جگہ نہ لے لیں۔ اس سلسلے میں قرآن کا ایک بیان کافی ہے، اگرچہ آیات و احادیث بے شمار ہیں۔ جہاں ان کنتم مومنین (اگر تم مومن ہو) کہا گیا ہے، وہی قرآنی مقامات دیکھ لیے جائیں اور جہاں کون مومن ہے اور کون مومن نہیں ہے، کا ذکر کیا گیا ہے، وہی احادیث دیکھ لی جائیں:

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی مجاوری کرنے کو اس شخص کے کام کے برابر ٹھیرا لیا ہے جو ایمان لایا، اللہ پر اور روز آخر پر اور جس نے جانفشانی کی اللہ کی راہ میں۔ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ (التوبہ ۹:۱۸)

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# رسول اللہ اور حق کی دعوت

دعوت الی اللہ، شہادت حق اور اقامت دین کا مقام اور کام، جو وحی الٰہی کی امانت کا لازمی نتیجہ ہے، بڑا نازک اور گراں بار کام ہے۔ ہر اس شخص کے لیے ہے، جس پر یہ ذمہ داری آتی ہو۔ لیکن جو سالار قافلہ ہو اس کے لیے اس عظیم ذمہ داری کے بوجھ کا کیا ٹھکانا۔

کوئی بھی اگر اس ذمہ داری کو ایک مشغلے اور ایک پیشے کی طرح یا ماحول کے دباؤ یا صرف اپنی اندرونی کیفیات کی تسکین کی خاطر اُٹھائے تو اس کا صحیح حق ادا نہیں کر سکتا، جب تک وہ اس کو اپنے رب کی طرف سے عائد کردہ فرض نہ سمجھے۔ اس لیے کہ یہ راہ کٹھن ہے اور اس کے مطالبات نازک، اور سب سے زیادہ قائد کے لیے۔ اس کو، سب سے بڑھ کر، اس راہ میں مکمل بے نفسی، بے غرضی، خلوص اور للّٰہیت درکار ہے۔ اس کو انتہائی اعلیٰ اخلاق کی ضرورت ہے۔ لازم ہے کہ وہ مخالفتوں کے طوفان میں صبر و ثبات پر قائم رہے۔ کامیابی کے مادی امکانات نظر نہ آنے کے باوجود اپنے کام میں لگا رہے۔ برائی کا جواب بھلائی سے دے۔ گالیوں اور کانٹوں کے درمیان مسکراہٹ کے ساتھ گزر جائے، پتھر کھا کر ہدایت کی دعا دے۔ مخالفین تک کے ساتھ طنز و استہزا اور تذلیل و تحقیر کی روش اختیار نہ کرے۔ کمزور اور ناتواں ساتھیوں کو لے کر دشوار گزار مراحل سے گزرنے کا حوصلہ و ہمت رکھے۔ اپنوں کے ستم بھی خاموشی کے ساتھ سہہ لے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی ذمہ داری پر فائز ہونے احساسات کے ساتھ کبر اور پندار نفس اور تنگ نظری کے فتنوں سے بھی خود کو محفوظ رکھے۔ گویا اس کے اخلاق، مجسم قرآن ہوں۔ نبی کریم ﷺ اسی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معراج پر پہنچے ہوئے تھے۔ طائف کی کٹھن وادی سے کامیابی کے ساتھ گزر جانے کے بعد ہی آپؐ کو آسمان کی بلندیوں پر لے جایا گیا۔ عرب و عجم آپؐ کے قدموں پر ڈال دیے گئے۔

حضورؐ کو اس بات میں کیا شبہ ہو سکتا تھا کہ آپؐ کو یہ کام اللہ کی طرف سے سپرد ہوا ہے اور جو کچھ آپؐ کر رہے ہیں وہ اللہ کا کام ہے۔ ایسا کوئی شبہ آپؐ کو لاحق نہیں ہوا۔ اس معاملے میں آپؐ کے یقین کی کیفیت بالکل منفرد تھی، اور اس کا کوئی حصّہ بھی، میرے خیال میں، کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ سے کلام کرتا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام آپؐ کے پاس تشریف لاتے تھے اور وحی آپؐ کے قلبِ مبارک پر نازل ہوتی تھی۔ ہم امتیوں کا حصّہ تو بس اتنا ہی ہے جو ہم قرآن کے ان الفاظ پر یقین کی کیفیت سے حاصل کریں اور یہ ہمارے لیے کافی ہے، اگر کما حقہٗ ہمیں حاصل ہو:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ ۲:۱۴۳)

اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ''امت وسط'' بنایا ہے تاکہ تم دُنیا کے لوگوں پر گواہ ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ (الصف ۶۱:۱۴)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے مددگار بنو۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ (البقرۃ ۲:۲۴۵)

تم میں کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے، تاکہ اللہ اسے کئی گناہ بڑھا چڑھا کر واپس کرے۔

قرآن میں جہاں حضورؐ کو مخاطب کر کے فلاتکن من الممترین (شک کرنے والے نہ ہو جاؤ) کہا گیا، تو اول تو خطاب کے پردے میں عتاب کا رخ مخالفین کی طرف ہے۔ دوم یہ، کہ اس کیفیت کا اظہار ہے جو اس وقت طاری ہوتی ہے، جب کسی کو اپنی آنکھوں سے نظر آ رہا ہو کہ سورج نکلا ہوا ہے اور سارے دیدۂ بینا رکھنے والے اس کو جھٹلانے اور مذاق اڑانے میں مصروف ہوں اور، وہ سوچے کہ آخر ان کو کیا ہو گیا ہے!



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## اللہ کا کام سمجھنے کی کیفیت

آپؐ نے سارا کام اسی احساس و یقین کے ساتھ سرانجام دیا کہ یہ اللہ کا کام ہے۔ قرآن جب اُترتا تو اکثر اس یقین کو گہرا کرنے کے لیے وضاحت و صراحت سے کام لیتا، یہ رب العالمین کی طرف سے اُتر رہا ہے، آپؐ حق پر ہیں، آپؐ صراط مستقیم پر ہیں، آپؐ مرسلین میں سے ہیں۔ اس طرح آپؐ کے ساتھ ساتھ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کیفیت یقین میں بھی اضافہ ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس چیز کی یاددہانی سے کسی لمحہ بھی نہ غفلت برتی جاسکتی ہے نہ فارغ ہوا جاسکتا ہے۔ اور اگر یہ احساس کمزور ہوتا تو خرابیاں سر اٹھاتیں۔ اور جب ایمان و احساس کمزور ہوتا ہے تو پھر خرابیاں ضرور سر اٹھاتی ہیں۔ اگر آپؐ کے کردار کو کسی ایک لفظ سے ظاہر کرنا مقصود ہو تو وہ ''صبر'' کا لفظ ہوسکتا ہے، محدود معنوں میں نہیں بلکہ اپنے گونا گوں جامع معانی میں۔ اور آپؐ کا یہ سارا صبر اپنے رب کی طرف تھا۔ اس لیے کہ کام بھی اسی کی خاطر تھا:

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (المدثر ۷۴:۷) اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو۔

## مالک کی نگاہوں میں

اس ضمن میں ایک اور اہم کیفیت تھی جو آپؐ پر طاری رہتی تھی۔ وہ یہ کہ آپؐ یہ سارا کام اس مالک کی نگاہوں کے سامنے کر رہے ہیں جس نے اس کام پر مامور کیا ہے۔ وہ ساتھ ہے، سب کچھ سن رہا ہے، دیکھ رہا ہے، وہ بھی جو مخالفین کہہ رہے ہیں یا کر رہے ہیں، اور وہ بھی جو ساتھیوں کی طرف سے ہے، اور وہ بھی جو میں کہہ رہا ہوں اور کر رہا ہوں:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (الطور ۵۲:۴۸)

اے نبی اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرو۔ تم ہماری نگاہ میں ہو۔

إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ (طٰہٰ ۲۰:۴۶)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں تمھارے ساتھ ہوں، سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید ۵۷:۴)

تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمھارے ساتھ ہے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد (ق ۵۰:۱۶)

اور ہم شاہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔

غرض، دو ہوں تو تیسرا وہ ہے (التوبۃ ۹:۴۰)

تین ہوں تو چوتھا وہ ہے۔ کم ہوں یا زیادہ، تو بھی وہ ساتھ ہے (المجادلہ ۵۸:۷)

اس کیفیت میں دو خزانے مستور ہیں:

ایک خزانہ تو سکون، طمانیت، اعتماد، توکل، جرأت، بے خوفی، ولولہ، جوش اور ہر لمحہ تازگی اور شادابی کا خزانہ ہے۔ غارِ ثور اس کی ایک مثال ہے۔ پوری سیرت طیبہؐ ان واقعات سے بھری ہوئی ہے جو ان کیفیات پر گواہ ہیں۔ ۲۳ سال میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا جب آپؐ پر تھکن، یعنی ذہنی و نفسیاتی تھکن طاری ہوئی ہو، جب اکتاہٹ طاری ہوئی ہو، جب جوش و ولولہ میں کمی آئی ہو، یا جب حوصلے پست ہوئے ہوں۔

اور دوسرا خزانہ، ذمہ داری کی عظمت و نزاکت کے احساس کا خزانہ ہے۔ جس کا کام کر رہے ہیں اور جس کو اپنا کام دکھانا ہے، جب وہ کام کرتے ہوئے دیکھ رہا ہو تو قلب و ذہن احساس ذمہ داری سے کس طرح خالی ہو سکتے ہیں۔ اور جتنا زیادہ اس کی عظمت و کبریائی کا احساس ہوگا، اتنا ہی زیادہ اس کے کام کی عظمت کا احساس ہوگا۔

## عظمت اور ذمہ داری کا احساس

کام کی عظمت، منصب کی نزاکت اور ذمہ داری کی گراں باری سے آپؐ ہمیشہ معمور



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہے۔ وحی آئی تو لرز گئے، کانپ گئے۔ یہ کپکپاہٹ اور لرزش دل پر بھی تھی اور جسم بھی اس میں شریک تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو زَمِّلُوْنِیْ (مجھے چادر اوڑھا دو) کہتے ہوئے آئے۔ قرآن نے شروع میں ہی یاایھا المزمل اور یاایھا المدثر کہہ کر خطاب کیا تو اور دوسری کیفیات کے ساتھ اس کیفیت کی طرف بھی اشارہ کیا۔ ایک عظیم الشان کام درپیش ہے۔ اس کی ہیبت طاری ہے۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں نور کی ایک کرن ہے جس سے روشنی کا سامان کرنا ہے۔ ایک پکار ہے، الفاظ پر مشتمل، جس سے سارے سوتوں کو جگانا ہے۔ ایک چھوٹا سا بیج ہے جس کی آبیاری کر کے ایسے درخت میں تبدیل کرنا ہے جس کی جڑیں گہری ہوں اور شاخیں آسمان کو چھو رہی ہوں جو سدا بہار ہو اور جس کے پھلوں اور سایہ سے قافلے کے قافلے نفع اندوز ہوں۔ چنانچہ بے چینی کی جو کیفیت تھی، اضطراب کا جو عالم تھا، ذمہ داری کا جو پہاڑ نظر آ رہا تھا، اپنی چادر میں لپٹ جانے کی کیفیت سے قرآن نے ان سب کی عکاسی کر دی۔

ساتھ ہی آپؐ نے یہ بھی سمجھ لیا کہ دعوت حق کے معنی اور اس کی قیادت کی ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ پاؤں پھیلا کر سونے کا زمانہ گزر گیا۔ اپنی ذات تک سمٹ جانے کا دور گیا۔ اب تو کمر بستہ ہو کر خود کو تیار کرنا ہے اور مسلسل کرتے رہنا ہے۔ اور کھڑے ہو کر، میدان کارزار میں کود کر، ساری دُنیا کو آگاہ اور خبردار کر دینے اور رب کی کبریائی قائم کرنے کی جدوجہد میں لگ جانا ہے اور لگا رہنا ہے۔

## قولِ ثقیل

اقراء کا پیغام آپؐ کے لیے علم کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کا پیغام نہ تھا، بلکہ ایک قولِ ثقیل تھا جو اپنے دامن میں سنانے، دعوت دینے، ہجرت و جہاد کے مراحل طے کرنے کی ساری کٹھن وادیاں سمیٹے ہوئے تھا۔ وحی صرف اس لیے نہ تھی کہ پڑھیں اور ثواب حاصل کریں، بلکہ ذمہ داری کا ایک بوجھ تھا، ایسا بوجھ جو صرف معنوی ہی نہ تھا، بلکہ جسمانی بھی تھا۔ جب وحی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آتی تو پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے نمودار ہوتے اور اگر آپؐ سوار ہوتے تو اونٹنی بیٹھ جاتی:

اِنَّا سَنُلْقِی عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا (المزمل ۷۳:۵)

ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔

آپؐ کے لیے یہ کام ایک مشغلہ نہ تھا، بلکہ ایک ایسا مشن تھا، ساری زندگی کا، جو، ایسا لگتا تھا کہ آپؐ کی کمر توڑ ڈالے گا۔ جس کا بار صرف رحمت الٰہی کی دست گیری سے ہی کم ہوتا رہا:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (الم نشرح ۹۴:۲-۳)

اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اتار دیا جو تمھاری کمر توڑے ڈال رہا تھا۔

شہادت حق کی ذمہ داری سے آپؐ کا قلب مبارک اتنا گراں بار تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق: ایک مرتبہ حضورؐ نے ان تلاوت قرآن کی فرمائش کی۔ پہلے تو وہ ہچکچائے کہ میں اور مہبط وحی کو قرآن سناؤں۔ جب آپؐ نے اصرار کیا، تو انھوں نے سورۃ النساء کی چند آیات تلاوت کیں۔ جب وہ ان آیات پر پہنچے:

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا (النساء ۴:۴۱)

پھر سوچو کہ اس وقت یہ کیا کریں گے، جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے۔

تو آواز آئی: ''عبداللہ بس کرو!''

کہتے ہیں کہ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

## دل کی لگن

کام کی عظمت اور ذمہ داری کے احساس کا نتیجہ یہ تھا کہ دعوتِ دین کے لیے دل کی لگن بن گئی تھی۔ اس نے نہاں خانۂ روح میں جگہ بنالی تھی۔ یہ گہرائیوں میں اتر گئی تھی۔ اس کی دُھن آپؐ پر ہر وقت سوار تھی۔ صبح شام یہی ذکر تھا، یہی فکر تھی، یہی مشغلہ تھا اور یہ کیفیت ہر اس چیز



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے لیے تھی جو اس مقصد کا تقاضا ہو۔ لیکن سب سے بڑھ کر دعوت کے لیے تھی۔ دل میں ایک سوز تھا۔ ایک خیر خواہی کا چشمہ ابل رہا تھا کہ لوگ ہدایت پائیں، حق تک پہنچ جائیں، صحیح راہ سے لگ جائیں۔ آپؐ کی اس کیفیت، لگن اور اضطراب کی تصویر قرآن مجید نے یوں کھینچی ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء ۲۶:۳)

اے نبی ﷺ، شاید تم اس غم میں اپنی جان کھو دو گے، کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

اس دُھن اور اس سوز میں آپؐ اپنے آپ کو ہلاک کیے دے رہے تھے۔ ہدایت کے لیے اس نوعیت کی تڑپ کے بغیر کوئی دوسری اجتماعی تحریک چل سکتی ہو گی، مگر اسلامی تحریک کا چلنا بڑا مشکل ہے۔

آپؐ کی اسی حالت کے پیشِ نظر قرآن کو بار بار آپؐ کا دامن تھامنا پڑا۔ سمجھانا پڑا کہ آپؐ کے بس میں ہر ایک کو نعمت ایمان سے فیض یاب کرنا نہیں۔ آپؐ کو داروغہ، وکیل، فیلڈ مارشل بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ آپؐ کی بنیادی ذمہ داری پہنچانا ہے۔ ماننا یا نہ ماننا، ہر انسان کا اپنا فعل ہے۔ اس کو راہِ زندگی منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

قرآن کی ہر اس نوعیت کی آیت دراصل آپؐ کی لگن کو بھی ظاہر کرتی ہے اور داعی حق کے مقام کو بھی واضح کرتی ہے اور معلم کو اس کی حدود بھی بتاتی ہے:

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْتَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (الزخرف ۴۳:۴۰)

اب کیا اے نبی ﷺ، تم بہروں کو سناؤ گے؟ یا اندھوں اور صریح گمراہی میں پڑے ہوئے لوگوں کو راہ دکھاؤ گے؟

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ (القصص ۲۸:۵۶)

اے نبی ﷺ، تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ يُّضِلُّ (النحل ۱۶:۳۷)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اے نبی ﷺ، چاہے ان کی ہدایت کے لیے کتنے ہی حریص ہو، مگر اللہ جس کو بھٹکا دیتا ہے پھر اسے ہدایت نہیں دیا کرتا۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (الانعام۶:۶۶)

تمھاری قوم اس کا انکار کر رہی ہے۔ حالانکہ وہ حقیقت ہے۔ ان سے کہہ دو کہ میں تم پر حوالہ دار نہیں بنایا گیا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے جہاں پہلے دن سے قرآن مجید کی تبلیغ اور دعوت و تحریک کا کام شروع کیا، اسی لمحے سے اپنی تیاری کا کام بھی شروع کیا۔ دل و نگاہ اور دامن کی پاکیزگی اور اخلاق کی بلندی یوں ہی حاصل نہیں ہوتیں..... طلب، محنت اور ریاضت کا تقاضا کرتی ہیں۔

## قرآن سے تعلّق

قرآن مجید اس ساری تیاری کا سرچشمہ تھا۔ وہ آپؐ ہی پر نازل ہو رہا تھا۔ آپؐ اس کو حاصل کرتے، اس پر تدبر کرتے، اس کا علم حاصل کرتے، اس کو نوک زبان کرتے اور حرز جاں بناتے، اس کو جذب کرتے اور اس کے سانچے میں ڈھل جاتے۔ ایک طرف تو آپؐ کی اپنی علمی، روحانی اور اخلاقی تیاری کے لیے یہ ناگزیر تھا، اس کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا۔ دوسرے، آپؐ کی رسالت اور دعوت و تحریک کے فرائض کا مرکز و محور بھی یہی قرآن مجید تھا: تلاوت آیات، تعلیم کتاب و حکمت، تزکیہ نفس:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (البقرۃ۲:۱۵۱)

ہم نے تمھارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمھیں ہماری آیات سناتا ہے، تمھاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قرآن مجید کے ساتھ آپؐ کا تعلق مارے باندھے کا نہ تھا بلکہ شوق اور محبت کا تھا، اس لیے کہ اسی سے آپؐ کو اپنے لیے ساری غذا ملتی تھی۔ اس شوق کا عکس آپؐ کے انتظار اور عجلت میں دیکھا جا سکتا ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (القیامۃ ۷۵:۱۶)

اے نبی ﷺ، اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔

مولانا امین احسن اصلاحی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اگرچہ شوق و محبت کا مضمون ادب کے پامال مضامین میں سے ہے لیکن اس محبت و بے قراری کی تعبیر کون کر سکتا ہے جو نبی ﷺ پر اس وقت طاری ہوتی ہوگی جب ایک طویل وقفے کے انتظار کے بعد اور مخالفین کی ژاژ خائیوں کے طوفان کے اندر حضرت جبرائیل امین اللہ تعالیٰ کے نامہ و پیام کے ساتھ نمودار ہوتے ہوں گے۔ ایک بچہ بھوکا ہو اور ماں اس کو چھاتی سے لگائے تو وہ چاہتا ہے کہ ماں کی چھاتی کا سارا دودھ ایک ہی سانس میں سڑپ لے۔ صحرا کا مسافر پیاس میں تڑپ رہا ہو اور طویل انتظار کے بعد اس کو پانی کا ڈول ہی مل جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ پورا ڈول ایک ہی دفعہ پیٹ میں انڈیل لینا چاہتا ہے۔ ایک فراق زدہ کو جدائی کی کٹھن گھڑیاں گزارنے کے بعد نامۂ محبوب مل جائے تو وہ چاہے گا کہ ایک ہی نظر میں اس کا ایک ایک حرف پڑھ ڈالے۔'' (تدبر قرآن، جلد ۸، ص ۵۸)

## حصولِ علم کا شوق

زبان کی عجلت تو ہدایت الٰہی کے بعد ضبط کے پیرایے میں ڈھل گئی۔ لیکن دل کا شوق و اضطراب کہاں ختم ہوا۔ اس کے اظہار اور تکمیل کے لیے زبان پر علم میں افزایش کی التجا نمودار ہوئی:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ ۲۰:۱۱۴) اور دعا کرو کہ اے پروردگار مجھے مزید علم عطا کر۔

دعوت اسلامی کے سامنے جو منزل ہے، وہ مکتب وحی میں تحصیل علم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ کام خالی کھڑکھڑانے والے برتن سے نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے ذہن وفکر کی بے پناہ صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ حکمت کا خزانہ درکار ہے۔ حضورؐ نے قرآن مجید سے ہی اس علم وحکمت کا حصول کیا، جس کی بنیاد پر آپؐ نے انسان کے لیے پورا نظام حیات مدون کر دیا۔ پھر نہ صرف آپؐ کے اندر علم کے لیے وہ شوق اور اضطراب تھا جو قائد کے لیے ضروری ہے، بلکہ اس معاملے میں رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف تھا۔ دعا اُس سے تھی، بھروسہ اور اعتماد صرف اُسی پر تھا۔ اس لیے کہ علم کا سرچشمہ وہی ہے۔

پھر جیسے جیسے قرآن آپؐ کو ملتا گیا، آپؐ اس کو اپنے قلب وروح کی غذا بناتے گئے۔ اور قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے میں یہی حکمت الٰہی تھی۔ یہ زندگی میں ایک دفعہ کا تعلّق نہ تھا۔ نہ یہ کہ جب موقع ملا تو ڈول اندر اتار لیا، خواہ جذب وہضم کا کام ہو یا نہ ہو۔ غافل ہوئے تو مدتیں بیت گئیں۔

## قیام اللّیل اور ترتیل قرآن

اس کا طریقہ کیا تھا؟

شروع میں حضورؐ بستر کا آرام چھوڑ کر رات کے بیش تر لمحات ہاتھ باندھ کر منزل قرآن کے سامنے کھڑے ہو جاتے، کبھی آدھی رات، کبھی اس سے زیادہ، کبھی اس سے کم، کبھی ایک تہائی، کبھی دو تہائی۔ اور قرآن کو آہستہ آہستہ، سوچ سمجھ کر، قلب وزبان کی ہم آہنگی کے ساتھ تلاوت فرماتے۔ قرآن کو جذب کرنے کا اس سے زیادہ موثر اور کوئی نسخہ نہیں ہے:

رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو۔ مگر کم، آدھی رات، یا اس سے کچھ کم کر لو یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو اور قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھو..... اے نبی ﷺ، تمھارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات، اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہو۔ (المزمل ۷۳: ۲-۴، ۲۰)


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس طریقے کو آپؐ نے آخری عمر تک ترک نہیں کیا، یہاں تک کہ بڑھاپے میں آپؐ کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی آپؐ قرآن کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ رمضان المبارک میں پورا قرآن دہراتے اور عموماً نماز فجر میں طویل قرأت فرماتے:

اے نبی ﷺ، تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمھاری طرف وحی کے ذریعے بھیجی گئی اور نماز قائم کرو۔ (العنکبوت ۲۹:۴۵)

نماز قائم کرو زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو۔ کیونکہ قرآن فجر مشہود ہوتا ہے اور رات کو تہجد پڑھو، یہ تمھارے لیے نفل ہے۔ بعید نہیں کہ تمھارا رب تمھیں مقام محمود پر فائز کردے۔ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۸-۷۹)

## ذکرِ الٰہی کا نظام

قرآن کے ساتھ نماز کا ذکر آگیا۔ ان دونوں کا رشتہ لاینفک ہے۔ اسی لیے میں یہیں یہ بھی کہہ دوں کہ نماز ہی آپؐ کا سب سے بڑا سہارا تھی۔ آپؐ اس کے ذریعے ہی مدد حاصل کرتے تھے اور جب کوئی امر آپؐ کو پریشان کرتا تو آپؐ نماز پڑھا کرتے تھے۔

قرآن اور نماز کے علاوہ آپؐ نے کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی وحدانیت کا اقرار، اس کی تکبیر، اس کی تسبیح، اس کی حمد، اس کے شکر کو اختیار کیا۔ صبح شام، رات دن، ہر لمحہ اور ہر کام کے موقع پر، نہ صرف دل کو مشغول کیا، بلکہ چھوٹے چھوٹے کلمات کے ذریعے ان احساسات و کیفیات کو الفاظ کا جامہ پہنایا، تعداد مقرر کی، اوقات کا تعین کیا، خود اس نظام کا اہتمام کیا۔ اپنے رفقاء کو اس کی تاکید کی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا اظہار جماعت کی زندگی میں سمو دیا گیا۔

اسی طرح آپؐ نے ہر موقع اور ہر حالت اور ہر ضرورت کے لیے بڑی جامع، قلب و روح کے لیے نشاط انگیز، جذبات کے لیے پُرکشش دعائیں تجویز کیں اور ان کی تعلیم دی۔ خاص طور



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پر آپؐ نے استغفار کا اہتمام کیا، کہ اللہ کی عبادت اور اس سے دعا کے ساتھ ساتھ یہ بھی دعوت کا بنیادی جزو ہے۔ آپؐ خود کثرت سے استغفار کرتے تھے اور اس طرح کرتے تھے کہ ساتھی جانتے تھے کہ آپؐ استغفار کر رہے ہیں۔ ہر نشست کے خاتمہ پر، ہر مجلس کے دوران اس کا اہتمام تھا۔ بعض اصحاب نے آپؐ کو ۷۰ مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے دیکھا۔ آپؐ کے طریقے کی پیروی آپؐ کی جماعت نے بھی کی۔

نبی کریم ﷺ اپنے رب کے ساتھ عبدیت، اخلاص، محبت، شکر اور توکل جیسی صفات کا کامل ترین نمونہ تھے۔ اسی طرح آپؐ اس کی اطاعت میں بھی سب سے آگے تھے اور اس کی راہ میں اپنا سب کچھ لگا دینے میں پیش پیش۔ یہاں ان سارے پہلوؤں کی تفصیل کا موقع نہیں۔ لیکن اخلاق کا ایک عظیم خزانہ جو آپؐ کے پاس صبر کی صورت میں تھا، اس کے بعض پہلوؤں کا ذکر کرنا ضروری ہے ورنہ آپؐ کے سارے اخلاق تو ایک ایسا اتھاہ سمندر ہیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ صرف صبر کے ہی اتنے پہلو ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔

❖❖❖

www.KitaboSunnat.com



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# آپؐ اور آپؐ کے مخاطبین

اسلام کی دعوت کو آگے بڑھانے کی راہ میں ہر نوع کی مشکلات اور مصائب کا سامنا تھا۔ بعض مخاطبین کی طرف سے تھیں۔ بعض مخاطبین کی مخالفتوں اور مزاحمتوں کے نتیجے میں اپنے اندر کی کیفیات اور احساسات کا نتیجہ تھیں۔ بعض اپنے ساتھیوں کو بنیان مرصوص بنا کر راہِ حق میں پیش قدمی کرنے کی وجہ سے تھیں۔ ان سب کے مقابلے میں آپؐ نے صبر اختیار کیا۔ صبر کے ساتھ کام کیا۔

یہ بات بڑی جامع اور مختصر ہے لیکن اس کی بعض تفصیلات کا جاننا ضروری ہے۔ ویسے تو برائی کے بدلے بھلائی اور رحمت و عفو جیسے، جن مکارم اخلاق سے آپؐ نے کام لیا، وہ بھی صبر کی بنیاد پر ہی وجود میں آئے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مخاطبین کی طرف سے مخالفت اور اپنی کیفیات کے وہ بعض پہلو کون سے تھے جن کے مقابلے میں آپؐ کے صبر کی کیفیت کا جاننا ہمارے لیے اہم ہے۔

## قولی مخالفتیں

جسمانی تکالیف و آزار کو برداشت کرنا اور ان کے مقابلے میں اپنے مقام پر جمے رہنا اور اپنی پیش قدمی جاری رکھنا خود صبر کا متقاضی ہے۔ لیکن ایک طویل جدوجہد میں سب سے زیادہ مشکل، جان گسل، روح فرسا اور شدید آلام و مصائب وہ ہوتے ہیں جو زبان کے ذریعے آتے ہیں جن کو قرآن مجید نے **یقولون** (جو وہ کہتے ہیں) کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ جسمانی مصائب



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنی شدت کے باوجود معلوم اور محسوس ہوتے ہیں۔ وہ مستقل جاری نہیں رہ سکتے، اس لیے کہ انسانی جسم کی قوت برداشت کی ایک حد ہے۔ ان کے مقابلے میں یہ تو ممکن ہے کہ انسان کمزوری کا شکار ہو کر اپنے موقف سے ہٹ جائے لیکن یہ مشکل ہے کہ وہ فریب کھا جائے، اپنے کو صحیح سمجھتے ہوئے غلط راہ پر نکل جائے، وہ شک میں پڑ جائے، اس کے حوصلے پست ہو جائیں، وہ مایوسی اور افسردگی کا شکار ہو جائے، اس کی وابستگی اور جذبہ ٹھٹھر کر رہ جائیں۔

اس کے برعکس ''قولی'' مخالفتیں روح پر زخم لگاتی ہیں، اعصاب کو توڑتی ہیں، ذہن میں رخنے پیدا کرتی ہیں، جان کو گھلاتی ہیں..... پھر ان کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ ہاتھ اٹھانے کے بجائے زبان چلانا آسان اور مہذب کام ہے..... اسی لیے قرآن مجید نے ابتدا میں ہی اپنے پیغامبر کو ان قولی مخالفتوں پر صبر کی تعلیم دی اور اس کی یاددہانی بعد میں بھی کرائی:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا (المزمل ۷۳:۱۰)

اور جو باتیں لوگ بنا رہے ہیں، ان پر صبر کرو اور شرافت کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ۔

آپؐ کے مخالفین نے آپؐ کی اُن باتوں کی حقیقت کو جھٹلایا جن کو آپؐ روز روشن کی طرح عیاں دیکھ رہے تھے، مذاق اڑایا، استہزا کیا، تمسخر کیا، چغلیاں کھائیں، جھوٹے الزامات لگائے، لفظوں کے علاوہ اشاروں سے بدنام کیا، پروپیگنڈا کا ایک طوفان کھڑا کیا، آپؐ کی نیت اور اخلاص میں شک کیا، آپؐ کی باتوں کو توڑا مروڑا، ان کو غلط معنی پہنائے، ضد کی، ہٹ دھرمی برتی، جھوٹے الزامات لگائے، لوگوں کو بدگمان کیا..... لیکن ان میں کوئی چیز آپؐ کو اپنے مقام سے اور اپنے کام کو آگے بڑھانے سے روک نہ سکی۔ آپؐ نے اپنے ذہن کو قابو میں رکھا، اپنی زبان کو قابو میں رکھا۔ اس کو برائی کا جواب برائی سے دینے سے بچایا اور اپنی راہ پر گامزن رہے۔

## صبر کی نوعیتیں

اپنے یقین و ایمان پر قائم رہنے اور اپنے کام میں لگے رہنے کے علاوہ آپؐ نے ان کڑی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آزمایشوں کے مقابلے میں پورے صبر کے ساتھ جو روش اختیار کی وہ کئی نوعیت کی تھی۔

اول، آپؐ نے ان مخالفین سے اعراض کیا۔ ان کے ساتھ بحثوں، جھگڑوں اور جواب در جواب کے سلسلوں میں الجھنے سے انکار کر دیا۔ ان کے پاس سے ہٹ گئے۔ ان کے سامنے سے اٹھ گئے۔ اس لیے کہ ان جھگڑوں اور بحثوں سے قبول حق کا دروازہ نہ کھلتا اور صرف آپؐ کا وقت ضائع ہوتا، جبکہ تمسخر و استہزا کی نشستوں میں شریک رہنا دین کے لیے اور آپؐ کے اپنے لیے نقصان دہ ہوتا۔

دوم، ایسے لوگوں سے دوستی اور قلبی تعلق کا سوال ہی نہ تھا، لیکن جب آپؐ ان سے الگ ہوتے تو لڑائی جھگڑے، دشمنی اور عناد کے ساتھ نہ ہوتے۔ انسانی ہمدردی کا برتاؤ باقی رکھتے اور دعوت کا کام بھی جاری رکھتے۔ اس چیز کو قرآن مجید نے ھجر جمیل (خوب صورت انداز میں چھوڑنے) سے تعبیر کیا ہے۔ اسی کا نقشہ قالوا سلاماً (اور انھوں نے سلامتی کی دعا کی) میں کھینچا ہے۔ اسی کی ہدایت فَاعرِض عَنِ الْجٰاهِلِين (نادانوں اور مغلوب الحال لوگوں سے کنارہ کشی کرو) میں کی ہے۔ اسی کا حکم لاتقعدوا (ساتھ نہ بیٹھو) میں دیا ہے:

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان ۲۵: ۶۳)

اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔

وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف ۷:۱۹۹)

اور جاہلوں سے نہ الجھو۔

جہاں تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، وہاں نہ بیٹھو جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ اب اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی انھی کی طرح ہو۔ (النساء ۴:۱۴۰)

اور اے نبی ﷺ، جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ۔ (الانعام ۶:۶۸)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس سے بلند مقام یہ تھا کہ آپؐ نے ان کو معاف کیا، گالی کے جواب میں گالی نہ دی بلکہ دُعا دی، برائی کا جواب بھلائی سے دیا۔

جب لوگ جھٹلانے پر تل جائیں، سنی ان سنی کر دیں، کبر اور حقارت کا برتاؤ کریں تو رنج اور افسردگی کی ایک فطری کیفیت ہے جو ایک انسان میں اُبھرتی ہے اور حضورؐ کو بھی اس سے سابقہ پیش آتا تھا۔ لیکن بالآخر قرآن کی مدد سے آپؐ اس پر بھی قابو پا لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی اور سہارے کے بعد اپنے کام میں لگے رہتے:

اچھا جو باتیں یہ بنا رہے ہیں وہ تمھیں رنجیدہ نہ کریں۔ ان کی چھپی اور کھلی سب باتوں کو ہم جانتے ہیں۔ (یٰسٓ ۳۶:۷۶)

اب جو کفر کرتا ہے اس کا کفر تمھیں غم میں مبتلا نہ کرے۔ انھیں پلٹ کر آنا تو ہماری ہی طرف ہے پھر ہم انھیں بتا دیں گے کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں۔ (لقمان ۳۱:۲۳)

اسی طرح مخالفین کی تدبیریں اور ہتھکنڈے، دعوت اسلام کو ناکام بنانے کے لیے ان کی بھاگ دوڑ، دین کے مدعیوں کی طرف سے حمایت کفر میں تگ و دو اور کافروں سے ساز باز بھی آپؐ کے اندر غم اور دل شکستگی پیدا کرتی تھی اور اس کا مقابلہ بھی آپؐ قرآن کی مدد سے کرتے تھے:

ان لوگوں کی حرکات پر رنج نہ کرو اور نہ ان کی چال بازیوں پر دل تنگ ہو۔ (النحل ۱۶:۱۲۷)

اے پیغمبر، تمھارے لیے باعث رنج نہ ہوں وہ لوگ جو کفر کی راہ میں بڑی تیز گامی دکھا رہے ہیں، خواہ وہ ان میں سے ہوں جو منہ سے کہتے ہیں، ہم ایمان لائے مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے یا ان میں سے ہوں جو یہودی ہیں۔ (المائدۃ ۵:۴۱)

ایک عام نفسیاتی کیفیت ''استعجال'' کی ہے، یعنی جلدی کی خواہش، ارادہ اور قصد۔ اس کے مقابلے کے لیے بھی بڑا صبر درکار ہے، بلکہ بعض تو یہی کہیں گے کہ جلد بازی نہ کرنے کا دوسرا نام ہی صبر ہے۔ اس کے مختلف پہلو تھے۔ ایک یہ کہ جب آپؐ کی ساری لگن اور محنت کے باوجود



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لوگ مان کر نہ دیتے تو آپؐ کا فطری طور پر دل چاہتا کہ یہ جو مطالبات کر رہے ہیں یا جو شرائط عائد کر رہے ہیں ان میں سے کوئی مطالبہ یا کوئی شرط پوری کر دی جائے، تاکہ اتمام حجت ہو جائے اور یہ مان لیں۔ دوسرے یہ کہ ان سے جو وعدہ ہے تباہی اور ہلاکت کا، اس کا کچھ حصہ ان کو نظر آ جائے۔ تیسرا یہ خیال بھی اُبھرتا تھا کہ یہ قافلہ جلد از جلد منزل تک پہنچ جائے۔

ان سارے مواقع پر بھی قرآن کی ہدایت کے مطابق آپؐ نے صبر کا رویہ اختیار کیا اور نامعقول مطالبات پورا کرنے یا عذاب لانے نہ لانے یا منزل تک پہنچ جانے کا معاملہ سراسر اللہ تعالیٰ پر چھوڑ کر اپنے کام میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو واضح کر دیا کہ آزمائش اور جدوجہد سے الگ ہٹ کر کوئی راہ کامیابی کی نہیں:

اے نبی ﷺ، ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمھیں رنج ہوتا ہے لیکن یہ لوگ تمھیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔ تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں۔ مگر اس تکذیب پر اور ان اذیتوں پر جو انھیں پہنچائی گئی ہیں انھوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ انھیں ہماری مدد پہنچ گئی۔ اللہ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے اور پچھلے رسولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کی خبریں تمھیں پہنچ ہی چکی ہیں۔ تاہم اگر ان لوگوں کی بے رخی تم سے برداشت نہیں ہوتی تو اگر تم میں کچھ زور ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ دیا آسمان میں سیڑھی لگاؤ اور ان کے پاس کوئی نشانی لانے کی کوشش کرو۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا۔ لہٰذا نادان مت بنو۔ (الانعام ۶:۳۳-۳۵)

پس اے نبی ﷺ، صبر کرو جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا اور ان کے معاملے میں جلدی نہ کرو۔ (الاحقاف ۴۶:۳۵)

پس اے نبیؐ، صبر کرو اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اپنے قصور کی معافی چاہو۔ (المومن ۴۰:۵۵)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اے نبی ﷺ، تم اس ہدایت کی پیروی کیے جاؤ جو تمھاری طرف بذریعہ وحی بھیجی جا رہی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے۔ (یونس ۱۰:۱۰۹)

## مقابلہ اور جہاد

جن لوگوں نے مخالفت پر کمر باندھی، قولی اور عملی دشمنی کی..... یہاں تک کہ اتمام حجت ہو گیا کہ وہ مان کر نہیں دیں گے..... گھروں سے نکالا، تلوار اٹھائی، تحریک و دعوت کو مٹانے کی کوشش کی، سازشوں کے جال پھیلائے، یا جنھوں نے دعوائے ایمان کے باوجود ان کا ساتھ دیا اور پیٹھ میں چھرا گھونپ دینے کی کوشش کی، حضورؐ نے ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا اور ان کے خلاف جہاد کیا۔ ایسا نہ کرنا اس مقصد کی شکست اور نقصان پر منتج ہوتا جو آپؐ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اگرچہ اس میں بھی آپؐ کہیں زیادتی کے مرتکب نہیں ہوئے اور نہ حد اعتدال سے گزرے۔ تلوار بھی اٹھائی تو اخلاق و انصاف کی ساری حدود ملحوظ رکھیں:

اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (البقرۃ ۲:۱۸۹)

کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ (المائدۃ ۵:۸)

جن مخالفین کی حالت مخالفت، دشمنی، قتال اور سازش تک نہ پہنچی یا جن پر اتمام حجت نہ ہوا، ان سے حضورؐ نے کوئی تعرض نہ کیا۔ ان کی اصلاح کی کوشش میں لگے رہے۔ ان کا شمار جاہلین میں تھا، یعنی وہ نادان تھے یا سمجھنے سے قاصر یا جذبات سے مغلوب۔

## حُسنِ اخلاق

لیکن ان دونوں گروہوں کے ساتھ معاملے میں جو اہم بات ہے وہ یہ کہ آپؐ نے کبھی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گالی نہیں دی، تمسخر نہیں اڑایا، استہزا نہیں کیا، ذلت وحقارت کا برتاؤ نہیں کیا، نجی محفلوں میں بیٹھ کر پھبتیاں نہیں کسیں، طعن وطنز کے تیر نہیں برسائے، حتیٰ کہ کبھی کوئی ناشائستہ لفظ تک منہ سے نہیں نکالا، بتوں اور جھوٹے خداؤں تک کو برا بھلا نہیں کہا، حالانکہ ان پر تنقید پوری کی۔ سرداروں اور علمائے یہود پر تنقید میں بھی جو زبان قرآن نے استعمال کی ہے، وہ اس زبان کے مقابلے میں بہت نرم ہے جو بائبل میں اسرائیلی پیغمبروں، حضرت یسعیاہ اور حضرت یرمیاہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے استعمال کی ہے۔ اس طرح آپؐ نے کبھی کسی سائل حق کو نہیں جھڑکا، کسی سے ترش روئی اور تندخوئی سے پیش نہ آئے، کسی کے لیے گال نہ پھلائے، تیوری نہ چڑھائی۔ اس معاملے میں بھی آپؐ کی روش قرآن کی تعلیمات کا سچا اور مکمل نمونہ تھی:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ (الحجرات ۴۹:۱۱)

اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ (لقمان ۳۱:۱۸)

اور سائل کو نہ جھڑکو اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو۔ (الضحیٰ ۹۳:۱۰-۱۱)

اور اے مسلمانو، یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، انھیں گالیاں نہ دو۔ (الانعام ۶:۱۰۸)

## برائی کے بدلے بھلائی

حقیقت یہ ہے کہ اپنے مخالفین کے ساتھ برتاؤ میں آپؐ بدرجہا زیادہ اونچے مقام پر فائز تھے۔ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے، سراپا شفقت ونرمی تھے۔ جو آپؐ کے ساتھ زیادتی کرتے تھے ان



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو آپؐ معاف فرما دیتے تھے، جو آپؐ کا خون بہاتے، آپؐ ان کے لیے دُعا فرماتے، جو آپؐ کے ساتھ برائی کرتے آپؐ ان کے ساتھ بھلائی کرتے۔ اس طرح آپؐ کی سیرت قرآن مجید کی ہدایات کا نمونہ ہے:

اے نبی ﷺ، نرمی و درگزر کا طریقہ اختیار کرو۔ (الاعراف ۷:۱۹۹)

برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے۔ اس کا اَجر اللہ کے ذمے ہے۔ (الشوریٰ ۴۲:۴۰)

اور اے نبی ﷺ، نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔ (حم السجدۃ ۴۱:۳۴)

## طائف کا واقعہ

اس موقع پر سیرت سے ایک واقعہ سامنے رکھنا چاہیے، اور وہ آپؐ کا طائف کے سفر [شوال ۱۰ نبوی] کا واقعہ ہے۔

مکہ میں جب اکثریت نے آپؐ کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اس بات کا امکان نہ رہا کہ وہ دعوت اسلام کا مرکز بن سکے تو آپؐ طائف تشریف لے گئے کہ شاید طائف وہ مرکز فراہم کر دے جہاں آپؐ کو اپنے لیے اور اپنی دعوت کے لیے ایک گوشۂ زمین مل جائے، جہاں آپؐ کی اُمت کی تشکیل ہو سکے اور جہاں خدا کا دین پورا کا پورا قائم ہو سکے۔

طائف کے تینوں سرداروں [عبد یالیل، مسعود، حبیب] نے آپؐ کا استقبال بڑی تحقیر کے ساتھ کیا۔ آپؐ نے ان کے پاس بیٹھنے کے بعد، انھیں اللہ کی اطاعت، اور اسلام کی مدد کی دعوت دی۔ جواب میں ایک نے کہا: اللہ تعالیٰ کو تمھارے علاوہ کوئی اور نہ ملا تھا اپنا رسول بنانے



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے لیے۔ دوسرے نے کہا: تمھارے جیسے شخص کے رسول بنانے سے کعبے کا پردہ پھٹ نہ گیا۔ تیسرا بولا: اگر تم سچے ہو تو میں اس لائق نہیں کہ تم سے بات کروں، اور اگر تم جھوٹے ہو تو تم اس لائق نہیں کہ مجھ سے بات کرو۔ دھتکار کر نکال دینے کے بعد ان تینوں سرداروں نے حضورؐ کے خلاف بازاری لونڈے لگا دیے، جنھوں نے آپؐ کو گالیاں دینا اور پتھر مارنا شروع کر دیے۔ خون مبارک بہہ کر جوتے میں جم گیا۔ بالآخر آپؐ نے ایک باغ میں پناہ لی۔ اس موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ آیا۔ آپؐ سے عرض کیا کہ یہ پہاڑوں کا فرشتہ میرے ساتھ ہے، اگر حکم ہو تو یہ طائف کی بستی کو دونوں پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دے۔ حضورؐ نے جو کچھ جواب میں ارشاد فرمایا، وہ آپؐ کی داعیانہ صفات کا کمال تھا۔ نبیؐ رحمت نے فرمایا:

[نہیں] بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا، جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائے گی۔
(الجامع الصحیح بحوالہ الرحیق المختوم، از صفی الرحمٰن، ص ۲۲۰۔۲۲۱)

دراصل یہی اخلاق کریمانہ تھا کہ لوگ پروانہ وار آپؐ کی طرف کھنچ کر آئے اور جمع ہو گئے۔ یہی اخلاق کی بلندی تھی، جس کی وجہ سے آپؐ اس بات میں کامیاب ہوئے کہ مخالفوں کے دل فتح کر لیں۔ غزوہ اُحد کے موقع پر ان کو جنھوں نے آپؐ کا خون بہایا، فتح مکہ کے موقع پر ان کو جنھوں نے زندگی بھر آپؐ کو ہر قسم کی ایذا پہنچائی، واقعہ افک میں ان کو جنھوں نے آپؐ کی محبوب بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت دھری، ان سب کو آپؐ نے اپنے دامن رحمت میں سمیٹ لیا۔

جن لوگوں نے آپؐ کو پکار کر لبیک کہا، ان میں ایک گروہ تو ان کا تھا، جنھوں نے اسلام کی دعوت کو سنا، قرآن ان کے کانوں تک پہنچا۔ میرے محدود علم کی حد تک، ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک گروہ ان کا تھا جنھوں نے داعی کو دیکھا، داعی کا اخلاق دیکھا، داعی کی سیرت دیکھی۔ چہرہ دیکھا، تو کہا یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ فیاضی دیکھی تو دَنگ رہ گئے۔ عالی ظرفی دیکھی تو دل کھنچ گئے اور اس طرح وہ جوق در جوق ایمان لے آئے۔ ان لوگوں کی تعداد ہی کثیر تھی۔ دعوتِ اسلام کو سربکف جاں نثاروں کا جو گروہ ملا، وہ داعی کی بے پناہ شخصیت کے مقناطیس نے جمع کیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# آپؐ اور رفقائے اسلام

کسی عقیدے اور مقصد پر انسانوں کو جمع کر لینا کوئی آسان کام نہیں ہے، لیکن کہیں زیادہ مشکل ان کو جمع رکھنے کا کام ہے۔ یعنی ان کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرنا، شیرازہ بندی کر کے ایک وحدت بنا دینا، مزاج میں ہم آہنگی پیدا کرنا، جذب و لگن کو برقرار اور زندہ رکھنا، سرد و گرم میں اپنے مقصد پر قائم رکھنا اور اپنی راہ پر آگے بڑھانا۔ افتراق و انتشار ہر اجتماعی وحدت میں آسانی سے گھس کر اس کو کمزور کر دیتے ہیں، اور ایک قائد کا کمال یہ ہے کہ وہ دعوت پر لبیک کہنے والوں کو دعوت پر مجتمع رکھے۔

دعوت کی اپنی کشش اور دعوت پیش کرنے والے کی شخصیت کے علاوہ حالات کا دباؤ، تقریر، تحریر، نعرے بھی بھیڑ جمع کر لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس بھیڑ کو ایک اجتماعی قوت میں بدل دینا اور اس قوت سے اس طرح کام لینا کہ اول اور آخر ساتھ چلنے والے اپنے قائد کے قائل اور جاں نثار ساتھی رہیں۔ یہ چیز ایک بالکل مختلف نوعیت کی شخصیت کا مطالبہ کرتی ہے۔

اس لحاظ سے، نبی کریم ﷺ کی سیرت ایک بہترین نمونہ ہے۔ انسانوں کو جمع کر کے ان سے کام دوسرے لیڈروں نے بھی لیا ہے، حق کے لیے بھی لیا ہے اور باطل کے لیے بھی۔ لیکن عام طور پر ساتھ کام کرنے والوں نے کسی نہ کسی مرحلے پر کسی بے اطمینانی کا اظہار کیا ہے۔ صرف آپؐ کے ساتھی اور متبعین آپؐ کی حیات مقدسہ میں بھی اور آج ۱۴۰۰ برس گزرنے کے بعد تک بھی آپؐ کے اسی طرح گرویدہ رہے ہیں، اور آپؐ سے اسی طرح بے پناہ محبت کرنے والے رہے ہیں، جس طرح کہ روز اول تھے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## رؤف ورحیم

یہ کس چیز کا اعجاز تھا؟

اس لحاظ سے بھی آپؐ کے اُسوۂ کے گوناگوں پہلو ہیں جن کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن آپؐ کے اس پورے اُسوۂ کے سارے پہلوؤں کو دو الفاظ میں سمیٹا جا سکتا ہے۔ وہی الفاظ، جو قرآن نے آپؐ کے لیے استعمال کیے ہیں، یعنی آپؐ اپنے ساتھیوں کے لیے، مومنین کی جماعت کے لیے، رؤف ورحیم تھے:

دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے۔ تمھارا نقصان میں پڑنا، اس پر شاق ہے، تمھاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔ (التوبۃ ۹:۱۲۸)

یہ وہ الفاظ ہیں، جو صفات الٰہی کے اظہار کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے اخلاق و برتاؤ اور آپؐ کی صفات کے لیے وہی الفاظ استعمال کر دیے جو اس نے خود اپنے لیے کیے ہیں۔ اس سے جہاں انسانی زبان کی تنگ دامنی ظاہر ہوتی ہے، وہاں نبی کریم ﷺ کی حد تک، آپؐ کی شان اور رفعت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ سارے انسانوں اور مخلوقات کے لیے آپؐ کے وجود، آپؐ کے کارنامہ رسالت و ہدایت، انذار و تبشیر، دعوت الی اللہ اور قیام عدل و قسط اور آپؐ کے اخلاق کریمانہ کو بھی قرآن مجید نے سمیٹ کر ایک ہی لفظ سے ادا کیا ہے: رحمۃ للعالمین!

اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپؐ کے تعلق اور روش کے جس پہلو کو چاہے دیکھ لیجیے، جس زاویے سے چاہے نظر ڈال لیجیے، جس رنگ کو چاہے ابھار لیجیے، تصویر ایک ہی بنے گی: سراپا شفقت، سراپا رحمت!

اسی طرح ان دونوں الفاظ کو وسعت دیجیے تو ہر صفت اور ہر اخلاق ان میں سما جائے گا:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ساتھیوں سے محبت، ان کی قدر، ان کی بھلائی کی حرص، ان کی خدمت، ان کا تزکیہ، ان کی تعلیم، ان سے مشورہ، ان کے ساتھ عفو و درگزر اور یہاں تک کہ ان کی تادیب و تعزیر بھی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے بھی اسم ذات کے طور پر اگر کسی دوسرے لفظ کو استعمال کیا ہے، تو وہ 'رحمٰن' کا لفظ ہے۔ صفت رحمٰن بھی اس کی تقریباً ہر صفت کا احاطہ کرتی ہے، خواہ وہ خالقیت ہو یا رزاقیت، وہ علم ہو یا قدرت، امن و سلام ہو یا جبروت و ملکوت۔ اور پھر بات یہ ہے کہ اگر رحمٰن کا رسول، رؤف و رحیم نہ ہوتا تو کیا ہوتا!

قرآن مجید کی اس آیت میں ہی آپؐ کی سیرت کے ان دونوں پہلوؤں کی تشریح ہوتی ہے۔ رؤف میں منفی، یعنی رفع شر اور دفع مضرت کا پہلو غالب ہے۔ یعنی وہ مہربانی جو کسی ایسی چیز میں نہ ڈالے، کسی ایسی چیز کو برداشت نہ کرے، ہر ایسی چیز کو دفع کرنے میں لگ جائے جو تکلیف و مشقت، نقصان یا آزار کا باعث ہو سکتی ہو۔ اور رحمت میں مثبت، یعنی عطائے خیر کا پہلو غالب ہے۔ یعنی وہ مہربانی و بھلائی جو نفع، ترقی، کامیابی اور بہتری کے دروازے اور راہیں کھولے۔

جو بات قرآن واضح کرتا ہے اور جو ساری حیات طیبہ میں نمایاں ہے، وہ یہ ہے کہ اول الذکر پہلو سے آپؐ کی مہربانی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی، کہ ہر وہ چیز جو آپؐ کے ساتھیوں کے لیے کسی طرح بھی نقصان کا باعث ہو سکتی تھی، وہ آپؐ کو اس درجہ شاق تھی کہ اس میں آپؐ کے دل کی کیفیت اور عملی برتاؤ کے لیے عزیز کا لفظ استعمال ہوا ہے، یعنی جو ہر چیز پر غالب ہو۔ جس میں نہ صرف یہ بات شامل ہے کہ آپؐ کے کسی قول اور کسی فعل سے کبھی کسی کو کسی قسم کی کوئی ایذا نہیں پہنچی، آپؐ نے کسی کو برا بھلا نہیں کہا، کسی کی تحقیر نہیں کی، کسی پر بہتان نہیں لگایا، کسی کی غیبت نہیں کی، کسی کی عزت کو نقصان نہیں پہنچایا، کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا، وہاں یہ بھی شامل ہے کہ دین کے مطالبات، تحریک کی ذمہ داریوں اور شریعت کے احکام میں بھی آپؐ نے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا جو مشقت اور تکلیف میں ڈالنے والی ہو۔ ظاہر ہے کہ اس میں ان قربانیوں کی دعوت شامل نہیں، جو دنیا اور آخرت میں فوز و فلاح کے دروازے کھولنے والی تھیں۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور دوسرے پہلو سے آپؐ کی کیفیت کا جو عالم تھا، اس کی تعبیر حرص سے ہی کی جا سکتی ہے۔ بھلائی، خیر اور ترقی کے لیے ہر بات کہنا اور ہر وہ کام کرنا، یہاں تک کہ کسی طرح دل نہ بھرے، کوئی چیز چھوٹ نہ جائے۔ زیادہ سے زیادہ حاصل ہو، ہر لمحہ فیض جاری رہے۔ ہر وقت اس کی دھن تھی۔ ہر وقت آپؐ اس کی فکر میں رہتے تھے۔ یہی لالچ کی کیفیت ہوتی ہے۔ یہی آپؐ کی کیفیت تھی۔

ان دونوں صفات کے سانچے میں دل بھی ڈھلا ہوا تھا اور عمل بھی۔ یہ صفات نکھر نکھر کر جن صورتوں میں ظاہر ہوئیں اور برگ و بار لائیں، ان کا شمار ممکن نہیں۔ لیکن چند اہم صورتوں سے جو روشنی پھوٹ رہی ہے، اس سے اپنے دل اور اپنی راہیں منور کرنا ضروری ہے۔

ہر ساتھی قیمتی تھا اور آپؐ نے دُنیا کی ساری زینت سے نگاہ ہٹا کر خود کو صرف ان کے ساتھ باندھ لیا تھا۔ ان کی تعلیم اور تزکیہ میں ہمہ دم مشغول رہتے تھے۔ ان کے ساتھ نرمی و شفقت کا برتاؤ تھا۔ ہر ساتھی سے اس کی استعداد کے مطابق معاملہ کرتے تھے۔ مشورے میں وہ پورے شریک تھے اور غلطیوں پر چشم پوشی، درگزر اور عفو، انؐ کا شیوہ تھا۔

## قدر و قیمت کا احساس اور رَبط

جو شخص بھی بندگی رب کی راہ پر آپؐ کے ساتھ آیا، جس نے آپؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر پیمان وفا باندھا، جو سب کو چھوڑ کر آپؐ کے پیچھے چل پڑا، جس نے آپؐ کی دعوت ایمان و جہاد پر لبیک کہا، وہ آپؐ کے لیے سب سے قیمتی سرمایہ تھا۔ اس کی جگہ آپؐ کے دل میں تھی۔ اس کے ساتھ آپؐ کا رشتہ محبت تھا۔ اس کے ساتھ آپؐ نے اپنے کو جوڑ لیا تھا۔ اس میں نہ کوئی غرض تھی نہ کوئی ہوائے نفس، کہ ان سے آپؐ کا دل بالکل پاک تھا۔ یہ ساتھی آپؐ کو دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کو چھوڑ کر یا نظر انداز کر کے، آپؐ نے دُنیا کی کسی زینت کی طرف، کسی نفع اور فائدہ کی طرف، کسی جاہ اور شہرت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھا ہو:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دُنیا کی زینت پسند کرتے ہو۔ (الکھف ۱۸:۲۸)

وجہ صاف اور ظاہر ہے۔ ان کے ساتھ رشتہ اس ذات کی خاطر تھا، جس کی رضا اور توجہ آپؐ کا مقصد زندگی تھی۔ اس رشتے کے آگے دُنیا کی ہر شے ہیچ تھی۔ یہ تعلق ایک وقتی ضرورت نہ تھا کہ جب چاہا قائم کرلیا، جب چاہا توڑ دیا، جب چاہا سر آنکھوں پر بٹھایا، جب چاہا اٹھا کر پھینک دیا اور پامال کر دیا۔ یہ بندھ جانا اور یہ قدر و قیمت کا احساس ہی آپؐ کی نرمی اور شفقت کا ایک بڑا سرچشمہ تھا۔

یہ تعلق رب کے نام کی وجہ سے اپنی جگہ خود ہی بیش بہا تھا لیکن آپؐ کو یہ بھی معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا سب سے بڑا ذریعہ مومنین کی وہ جماعت ہی ہے جو آپؐ کے ہمراہ تھی۔ وہ جتنی مضبوطی سے الفت کے سیمنٹ سے جڑی ہوگی، اتنی ہی آپؐ کے مقصد کی کامیابی یقینی ہوگی اور ان کی باہمی الفت، اس الفت کا مظہر ہوگی جو ان کے قائد کو ان کے ساتھ ہوگی۔ آپؐ کو مومنین کی جماعت کا یہ درجہ بھی معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی رفاقت کے ذریعے ہی آپؐ کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔ یہ وہ انعام خداوندی ہے جو اس کے فضل سے ہی حاصل ہوسکتا ہے اور کسی انسان کے بس سے باہر ہے:

وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے سے تمھاری تائید کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیے۔ تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے، یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے۔ اے نبی ﷺ، تمھارے لیے اور تمھارے پیرو اہل ایمان کے لیے تو بس اللہ کافی ہے۔ (الانفال ۸:۶۲-۶۴)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپؐ کے اسی تعلق کا نتیجہ تھا کہ عرب کے قبائلی نظام میں، رنگ و نسل اور حسب و نسب کے سارے بت توڑ کر آپؐ نے تاریخ انسانی کا یہ حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیا کہ عقیدے اور عمل کی بنیاد پر ایک برادری اور امت پیدا کر دی۔ ایسی برادری اور امت جس کو ۱۴۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود مٹایا نہیں جا سکا ہے۔ اسی کا نتیجہ یہ معجزہ بھی ہے کہ ان لاتعداد افراد میں سے، جو آپؐ کے ساتھ آئے، کوئی آپؐ کا مخالف نہیں ہوا۔ کسی نے آپؐ پر الزام تراشی کا سلسلہ شروع نہیں کیا۔

آپؐ نے سب کو اپنی محبت کے سایے میں سمیٹ لیا، ان کی حفاظت کی، ان کو پروان چڑھایا یا آخر ان کو پرواز کے لائق بنا دیا:

اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمھاری پیروی اختیار کریں، ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ (الشعراء ۲۶:۲۱۵)

## تعلیم اور تزکیہ

تعلیم و تربیت تو آپؐ کے بنیادی فرائض تھے، لیکن جس طرح آپؐ نے اپنے رفقائے دعوت کے درمیان اس کا فیض عام کیا، اس مثال ملنا ممکن نہیں۔ تلاوت آیات کے ذریعے ان کو چلتا پھرتا قرآن بنا دیا۔ تعلیم کتاب و حکمت کے ذریعے ان کو علم و دانائی اور اطاعت کا مجسمہ بنا دیا۔ تزکیے کے ذریعے ان کے نفوس کو ہر آلودگی سے پاک کر کے معراج انسانیت پر پہنچا دیا۔ مکہ کی زندگی بھی شاہد ہے کہ اور مدینہ کی بھی کہ دعوت کے بعد اگر آپؐ کی توجہ اور فکر کسی کام پر مرکوز تھی تو وہ یہی کام تھے۔

راتوں کو قیام لیل اور ترتیل قرآن میں رفقا کی ایک جماعت آپؐ کے اُسوۂ کی پیروکار تھی، اور ایک جماعت آپؐ کے ساتھ شریک بھی ہوتی تھی: وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ (اور



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک جماعت ان میں تمھارے ساتھی ہیں۔ (المزمل)۔ اس کا ایک مرکز دارِارقم تھا، جہاں آپؐ قیام پذیر ہوتے تھے اور علم و ہدایت کے پیاسے آپؐ کے چشمہ سے سیراب ہوتے تھے، قرآن پڑھتے تھے، قرآن سیکھتے تھے۔

اس کے علاوہ بھی شاید کوئی نظام تھا جس کی تفصیلات ہمیں سیرت کی کتب میں تو نہیں ملتیں، لیکن جس کی طرف قرآن نے واضح اشارہ کیا کہ آپؐ خود بھی تلاوت قرآن کے لیے قیام فرماتے اور اپنے رفقا کے درمیان چل پھر کر ان پر نگاہ رکھتے اور ان کی خبر گیری بھی فرماتے۔ گویا توجہ اور نگرانی کے ساتھ آپؐ یہ کام کر رہے تھے:

جو تمھیں اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اٹھتے ہو۔ اور سجدہ گزار لوگوں میں تمھاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔ (الشعراء ۲۶:۲۱۸-۲۱۹)

آپؐ کا کام صرف قرآن سنا دینا یا اس کی قرأت کر دینا نہ تھا بلکہ اس کو سمجھانا اور فکر و عمل میں جذب کرانا تھا۔ اس مقصد کے لیے آپؐ تھوڑا تھوڑا قرآن سکھایا کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حضورؐ سے چند آیات سیکھتے اور ان کو محفوظ کر لینے کے بعد مزید سیکھتے۔ قرآن جس طرح تھوڑا تھوڑا کر کے اترا ہے اور اسی طرح آپؐ نے اس کو سکھایا اور پڑھایا۔ اس کی حکمت تعلیم بالکل واضح ہے:

اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم ٹھیر ٹھیر کر اسے لوگوں کو سناؤ اور اسے ہم نے (موقع موقع سے) بتدریج اتارا ہے۔ (بنی اسرائیل ۱۷:۱۰۶)

منکرین کہتے ہیں: ''اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا؟''..... ہاں ایسا اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کو اچھی طرح ہم تمھارے ذہن نشین کرتے رہیں اور (اسی غرض کے لیے) ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزا کی شکل دی ہے۔ (الفرقان ۲۵:۳۲)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک طرف قرآن کی ترتیل کے ساتھ بالخصوص رات کی گھڑیوں میں، تلاوت کہ وہی علم کا منبع تھا، اور دوسری طرف عبادات کا نظام، بالخصوص نماز کا کہ انھی پر دین وریاست کی عمارت قائم ہوناتھی۔ ان دو ذرائع سے آپؐ نے اپنے رفقا کے ذہن کی تعمیر کی، دل کو پاک کیا، اخلاق کو بلند کیا اور کردار بنایا۔ اور یہ کام آپؐ آخری سانس تک انجام دیتے رہے۔ ذکرِ الٰہی کے نظام کو زندگی میں سمو دینے کا تذکرہ ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔

علمی، روحانی اور اخلاقی تعلیم وتزکیہ کا یہ کام خود اپنی جگہ، کسی خلا میں، بالکل ناکافی ہوتا، اگر اس کے ساتھ ساتھ آپؐ اپنے رفقا کو عملاً دعوت و جہاد کے میدان کارزار میں نہ اتار دیتے اور ہر قسم کی آزمایشوں کی بھٹی نہ سلگ جاتی، جو ان کو تپا تپا کر، کھوٹ اور میل نکال کر، کندن بنانے کا کام نہ کرتی۔

روحانی اور اخلاقی تزکیہ ازخود مطلوب نہ تھا۔ باطل خداؤں کو چیلنج کر کے، باطل نظام پر تنقید کر کے، حاکمیت اور اقتدار صرف خدا کا ہونے کا اعلان کر کے، اور اپنی مکمل اطاعت (اطیعون) کا مطالبہ کر کے، آپؐ نے تزکیہ کا اصل مدرسہ کھول دیا۔ ہر قدم پر اپنے رفقا کے دلوں میں یہ بات بٹھائی کہ کامیابی کی منزل انھی جاں گسل وادیوں کے درمیان گزرتی ہے۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائے: ایمان کا دعویٰ ضرور پرکھا جائے گا تاکہ طیب (پاکیزہ) کو خبیث (ناپاک) سے ممتاز کیا جائے:

> کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمایش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو یہ ضرور دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔ (العنکبوت ۲۹:۲-۳)

اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا کہ جس میں تم لوگ اس وقت پائے



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جاتے ہو۔ وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا۔ (آل عمران ۳:۱۷۹)

قرآن، نماز اور دعوت و جہاد کی چلتی پھرتی خانقاہوں اور دوڑتے بھاگتے مدرسوں میں تعلیم دے کر آپؐ نے وہ گروہ تیار کیا، جس کا تعلق اپنے رب سے مضبوط اور گہرا تھا، جس کا ربط اپنے بھائیوں سے گہرا اور محبت کی چاشنی سے لبریز تھا، جس کی لگن اپنی دعوت اور اپنی تحریک سے اٹوٹ اور لازوال تھی اور جس کا انسان کے لیے درد و سوز دل کی گہرائیوں میں اترا ہوا تھا۔

اس کے ساتھ آپؐ نے تین باتوں کا اور اہتمام فرمایا:

ایک یہ کہ للّٰہیت و اخلاص پیدا ہو۔ جو کریں صرف اپنے رب کے لیے کریں: ابتغاء مرضات اللّٰہ مقصود ہو۔ ہر قدم لوجہ اللّٰہ اٹھے۔

دوسرے یہ کہ مال کی قربانی دیں۔ اس لیے کہ مال کی محبت سے بڑھ کر انسان کے لیے کوئی فتنہ نہیں۔ اس ضمن میں آپؐ نے دُنیا میں رہ کر دُنیا سے دل کو بے نیاز رکھنا سکھایا۔ دُنیا کو ٹھیک کرنے کے مشن سے سرشار ہونے کے باوجود اپنے لیے دُنیا کو متاع قلیل اور متاع غرور سمجھنا دل میں نقش کیا۔

تیسرے، نگاہوں کو آخرت کے اجر پر جمایا، اس کو ایک حقیقت بنا دیا۔ اس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ سمجھ میں آ گیا کہ وہی بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔

ان تین چیزوں کے لیے ایک طرف قرآن کے حصے پے در پے نازل ہوتے رہے۔ دوسری طرف، آپؐ کی مجلسیں بھی ان کے ذکر و تاکید سے تازہ رہتی تھیں۔

## نگرانی اور احتساب

ایک قائد کو اپنے ساتھیوں اور شاگردوں کی کوتاہیوں، لغزشوں اور خامیوں سے بھی سابقہ پیش آتا ہے۔ بڑی بڑی غلطیوں اور گناہوں کے ساتھ آپؐ نے جس طرح عفو کا برتاؤ کیا، اس کا



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ذکر تو بعد میں آئے گا۔ لیکن، اس ضمن میں آپؐ کے بعض اصول بڑے ہی قیمتی اور جماعت کی زندگی اور اصلاح کے لیے اکسیر کا حکم رکھتے تھے۔

آپؐ اپنے ساتھیوں کی کوتاہیوں اور کمزوریوں کی ٹوہ نہ لگاتے تھے۔ اس مقصد کے لیے آپؐ نے کوئی جاسوسی کا نظام نہ قائم کیا تھا۔ حتی الوسع آپؐ کی خوشی اس میں تھی کہ یہ چیزیں آپؐ کے علم میں نہ آئیں اور لوگ خود ہی اپنی اصلاح کر لیں۔ آپؐ نے اس بات سے بھی منع فرمایا کہ لوگ اپنے بھائیوں کے بارے میں آپؐ کے حضور شکایات پیش کریں، یا ان کی خرابیوں سے آپؐ کو مطلع کریں۔ آپؐ اپنے ساتھیوں سے ساتھ بدگمانی بھی نہیں کرتے تھے بلکہ جب تک کوئی بات کھل کر نہ آجاتی، اچھا گمان رکھتے۔ پیٹھ پیچھے مجلسوں میں ان کی برائیاں بھی نہ کرتے۔

غلطیوں اور گناہوں کی وجہ سے کسی کی تذلیل کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اصل چیز خدا اور اس کے رسول سے وفاداری تھی۔ اس کے بعد کوئی شخص صرف گناہ میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا جاتا تھا۔

پھر اگر کوئی بات آپؐ دیکھ لیتے تو مناسب انداز میں نصیحت فرماتے۔ انتہائی شفقت ملحوظ رکھتے۔ ایسے موقع پر چشم پوشی کرنا بھی فتنہ وفساد کا سبب بن سکتا تھا۔

ایسا بھی نہ تھا کہ آپؐ کی تعلیم، سرزنش، تعزیر، تادیب اور احتساب سے خالی ہو..... ایک صاحب نے اونچا گنبد تیار کر لیا، تو آپؐ نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے اس کو مسمار کر دیا۔ ایک اور شخص نے جلدی جلدی گنڈے دار طریقہ سے نماز ادا کی تو اس کو اسی طرح سرزنش کی۔ جہاں حدود کا نفاذ ضروری تھا، حدود نافذ کیں۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر تین اصحاب کے اوپر ۵۰ روزہ سوشل بائیکاٹ نافذ کیا۔ کفارہ کا طریقہ بھی رائج کیا۔ صدقہ اور مال لے کر بھی تطہیر وتزکیہ کا عمل کیا۔

لیکن آپؐ کا احتساب ایک تھانے دار اور سخت گیر حکمران کا سا احتساب نہ تھا۔ آپؐ کی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نگرانی ایک شفیق باپ کی نگرانی تھی۔ آپؐ کی اصل کوشش ہمیشہ یہی رہی، اور اسی کی آپؐ نے تعلیم دی کہ لوگ خود اپنا احتساب کریں، اپنے آپ کو رب کے سامنے جواب دہ سمجھیں اور اس سے ہی استغفار کریں۔ جب لوگ آ کر آپؐ کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے تو آپؐ ان کو اسی راہ پر چلاتے اور خود بھی ان کے لیے استغفار فرماتے:

اگر انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمھارے پاس آ جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسولؐ بھی ان کے لیے معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔ (النساء ۴:۶۴)

اور اس طرح ان کی غلطیوں کا ازالہ فرماتے اور آخرت میں ان کے گناہوں کی معافی کی راہ کھولتے۔ اس لیے کہ اصل اجر آخرت کا اجر ہے اور اصل سزا وہیں کی سزا ہے۔

## استعداد اور صلاحیت کے مطابق معاملہ

قیادت اور رہنمائی میں نبی کریم ﷺ کی رحمت و شفقت کا ایک پہلو یہ تھا کہ آپؐ ہر شخص سے اس کی استعداد کے مطابق معاملہ فرماتے۔ اس بات کا لحاظ فرماتے کہ جو لوگ آپؐ کے ساتھ چلنے والے ہیں، وہ ایک قسم کے اور ایک سطح کے نہیں۔ ایمان اور وابستگی کے لحاظ سے بھی ان کے درمیان فرق ہے۔ عقل اور جسم کی صلاحیتیں بھی مختلف ہیں۔ ہر شخص مختلف کام کامیابی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ ہر ایک سے یکساں مطالبات نہیں کیے جا سکتے۔ آپؐ قوت برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنا پسند نہ فرماتے، انسانی کمزوریوں کا الاؤنس دیتے اور ان کی بنیاد پر اپنے ساتھیوں کو مطعون نہ فرماتے۔

آپؐ کی اس پالیسی کی وجہ سے مختلف مزاجوں، طبقوں، علاقوں اور قومیتوں کے لوگ آپؐ کے ساتھ والہانہ انداز سے شریک سفر ہوئے۔ ایمان، عمل، صلاحیت اور استعداد کے فرق کے باوجود ہر شخص مطمئن اور متحرک تھا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## نرم دلی اور نرم خوئی

رحمت و رافت کا ایک اہم پہلو یہ تھا کہ آپؐ اپنے ساتھیوں کے لیے انتہائی نرم دل تھے۔ قلب مبارک کی تو یہ کیفیت تھی کہ اس میں کہیں راہِ حق پر ساتھ چلنے والوں کے لیے سختی، شدت یا غفلت کا شائبہ تک نہ تھا۔ آپؐ کے برتاؤ، روش، بات چیت، طرزِ عمل اور معاملات میں سخت دلی، ترش روئی و تند خوئی کا کہیں گزر نہ تھا۔ اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ جو آپؐ کے ساتھ آیا وہ چمٹ کر رہ گیا۔ پھر اس نے آپؐ کے قدم نہ چھوڑے۔ آپؐ کے در کریمانہ پر آ کر بیٹھ گیا تو اٹھ کر نہ گیا۔ آپؐ کے اشارے پر جان و مال فدا کر دینے سے دریغ نہیں کیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ برسوں آپؐ کی خدمت میں رہے اور آپؐ کی خدمت میں کام کرتے رہے۔ فرماتے ہیں کہ نہ آپؐ نے کبھی جھڑکا، نہ ڈانٹا۔ یہ تک نہیں کہا کہ ایسا کیوں کیا اور ایسا کیوں نہ کیا۔ ایک معمولی مسلمان، ایک بڑھیا بھی آپؐ کو راستہ میں روک لیتی اور آپؐ رک کر اس کی بات پوری توجہ سے سنتے اور اس کی مشکل حل کرتے۔ قرض خواہ آتے اور گلے کی چادر پکڑ کر کھینچ لیتے اور آپؐ مسکرا کر ٹال دیتے۔ ساتھی اس کو ٹوکتے تو فرماتے کہ اس کو کہنے دو، کرنے دو، اس لیے کہ اس کا حق ہے۔

لوگ محفل میں آتے تو تخاطب، سلام اور گفتگو میں زبان اور الفاظ توڑ مروڑ کر آپؐ کو گالیاں دیتے اور برا بھلا کہتے۔ لیکن نہ صرف یہ کہ آپؐ جواب نہ دیتے تھے بلکہ نظر انداز کر دیتے تھے۔ اگر جواب دیتے تو اس طرح کہ صرف بدنیت اشخاص ہی اپنے عمل کے مطابق اس کی زد میں آتے۔ یہ معاملہ یہودی سرداروں اور علما کا تھا۔ السلام علیك کو السام علیك بنا دیتے کہ تم کو موت آئے۔ حضور ﷺ جواب میں فرماتے وعلیکم۔ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہ رہا گیا اور انھوں نے کہا، موت تمھیں آئے اور اللہ کی لعنت اور پھٹکار پڑے۔ حضور ﷺ نے انھیں تنبیہ فرمائی کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ کو بدزبانی پسند نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اے اللہ کے رسولؐ آپؐ نے سنا نہیں کہ انھوں نے کیا کہا؟ حضور ﷺ نے فرمایا اور تم نے سنا نہیں کہ میں نے انھیں کیا جواب دیا؟ میں نے ان سے کہہ دیا: اور تم پر بھی"۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۳۵۹، بحوالہ بخاری، مسلم)

آپؐ کے حلم اور برداشت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ سے ملاقات میں، آپؐ کی مجلسوں میں اور آپؐ سے بات چیت میں، لوگ ہر قسم کی آزادی برتتے اور غیر تربیت یافتہ لوگ تو ادب اور تہذیب کی حدود پھلانگ جاتے لیکن، اس کے باوجود کہ آپؐ کو سخت تکلیف ہوتی، آپؐ یہ سب گوارا فرما لیتے اور کوئی سخت یا نازیبا کلمہ آپؐ کے منہ سے نہ نکلتا۔ ایسے تمام مواقع پر خود وحی الٰہی نے آکر لوگوں کو صحیح آداب اور تہذیب کی تربیت دی۔

بعض لوگ کھانے کی دعوت میں بلائے جاتے تو کھانے سے فارغ ہو کر وہیں پر دھرنا مار کر بیٹھ جاتے، اور اس بات کی کوئی پروانہ کرتے کہ حضور ﷺ کو اس سے کیا زحمت ہو رہی ہے۔ حضور ﷺ اس صورت حال کو بھی خاموشی سے برداشت کرتے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے موقع پر، مسلم میں حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: "رات کے وقت ولیمہ کی دعوت تھی۔ عام لوگ تو کھانے سے فارغ ہو کر رخصت ہو گئے مگر دو تین حضرات بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ تنگ آ کر حضور ﷺ اٹھے اور ازواج مطہرات کے ہاں ایک چکر لگایا۔ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ حضرات بیٹھے ہیں۔ آپؐ پھر پلٹ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جا بیٹھے۔ اچھی خاصی رات گزر جانے پر آپؐ کو معلوم ہوا کہ وہ چلے گئے ہیں، تب آپؐ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لائے۔" (تفہیم القرآن، ج ۴، ص ۱۲۰، ۱۲۱، بحوالہ مسلم، نسائی، ابن جریر)۔ اس پر ہدایت آئی:

مگر جب کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ تمھاری حرکتیں نبی ﷺ کو تکلیف دیتی ہیں۔ مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔ (الاحزاب ۳۳:۵۳)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ درجہ تھا نبی ﷺ کی حیا کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ۔

اسی طرح بعض لوگ وقت بے وقت ملاقات کے لیے آجاتے اور آپؐ کو گھر سے بلاتے۔ حضور ﷺ کو سخت تکلیف پہنچتی تھی مگر اپنے حلم کی وجہ سے آپؐ اس رویے کو بھی برداشت کرتے تھے۔ سید مودودی لکھتے ہیں: ''جن لوگوں نے آپؐ کی صحبت میں رہ کر اسلامی آداب و تہذیب کی تربیت پائی تھی وہ تو آپؐ کے اوقات کا ہمیشہ لحاظ رکھتے تھے۔ ان کو پورا احساس تھا کہ آپؐ اللہ کے کام میں کس قدر مصروف زندگی بسر فرماتے ہیں، اور ان تھکا دینے والی مصروفیتوں کے دوران میں لازماً کچھ وقت آپؐ کے آرام کے لیے اور کچھ وقت آپؐ کی اہم مشغولیتوں کے لیے اور کچھ وقت اپنی خانگی زندگی کے معاملات کی طرف توجہ کرنے کے لیے بھی ہونا چاہیے..... بارہا ایسے اَن گھڑ لوگ بھی آپؐ سے ملاقات کے لیے آجاتے تھے جن کا تصور یہ تھا کہ دعوت الی اللہ اور اصلاح خلق کا کام کرنے والوں کو کسی وقت بھی آرام لینے کا حق نہیں ہے، اور انھیں حق ہے کہ رات دن میں جب چاہیں اس کے پاس آدھمکیں اور اس کا فرض ہے کہ جب بھی وہ آجائیں وہ ان سے ملنے کے لیے مستعد رہے۔ اس قماش کے لوگوں میں عموماً اور اطراف عرب سے آنے والوں میں، خصوصاً بعض ایسے ناشائستہ لوگ بھی ہوتے تھے جو آپؐ سے ملاقات کے لیے آتے تو کسی خادم سے اندر اطلاع کرانے کی زحمت بھی نہ اٹھاتے تھے بلکہ ازواج مطہرات کے حجروں کے چکر کاٹ کر باہر ہی سے آپؐ کو پکارتے پھرتے تھے'' (تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۷۲۔۷۳)۔

اے نبیؐ، جو لوگ تمھیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اگر وہ تمھارے برآمد ہونے تک صبر کرتے تو انھی کے لیے بہتر تھا۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ (الحجرات ۴۹:۴-۵)

بعض لوگ ایسے تھے، جو عبدالرحمٰن بن زید اسلمی کی روایت کے مطابق: ''نبی کریم ﷺ



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی مجلس میں دیر تک بیٹھے رہتے تھے اور ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ آخر وقت تک بیٹھے رہیں۔ اس سے بسا اوقات حضور ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی۔ آپؐ کے آرام میں بھی خلل پڑتا تھا اور آپؐ کے کاموں کا بھی حرج ہوتا تھا۔'' (تفہیم القرآن، ج۵، ص۳۶۲، بحوالہ ابن جریر و ابن کثیر)۔ لیکن حضور ﷺ کا تحمل اور اخلاق اس کو بھی خاموشی سے برداشت کر لیتا۔

اس طرح ایک طرف نبی کریم ﷺ ہر مسلمان کی مدد اور حاجت روائی کے لیے ہر وقت حاضر تھے، یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا کہ ''مجھے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی میں ایک گھڑی صرف کرنا اپنی اس مسجد میں دو ماہ اعتکاف سے زیادہ محبوب ہے۔'' دوسری طرف آپؐ ہر ایک کی بات پوری توجہ اور انہماک سے سنتے۔ جو آپؐ سے تخلیہ میں گفتگو کا خواہش مند ہوتا، اس کی خواہش پوری فرماتے اور آپؐ کی پیشانی پر بل تک نہ آتا۔ پھر عام طور پر آپؐ مسلمانوں کی بات پر یقین بھی کرتے تھے۔ منافقین آپؐ کی اس نرمی طبع کی بنیاد پر آپؐ کو متہم کرتے: ''کہتے تھے کہ آپؐ کانوں کے کچے ہیں جس کا جی چاہتا ہے آپؐ کے پاس پہنچ جاتا ہے جس طرح چاہتا ہے آپؐ کے کان پھرتا ہے۔ اور آپؐ اس کی بات مان لیتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن، ج۲، ص۲۰۹)

ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو اپنی باتوں سے نبیؐ کو دکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کانوں کا کچا ہے۔ کہو وہ تمھاری بھلائی کے لیے ایسا ہے، اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اہل ایمان پر اعتماد کرتا ہے اور سراسر رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو تم میں سے ایمان دار ہیں۔ (التوبۃ۹:۶۱)

یہ بھی آپؐ کے سراپا رحمت ہونے کا نتیجہ تھا۔ بعض لوگ اپنی بڑائی جتانے کے لیے، بعض لوگ بغیر کسی اہم ضرورت کے اور بعض لوگ واقعی اہم وجوہ کی بنا پر آپؐ سے خلوت میں بات کرنا چاہتے تھے۔ زید بن اسلم کہتے ہیں: ''نبی ﷺ سے جو شخص بھی علیحدگی میں بات کرنے کی درخواست کرتا، آپؐ اسے رد نہ فرماتے تے۔ جس کا جی چاہتا آ کر عرض کرتا کہ میں ذرا الگ بات کرنا چاہتا ہوں اور آپؐ اسے موقع دیتے، یہاں تک کہ بہت سے لوگ ایسے معاملات میں بھی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپؐ کو تکلیف دینے لگے جن میں الگ بات کرنے کی کوئی حاجت نہ ہوتی''۔(تفہیم القرآن، ج ۵،ص ۳۶۳)۔اس صورت حال کی بنا پر نوبت یہاں آ پہنچی کہ ایک وقت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ: جو آپؐ سے تخلیہ میں گفتگو کرنا چاہے وہ پہلے صدقہ دے۔اگرچہ یہ حکم فوراً ہی منسوخ ہو گیا، لیکن آپؐ کی نرم خوئی کی عکاسی اور تعلیم کا کام پورا ہو گیا۔(المجادلہ ۵۸:۱۲۔۱۳)

روزمرہ کی عام زندگی، انفرادی اور اجتماعی زندگی سے آگے بڑھ کر تحریک کے نازک اور سنگین عوامل اور مواقع پر بھی آپؐ کی نرم دلی اور نرم خوئی اپنے دامن میں سب کچھ سمیٹ لیتی تھی۔ مخلص ساتھیوں کی کمزوریاں اور غلطیاں ہوں یا منافقین کی سرگرمیاں۔

سورۂ آل عمران کی وہ آیت جس میں آپؐ کی نرم دلی کو اللہ کی رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے، غزوۂ احد کے موقع پر نازل ہوئی۔ جب ایک طرف منافقین کے ایک گروہ نے آپؐ کو اور آپؐ کی جماعت کو ہر طرح نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور دوسری طرف مومنین کا ایک گروہ بھی دُنیا کی محبت میں آپؐ کی حکم عدولی کر بیٹھا اور جیتی بازی ہاتھ سے نکل گئی۔

اس موقع پر آپؐ منافقین سے سختی برتتے اور ان کو سزائیں دیتے اور قصوروار مومنین سے سختی سے باز پرس فرماتے تو سیاسی لحاظ سے بالکل مناسب اور صحیح ہوتا۔لیکن ایک گروہ سے آپ نے چشم پوشی فرمائی اور بالآخر ان کی کافی تعداد مخلص بن گئی۔ایک دوسرے گروہ کو آپؐ نے معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی معاف کر دیا، وہ بالآخر اسلام کے جاں نثار سپاہی ثابت ہوئے۔سزا کی روش اختیار کی جاتی تو یہ لوگ چھٹ جاتے۔ان کا اللہ کی نافرمانی کی راہ پر سخت پڑ جانا یا نکل کھڑا ہونا بھی ایک ہادی کا نقصان شمار ہوتا اور ان کا ضائع ہو جانا جماعت کا بھی نقصان ہوتا:

مگر جب تم [یعنی غزوۂ احد میں شریک صحابہ] نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا، اور جونہی کہ وہ چیز اللہ نے تمھیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت)، تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔اس لیے کہ تم میں



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے کچھ لوگ دُنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے۔ تب اللہ نے تمھیں کافروں کے مقابلے میں پسپا کر دیا تاکہ تمھاری آزمایش کرے۔ اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمھیں معاف ہی کر دیا کیونکہ مومنوں پر اللہ بڑی نظرِ عنایت رکھتا ہے۔ (آل عمران ۳:۱۵۳)

تم میں جو لوگ مقابلے کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے، ان کی اس لغزش کا سبب یہ تھا کہ ان کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیے تھے۔ اللہ نے انھیں معاف کر دیا۔ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔ (آل عمران ۳:۱۵۵)

دعوتِ اسلام کو جس نازک جدوجہد سے سابقہ تھا، اس کی وجہ سے یہ بات لازم کر دی گئی تھی، کہ کسی اجتماعی کام سے خصوصاً جہاد سے کوئی خود سے بیٹھ نہ جائے گا جب تک نبی کریم ﷺ سے اجازت نہ لے لے۔ اور آپؐ کو اجازت دینے یا نہ دینے کا پورا اختیار دیا گیا تھا:

مومن تو اصل میں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسولؐ کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لیے بغیر نہ جائیں۔ اے نبی ﷺ، جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور رسولؐ کے ماننے والے ہیں۔ پس جب وہ اپنے کسی کام سے اجازت مانگیں تو جسے تم چاہو اجازت دے دیا کرو اور ایسے لوگوں کے حق میں اللہ سے دُعائے مغفرت کیا کرو۔ (النور ۲۴:۶۲)

لیکن آپؐ کا سلوک یہ تھا کہ ہر قسم کا عذر قبول فرما لیتے۔ واقعی مجبوریاں تو ظاہر ہی ہوتی ہیں، لیکن جہاد سے پہلے یا جہاد کے بعد، منافقین جو عذرات تراشتے تھے، آپؐ ان کو بھی قبول فرما لیتے۔ پیچھے رہ جانے کی اجازت مرحمت فرما دیتے یا ان کی حرکت سے درگزر فرماتے اور چشم پوشی سے کام لیتے۔ قرآن مجید نے آپ کو انتہائی مشفقانہ انداز میں متوجہ کیا اور ساتھ ہی آپؐ کی صف رحمت کی عکاسی کر دی:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اے نبی ﷺ، اللہ تمھیں معاف کردے، تم نے کیوں انھیں رخصت دے دی۔
(التوبۃ۹:۴۳)

مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں: ''چشم پوشی اور مسامحت، کریم النفسی کا ایک لازمی مقتضا ہے۔ نبی ﷺ جس طرح تمام اعلیٰ صفات انسانی کے مظہر تھے، اسی طرح آپؐ میں چشم پوشی کی صفت بھی کمال درجہ موجود تھی۔ منافقین آپؐ کی اس کریم النفسی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے۔ فرائض دینی بالخصوص فریضۂ جہاد سے فرار کے لیے وہ مختلف قسم کے جھوٹے عذرات تراشتے اور آپؐ کی خدمت میں پیش کر کے گھر بیٹھ رہنے کی اجازت مانگتے۔ حضور ﷺ ان بناوٹی عذرات سے اچھی طرح واقف ہوتے، لیکن بربنائے کریم النفسی، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، درگزر فرما جاتے اور ان کو اجازت دے دیتے..... متنبہ کرنے کا انداز بہت دل نواز ہے۔ بات کا آغاز ہی عفو کے اعلان سے فرمایا کہ واضح ہو جائے کہ مقصود سرزنش اور عتاب نہیں بلکہ توجہ دلانا ہے.....'' (تدبر قرآن، ج ۳، ص ۱۷۲)

جب بعض منافقین کی دشمنی کھل کر سامنے آئی، اس وقت بھی آپؐ نے ان کے ساتھ تحمل، بردباری، درگزر اور حکمت کا معاملہ کیا۔ ان میں سے خاص طور پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے ساتھ آپؐ کا طرزِ عمل ہے جس سے آپؐ کی شانِ کریمی بھی ظاہر ہوتی ہے اور جس میں قیادت کے بہت سے قیمتی سبق پوشیدہ ہیں۔

یہ واقعات تفصیل چاہتے ہیں، جن کی یہاں گنجایش نہیں (تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۵۰۸، ۵۲۲ تفسیر سورۃ المنافقون میں دیکھے جا سکتے ہیں)۔ لیکن اس شخص کی ساری بدتمیزیوں، دشمنیوں، سازشوں اور غداریوں کے بعد ۵، ۶ ہجری میں غزوہ بنی المصطلق (یا بنی مریسیع) کے موقع پر اس نے ایسے فتنے اٹھائے جو مسلمانوں کی جمعیت کو پارہ پارہ کر سکتے تھے۔

ایک طرف اس نے انصار اور مہاجرین کو آپس میں لڑوانے کی کوشش کی اور دوسری طرف



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



منافقین کے ساتھ مل کر یہ سازش کی کہ مدینہ پہنچ کر آپؐ کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اس نے کہا کہ ''ہماری اور ان قریش کے کنگلوں (یا اصحاب محمدؐ) کی حالت پر یہ مثل صادق آتی ہے، کہ اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا کرتا کہ تجھی کو پھاڑ کھائے۔ تم لوگ ان سے ہاتھ روک لو تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں۔ خدا کی قسم، مدینہ واپس پہنچ کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال دے گا۔'' الرحیق المختوم، ص ۵۳۶)

اس واقعہ کی رپورٹ حضرت زید بن ارقم نے جو اس وقت نوجوان تھے، حضور ﷺ تک پہنچادی۔ دریافت کیا تو عبداللہ بن ابی صاف مکر گیا۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ: ''اس کی گردن اُڑا دی جائے۔'' مگر حضور ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو، لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں ہی کو قتل کر رہا ہے۔'' آپؐ کی اس پالیسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام انصار میں عبداللہ بن ابی کے خلاف سخت غصہ پیدا ہو گیا اور ہر طرف سے اس پر پھٹکار پڑنے لگی۔ یہاں تک کہ جب یہ قافلہ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے لگا تو عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے جن کا نام بھی عبداللہ تھا، تلوار سونت کر باپ کے آگے کھڑے ہو گئے اور بولے: ''آپ نے کہا تھا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلیل کو نکال دے گا۔ اب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ عزت آپ کی ہے یا اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی۔ خدا کی قسم آپ مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک رسول اللہ ﷺ آپ کو اجازت نہ دے دیں۔'' چنانچہ جب حضرت عبداللہ نے حضور ﷺ کے کہنے پر راستہ چھوڑا اور تلوار میان میں رکھی تو عبداللہ بن ابی مدینہ طیبہ میں داخل ہو سکا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ امر بھی بیان کر دیا کہ ایسے منافقین کی مغفرت نہ ہوگی، اگرچہ نبی کریم ﷺ خود استغفار کریں (المنافقون ۶۳:۶)۔ پھر غزوۂ تبوک کے موقع پر زیادہ شدت کے ساتھ تاکید کی کہ اگر آپؐ ستر بار بھی استغفار کریں گے تو ایسے دشمنان خدا کو معاف نہیں کیا جائے گا:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط (التوبۃ۹:۸۰) اے نبیؐ، تم خواہ ایسے لوگوں کے لیے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو اگر تم ستر مرتبہ بھی انھیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو (اللہ) انھیں ہرگز معاف نہ کرے گا۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ سراپا رحمت وشفقت تھے۔ اس وجہ سے ان منافقین کی تمام شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں کے باوجود ان کی اصلاح اور نجات، آپؐ کو اس قدر عزیز تھی کہ جس طرح آپؐ اپنی تمام امت کے لیے برابر خدا سے مغفرت چاہتے رہتے تھے، اسی طرح ان کے لیے بھی برابر نجات کی دُعا کرتے رہتے۔'' (تدبر قرآن، ج ۳، ص ۲۰۳)

یہاں تک کہ جب عبداللہ بن ابی جیسے منافق کا انتقال ہوگیا تو حضور ﷺ کے لطف وکرم کی انتہا یہ تھی کہ ''اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ جو مخلص مسلمانوں میں سے تھے، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کفن میں لگانے کے لیے آپؐ کا کرتا مانگا۔ آپؐ نے کمال فراخ دلی سے عطا کر دیا۔ پھر انھوں نے درخواست کی کہ آپؐ ہی نماز جنازہ پڑھائیں۔ آپؐ اس کے لیے بھی تیار ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے باصرار ذکر کیا کہ 'یارسول اللہ ﷺ! کیا آپؐ اس شخص کا جنازہ پڑھیں گے جو یہ اور یہ کر چکا ہے؟'' مگر حضور ﷺ ان کی یہ باتیں سن کر مسکراتے رہے اور اپنی اس رحمت کی بنا پر جو دوست دشمن سب کے لیے عام تھی، آپؐ نے اس بدترین دشمن کے حق میں دُعائے مغفرت کرنے میں تامل نہ کیا۔ [ایک روایت میں یہ ہے کہ جب سورۃ التوبہ کی آیت کا حوالہ دیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے بخشش ہو جائے گی تو میں کرتا] آخر جب آپؐ نماز پڑھانے کھڑے ہوگئے تو یہ آیت نازل ہوئی: (تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۲۲۰)۔


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ○(التوبۃ ۹ : ۸۴)

اور آیندہ ان میں سے جو کوئی مرے اس کی نماز جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہونا، کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے ہیں، اس حال میں کہ وہ فاسق تھے۔

## عفو ودرگزر

اسی رحمت کا ظہور اسی شانِ عفو میں تھا جو دوست دشمن سب کے لیے عام تھی اور جس کی ہدایت آپؐ کو آپؐ کی نرم دلی کے تذکرہ کے فوراً بعد ہی کی گئی تھی۔ انسان کی فطرت کا ایک عجیب پہلو یہ ہے کہ اس کے لیے بعض اوقات دشمن کو معاف کر دینا آسان ہوتا ہے لیکن وہ اپنوں کے لیے بڑا سخت گیر بن جاتا ہے۔ مگر نبی کریم ﷺ کا یہ فیض سب کے لیے عام تھا۔ دشمنوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اپنے اگر اخلاقی اور قانونی غلطیاں کرتے تو آپؐ کی خواہش ہوتی کہ آپؐ کے علم میں نہ آئے۔ علم میں آجائے تو سزا دینے کی نوبت نہ آئے۔ سزا دینا ہی پڑے تو کفارہ پر بات ٹل جائے۔ لیکن تحریکی غلطیوں پر بھی آپؐ کا سلوک اس سے مختلف نہ تھا۔

مشہور واقعہ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا ہے۔ جب قریش نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا تو حضور ﷺ نے فتح مکہ کی تیاریاں شروع کر دیں مگر چند صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ کسی کو نہ بتایا کہ قصد وارادہ کیا ہے۔ اسی زمانے میں بنی عبدالمطلب کی ایک عورت مالی مدد کے لیے مدینہ طیبہ آئی۔ جب وہ واپس جانے لگی تو حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ اس سے ملے اور اس کو چپکے سے ایک خط بعض سرداران مکہ کے نام دیا، اور دس دینار دیے تا کہ وہ راز فاش نہ کرے اور چھپا کر یہ خط ان لوگوں تک پہنچا دے۔ ابھی وہ مدینے سے روانہ ہی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اس پر مطلع فرما دیا۔ آپؐ نے فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسود رضی اللہ عنہ کو اس کے پیچھے بھیجا..... [ان حضرات نے خط برآمد کر لیا اور اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ کھول کر پڑھا گیا تو اس میں قریش کے لوگوں کو یہ اطلاع دی گئی، کہ رسول اللہ ﷺ تم پر چڑھائی کی تیاری کر رہے ہیں]۔

حضور ﷺ نے، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ کیا حرکت ہے؟ انھوں نے عرض کیا: آپؐ میرے معاملے میں جلدی نہ فرمائیں۔ میں نے جو کچھ کیا ہے اس بنا پر نہیں کیا ہے کہ میں کافر یا مرتد ہو گیا ہوں اور اسلام کے بعد اب کفر کو پسند کرنے لگا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے اقربا مکہ میں مقیم ہیں۔ میں قریش کے قبیلے کا آدمی نہیں ہوں، بلکہ بعض قریشیوں کی سرپرستی میں وہاں آباد ہوا ہوں۔ مہاجرین میں سے دوسرے جن لوگوں کے اہل وعیال مکہ میں ہیں، ان کو تو ان کا قبیلہ بچالے گا مگر میرا کوئی قبیلہ وہاں نہیں ہے جسے کوئی بچانے والا ہو۔ اس لیے میں نے یہ خط اس خیال سے بھیجا تھا کہ قریش والوں پر میرا احسان رہے جس کا لحاظ کر کے وہ میرے بال بچوں کو نہ چھیڑیں..... رسول اللہ ﷺ نے حاطب کی یہ بات سن کر حاضرین سے فرمایا: قد صدقکم ''حاطب نے تم سے سچی بات کہی ہے''۔ یعنی ان کے اس فعل کا اصل محرک یہی تھا، اسلام سے انحراف اور کفر کی حمایت کا جذبہ اس کا محرک نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں، اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''اس شخص نے جنگ بدر میں حصہ لیا ہے۔ تمھیں کیا خبر، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو ملاحظہ فرما کر کہہ دیا ہو کہ تم خواہ کچھ بھی کرو، میں نے تم کو معاف کیا..... یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو دیے اور انھوں نے کہا، اللہ اور اس کے رسولؐ ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ (تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۵۲۳، بحوالہ مسلم، ابو دائود، ترمذی وغیرہ)۔

بنیادی بات یہی تھی کہ کون اپنا ہے اور کس کا ریکارڈ کیا ہے۔ جو بنیادی طور پر اپنا ہے،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وفادار ہے، نیک نیت ہے، اس کی زندگی وفاداری میں بسر ہوئی ہے، وہ اگر اتنی بڑی غلطی کرے کہ جو کسی بھی قانون کے تحت غداری کی تعریف میں آتی ہے تو وہ نرمی کا مستحق ہے۔ معاف کیا جائے گا یا نہیں، یہ جماعتی حالات پر منحصر ہے لیکن سزا دینے کے مقابلے میں معاف کر دینا، اور پکڑ لینے کے بجائے چھوڑ دینا، زیادہ بہتر اور افضل ہے..... حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ احتساب اور تعزیر میں بڑے نرم تھے اور معاف کر دینے میں بڑے فیاض۔

## مشاورت

نرمی اور معافی کے ذکر کے بعد ہی قرآن نے آپؐ کی سیرت کے ایک اور پہلو کو کھولا ہے اور وہ یہ کہ آپؐ نے تحریک کے سارے اہم معاملات میں ساری زندگی اپنے ساتھیوں کو فیصلوں میں شریک کیا، ان سے مشورہ کیا۔ وشاورھم فی الامر پر آپؐ کی پوری سیرت گواہ ہے۔

بات یہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ مشورے کے محتاج ہوں۔ ایک طرف وحی الٰہی کی ہدایت آپؐ کو حاصل تھی، دوسری طرف خود آپؐ کا سینہ مبارک علم اور فیصلہ کرنے کی صحیح استعداد اور قوت (علمًا و حکمًا) کے نور سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن کوئی جماعت اس وقت تک قوت نہیں حاصل کر سکتی، جب تک اس کے شرکا اس کے فیصلوں میں شریک نہ ہوں۔ سیرت سے بے شمار واقعات اس کی تائید میں پیش کیے جا سکتے ہیں۔ ہم صرف چند بڑے اور اہم واقعات کا ذکر کریں گے۔

مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد آپؐ کو پہلا نازک مرحلہ غزوۂ بدر کا پیش آیا۔ قوت کمزور تھی، تعداد کم تھی، سواریاں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ مہاجر اپنا گھر بار چھوڑ کر آئے تھے۔ انصار سے بیعت یہ تھی کہ دشمن حملہ کرے گا تو جان لڑائیں گے۔ ادھر ایک طرف قریش کا قافلہ تجارت تھا، اور دوسری طرف قریش کا لشکر جرار۔ دعوت و تحریک کی طویل حکمت عملی کا تقاضا یہ تھا کہ لشکر جرار سے ٹکر مول لی جائے اور کفر و باطل کی قوت کا سر کچل دیا جائے۔ مشیت الٰہی بھی یہ تھی اور آپؐ اپنا



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فیصلہ سنا کر حکم دیتے تو صحابہؓ تعمیل اور جاں نثاری میں کوتاہی نہ کرتے۔ لیکن، آپؐ نے مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور مسئلہ ان کے سامنے رکھا۔

مہاجرین میں سے حضرت مقداد بن عمروؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ، جدھر آپؐ کا رب آپؐ کو حکم دے رہا ہے اسی طرف چلیے۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنے والے نہیں ہیں کہ جاؤ تم اور تمھارا خدا دونوں لڑیں، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نہیں، ہم کہتے ہیں کہ چلیے آپؐ اور آپؐ کا خدا دونوں لڑیں اور ہم آپؐ کے ساتھ جانیں لڑائیں گے، جب تک ہم میں سے ایک آنکھ بھی گردش کر رہی ہے۔''

حضور ﷺ نے اب بھی فیصلہ نہ کیا یہاں تک کہ انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ بولے: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، جو کچھ آپؐ نے ارادہ کیا ہے اسے کر گزریئے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر ہمیں لے کر سامنے سمندر پر جا پہنچیں اور اس میں اتر جائیں تو ہم آپؐ کے ساتھ کود یں گے اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہے گا۔'' اس کے بعد حضور ﷺ کا چہرہ چمک اٹھا اور آپؐ نے لشکر کے مقابلے کا فیصلہ کر لیا۔

غزوۂ احد (۳ھ) کے موقع پر جب یہ سوال پیدا ہوا کہ شہر میں محصور ہو کر مدافعت کی جائے یا شہر سے باہر نکل کر، تو حضور ﷺ نے اس امر کا فیصلہ بھی اپنے ساتھیوں کے مشورہ سے کیا۔ ایک روایت کے مطابق ان جوشیلے نوجوانوں کی اکثریت کی رائے کی بنا پر فیصلہ کیا جو غزوہ بدر میں نہ لڑ سکے تھے، اور اب اپنی جاں نثاری دکھانے کے لیے بے چین تھے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان بھی اٹھانا پڑا۔

غزوۂ احزاب (۵ھ) کا وقت بڑا نازک تھا۔ سارا عرب امنڈ کر آیا تھا۔ ہزاروں کے لشکر نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ دفاع کا انتظام حضور ﷺ نے مشورے کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے سے خندق کھود کر لیا تھا۔ پشت پر یہودیوں کے قلعے تھے اور ان سے کسی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وقت بھی غداری متوقع تھی بلکہ قریش ان سے نامہ و پیام میں مصروف تھے اور وہ مسلمانوں سے اپنا وعدہ توڑنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔

حضور ﷺ نے موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے بنو غطفان سے صلح کی بات چیت شروع کی اور چاہا کہ وہ مدینہ کے پھلوں کی پیداوار کا ایک تہائی حصہ لے کر قریش کا ساتھ چھوڑ دیں اور مسلمانوں سے صلح کر کے واپس چلے جائیں۔ لیکن اس معاملے میں بھی آپؐ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ انصار کے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ، یہ آپؐ کی اپنی خواہش ہے یا اللہ کا حکم ہے۔ آپؐ نے بتایا کہ نہیں، یہ میری خواہش ہے کہ میں تم لوگوں کو بچالوں اور دشمن کا زور توڑ دوں۔ دونوں سرداروں نے کہا کہ جب ہم مسلمان نہیں تھے، تو یہ قبیلے ہم سے خراج وصول نہ کر سکے۔ کیا اب یہ ہم سے خراج لیں گے؟ یہ کہہ کر انھوں نے اس معاہدہ کا مسودہ چاک کر دیا جس پر ابھی تک دستخط نہ ہوئے تھے۔ بات یہ نہ تھی کہ حضور ﷺ میں کوئی کمزوری تھی بلکہ مشورہ لینا، وہ حکمت و دانائی کا کام تھا جس کے ذریعے صلح کے خیال کو ختم کر دینے اور لڑائی کے عزم کو زندہ و برقرار رکھنے کا مقصد حاصل ہوا۔ لوگ پختہ ہو گئے اور ایک نئی قوت ان کے اندر پیدا ہو گئی۔

ان سارے معاملات میں ایک آمر حکمران اور ایک طاقت ور لیڈر کی طرح اپنے فیصلے نافذ کرنے کے بجائے حضور ﷺ نے ہر کام اور ہر فیصلہ میں اپنے ساتھیوں کو شریک رکھا۔ حالانکہ، اگر کوئی لیڈر اس کا مستحق تھا کہ وہ اپنے فیصلے از خود کر کے نافذ کر دے تو وہ آپؐ تھے اور اگر کسی کی، اس کے باوجود، دل و جان سے اطاعت کی جاتی تو وہ آپؐ تھے۔ اس لیے کہ آپؐ ایک عام انسانی لیڈر نہ تھے، بلکہ اللہ کے رسولؐ تھے۔

مشورے کی ان مجلسوں میں شرکا پوری آزادی سے بولتے۔ اپنی رائے پیش کرتے، بحث کرتے، دلائل دیتے اور ان پر کوئی پابندی عائد نہ ہوتی۔ منافق بھی ان مجلسوں میں شریک ہوتے۔ اس سلسلے میں قرآن نے جو ہدایات دی ہیں، ان سے اس ماحول کا اندازہ ہوتا ہے،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جوان مجلسوں میں پایا جاتا ہے۔ جو چاہتے تھے وہ زور زور سے بول کر، چیخ چیخ کر اپنی بات منوانے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ اس پر بھی مصر ہوتے تھے کہ انھی کی سنی جائے اور انھی کی مانی جائے اور اللہ اور رسولؐ کی بات پر بھی ان کی بات مقدم ہو۔ اس موقع پر چرب زبانی، دلائل کی فراوانی، قسموں کی بہتات، لچھے دار تقریریں، سب ہی کچھ ہوتا تھا۔ (الحجرات ۴۹:۱-۳)

## تواضع

آخری بات جس پر میں اس تذکرہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی، کسی طرح اور کسی پہلو سے، اپنے کو، اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں فائق و برتر کر کے نہیں رکھا۔ اگر آپؐ ایسا کرتے تو بجا ہوتا۔

آپؐ ہی سب سے زیادہ تفویق کے مستحق تھے۔ آپؐ صرف انسان نہ تھے، اللہ کے رسولؐ تھے۔ آپؐ کا سینہ مہبط وحی تھا۔ آپؐ پر لوگ پروانہ وار فدا تھے۔ لیکن آپؐ نے ہمیشہ تواضع اختیار کی۔ عام ساتھیوں کے ساتھ، ان کی طرح اٹھتے بیٹھتے تھے، چلتے پھرتے تھے، کھاتے پیتے تھے، پہنتے اوڑھتے تھے۔ کسی پہلو سے آپؐ نے خود کو ممتاز نہیں کیا۔ لوگ باہر سے مجلس میں آتے تو پوچھنا پڑتا کہ محمد ﷺ کون ہیں؟ اپنے لیے تعظیماً کھڑے ہونے کو آپؐ نے منع فرما دیا تھا۔ کسی نے آپؐ کا رتبہ ذرا بڑھایا نہیں کہ آپؐ نے اس کو ٹوک دیا۔ کسی نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں تو یہ کہنے سے منع کیا۔ کسی نے کہا کہ جو اللہ چاہے اور جو محمد ﷺ چاہیں تو اس کو ایسا کہنے سے روک دیا۔ اپنی ذات کو مقصود بننے سے روکا کہ اصل تعلق اور شیفتگی اللہ سے ہونا چاہیے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَاۗىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓي اَعْقَابِكُمْ (آل عمران ۳:۱۴۴)

محمد ﷺ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# آرزوئے دل

آخری بات یہ عرض کروں گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت، شخصیت، اخلاق کا یہ وہ نور ہے جس سے آج ان لوگوں کو اپنے چراغ روشن کرنے چاہییں، جو دعوت و تحریک کی راہ پر چل رہے ہیں۔

ہم میں سے کوئی بھی آپؐ کے مقام بلند تک پہنچنے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن کیونکہ اس دعوت و تحریک کا چلتا پھرتا کامل ماڈل آپؐ ہیں، اس لیے اس نور سے ہم جتنا بھی اپنے اخلاق کو، اپنے دل کو، اپنی عملی زندگی کو روشن کرلیں، جتنا بھی ہم حضورؐ سے قریب آسکیں، اتنا ہی ہمارا رب ہم سے محبت کرے گا، ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے گا، ہماری غلطیاں معاف کرے گا اور ہم کو دُنیا و آخرت میں فوز و فلاح سے سرفراز کرے گا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران ۳:۳۱)

اے نبی ﷺ، لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عُذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تُو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اقبال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# کلامِ نبویؐ کا نور

اعمالِ حسنہ کے لیے بہترین رہنمائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت پائی، آپ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ کے ارشادات کو سُنا، اور آپ ﷺ کا کلام اس سے مَس کر گیا، اس دل کی مشت خاک کو اس پارس نے سونے کا ہمالہ بنا دیا۔ آپ ﷺ کی صحبت کے برابر کوئی درجہ نہیں، لیکن آپ ﷺ کی براہِ راست صحبت کی سعادت تو اب کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ کو دیکھنے والوں میں تو وہ بھی تھے جنھوں نے آپ ﷺ کا انکار کیا اور جہنم کے مستحق ہوئے، جب کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ایمان کی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ فللّٰہ الحمد---لیکن آپ ﷺ کے کلام کی صحبت میں اپنی زندگی کے لمحات بسر کر لینا آج بھی ممکن ہے، اور ایک عظیم سعادت ہے۔ حضور ﷺ کی مجلسوں میں تشریح و تعبیر کی ضرورت نہیں ہوا کرتی تھی۔ موعظہ حسنہ صاف اور سیدھا سادا ہوتا، اور کلام براہِ راست دلوں میں اُتر جاتا۔

خرم مراد

لیسٹر، اکتوبر ۱۹۹۶ء



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

## صاف دلی، جنت کا پروانہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی تمھارے پاس ایک ایسا آدمی آئے گا، جو اہل جنت میں سے ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک انصاری صحابی داخل ہوئے۔ ان کی داڑھی سے وضو کے قطرے ٹپک رہے تھے، اور وہ اپنے بائیں ہاتھ میں جوتے پکڑے ہوئے تھے۔ اگلے دن بھی نبی ﷺ نے یہی بات دہرائی، اور پہلے دن کی طرح وہی صاحب آئے۔ تیسرا دن آیا تو آپ ﷺ نے پھر یہی ارشاد فرمایا، اور پھر پہلے کی طرح وہی صاحب آئے۔

جب نبی ﷺ اُٹھ گئے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ان صاحب کے پیچھے پیچھے گئے اور ان سے کہا: میری اپنے والد سے لڑائی ہوگئی ہے، اور میں نے طے کیا ہے کہ تین دن ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ کیا میں آپ کے پاس رہ سکتا ہوں؟ اُنھوں نے کہا: ضرور۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا، کہ: وہ اُن صاحب کے ساتھ تین رات رہے۔ اُنھوں نے نہیں دیکھا کہ وہ قیام اللیل کے لیے اُٹھے ہوں، سوائے اس کے کہ جب آنکھ کھلتی تو بستر پر لیٹے لیٹے اللہ کو یاد کر لیتے اور تکبیر پڑھتے، یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مزید کہا: ہاں، اور سوائے اس کے کہ میں نے ان کو صرف



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھلی بات بولتے سنا۔

جب تین راتیں گزر گئیں، اور مجھے ان کا عمل کچھ بھی نہ لگا، تو میں نے ان سے کہا: اے اللہ کے بندے، میری اپنے والد سے نہ ناراضی ہوئی تھی اور نہ ترک تعلق۔ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو تین مرتبہ آپ کے بارے میں یہ فرماتے سُنا کہ ''ابھی تمھارے پاس ایک ایسا آدمی آئے گا جو اہل جنت میں سے ہے''۔ تینوں بار آپ ہی آئے۔ میں نے سوچا کہ میں کچھ وقت آپ کے پاس رہوں اور دیکھوں کہ آپ کیا خاص عمل کرتے ہیں۔ اسی لیے میں آپ کے پیچھے پیچھے آیا۔ لیکن میں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا۔ اب آپ بتائیے، وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا؟

اُنھوں نے کہا: جو کچھ تم نے دیکھا، اس کے علاوہ تو میں کچھ بھی نہیں کرتا۔

میں [اجازت لے کر] چلنے لگا، تو اُنھوں نے مجھے پکارا، اور کہا: جو تم نے دیکھا، اس کے علاوہ تو کچھ نہیں---مگر ہاں، میں کسی بھی مسلمان کے لیے اپنے دل میں کوئی برائی اور میل نہیں رکھتا، نہ میں کسی سے، اس پر جو اسے اللہ نے دیا ہے، حسد کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بس یہی وہ کمال ہے جو آپ کو حاصل ہے۔

**(مسند احمد)**

ہر مسلمان بھائی کی طرف سے سینہ صاف رکھنا، کوئی عداوت، کوئی کدورت، یا برائی دل میں نہ رکھنا، اور اس سے حسد نہ کرنا--- یہ اتنا اُونچا عمل ہے کہ اس پر تین مرتبہ رحمت عالم ﷺ سے جنت کی بشارت پائی۔

## برائی کا جواب، صبر کا پھل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک مجلس میں نبی ﷺ تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ اس کے برا بھلا کہنے کو سنتے، اور اس پر تعجب کرتے اور مسکراتے



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہے۔ جب وہ شخص [باز نہ آیا] اور کہتا ہی چلا گیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا۔ اس پر نبی ﷺ [کے چہرے] پر ناراضی کے آثار ظاہر ہوئے، اور آپ ﷺ وہاں سے اُٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے گئے اور عرض کیا: یارسول ﷺ اللہ، وہ شخص مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا، جب تک آپ ﷺ تشریف فرما رہے۔ جب میں نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا، تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے اور اُٹھ گئے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: [ابوبکر رضی اللہ عنہ] تمھارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو اس کو جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے خود اس کو جواب دینا شروع کر دیا، تو شیطان بیچ میں کود پڑا۔

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: جس بندہ پر ظلم کیا جائے، اور وہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر خاموش رہے، اللہ اس کی زبردست مدد کرتا ہے۔ (احمد، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

لوگ برا بھلا منہ پر بھی کہتے ہیں، پیٹھ پیچھے بھی۔ اور آج کل تو لکھتے بھی ہیں، اور فوٹو کاپی کر کے یا اخبار رسالوں میں چھپوا کر سیکڑوں ہزاروں تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس سے تکلیف بھی ہوتی ہے، غصہ بھی آتا ہے، اور جواب دینے کو بھی دل چاہتا ہے، مگر اللہ کی رضا کی خاطر صبر اور خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر روش ہے۔ یہ صبر اور خاموشی فرشتوں کے ذریعہ نصرت کا مستحق بناتی ہے۔

آدمی جواب دینے پر اُتر آئے تو کہیں نہ کہیں کوئی شیطانی بات سرزد ہونے کا غالب امکان ہے۔

## اصل سرمایہ کاری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک آدمی جنگل میں کھڑا تھا۔ اس نے اُوپر بادل میں سے ایک آواز سنی: جا، اور فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر۔ [اس نے دیکھا کہ] وہ بادل ایک جانب بڑھا، اور ایک پتھریلی زمین پر پانی برسایا۔ وہ پانی چھوٹی چھوٹی نالیوں میں بہنے لگا، اور پھر سب ایک نالے میں جمع ہو گیا۔

وہ آدمی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ پانی کہاں جاتا ہے نالے کے ساتھ ساتھ چلا۔ ایک مقام پر اس نے ایک شخص کو دیکھا، جو اس پانی کو اپنے باغ میں بیلچے سے اِدھر اُدھر پھیلا رہا تھا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس آدمی نے [باغ والے سے] پوچھا: اے بندہ خدا، تیرا نام کیا ہے؟

باغ والے نے کہا: میرا نام فلاں ہے [یعنی وہی نام بتایا، جو اس نے بادل میں سے سنا تھا]۔

پھر اس نے سوال کیا: اے خدا کے بندے، تو نے میرا نام کیوں پوچھا؟

اس آدمی نے جواب دیا: میں نے بادل میں سے، جس نے یہ پانی برسایا ہے، آواز سنی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر، [یعنی تیرا نام لیا]۔ تو اپنے باغ میں ایسا کون سا نیکی کا کام کرتا ہے؟ [کہ بادل کو تیرا نام لے کر حکم ہوا کہ تیرے لیے پانی برسائے]۔

باغ والے نے کہا: تو نے یہ بات بتائی ہے تو میں بھی بتاتا ہوں۔ جو کچھ میرے باغ میں پیدا ہوتا ہے، میں اس کا ایک تہائی صدقہ کر دیتا ہوں، ایک تہائی اپنے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہوں، اور ایک تہائی اسی باغ میں [اس کی ترقی کے لیے] لگا دیتا ہوں (مسلم)۔

اللہ تعالیٰ کو یہ محبوب ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں خرچ کرے، اور اسی طرح خرچ کرے جس طرح دُنیا کے لیے کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ کو یہ بھی محبوب ہے کہ انسان اپنے اوپر بھی خرچ کرے۔ اور یہ بھی محبوب ہے کہ وہ اپنے ذریعہ معاش میں ترقی کے لیے سرمایہ کاری بھی کرے۔

جب وہ اپنے مال کو اس طرح خرچ کرتا ہے تو پھر آسمان سے بھی برکتوں کی بارش ہوتی ہے، اور پیداوار بھی پھلتی پھولتی ہے۔

## اللہ کے لیے، بے دریغ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک آدمی نے سوچا کہ میں آج ضرور کچھ خیرات کروں گا۔ چنانچہ وہ رات کے وقت مال لے کر صدقہ دینے کے لیے نکلا، مگر [اندھیرے کی وجہ سے] صدقے کی رقم ایک چور کے ہاتھ میں دے آیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا، کہ آج رات ایک چور کو خیرات دی گئی۔

اس آدمی نے [یہ سنا تو] کہا: اے میرے اللہ، حمد تیرے ہی لیے ہے، کہ صدقہ ایک چور کو مل گیا! اب آج رات میں پھر خیرات کروں گا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ اگلی رات وہ پھر صدقہ دینے کے لیے نکلا، مگر اب کے ایک بدکار عورت کے ہاتھ پر رکھ آیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں میں پھر چرچا ہوا، کہ آج رات ایک بدکار عورت کو خیرات دی گئی۔

اس آدمی نے [یہ سنا تو] کہا: اے میرے اللہ، حمد تیرے ہی لیے ہے، کہ صدقہ ایک بدکار عورت کو مل گیا! اب آج رات میں پھر خیرات کروں گا۔

[تیسری رات] وہ پھر نکلا، مگر اب کے صدقہ ایک دولت مند شخص کو دے آیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں میں پھر چرچا ہوا، کہ آج رات ایک دولت مند شخص کو خیرات دی گئی۔

اس آدمی نے [یہ سنا] تو کہا: اے میرے اللہ، ساری حمد تیرے ہی لیے ہے کہ صدقہ کبھی ایک چور کو، کبھی ایک بدکار عورت کو، اور کبھی ایک دولت مند کو مل گیا!

اسے خواب میں بتایا گیا: تیرے سارے صدقات قبول ہو گئے۔ ممکن ہے کہ جو صدقہ تو نے چور کو دے دیا وہ اسے چوری سے باز رکھے، جو تو نے بدکار عورت کو دے دیا، وہ اسے بدکاری سے باز رکھے، اور جو تو نے دولت مند کو دے دیا، اس سے وہ عبرت پکڑے، اور جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ (**بخاری، مسلم**)

مال دینا، مٹھی بھر بھر کے دینا، صرف اللہ کی رضا پر نظر رکھتے ہوئے دینا، اور ایسی جگہ بھی چلا جائے جو دینے والے کے نزدیک مستحق یا صحیح نہ ہو، مگر دیتے رہنا، یہی اللہ کو محبوب ہے۔

نہ یہ کہ جو مانگے اس کے بارے میں مکمل تحقیق کرنے پر تلے رہنا، اور اللہ کے لیے دینے کے بعد معلوم ہو کہ غلط آدمی کو چلا گیا تو کف افسوس ملنا۔ نہ یہ کہ کسی ایسے دینی کام میں نہ دینا جو اپنی مرضی کے مطابق نہ ہو، یا اس کے نتائج اپنی پسند کے مطابق نہ نکلیں، تو کہنا کہ میرے پیسے ضائع ہو گئے۔ پھر تو دینا اللہ کے لیے نہ ہوا، اپنی مرضی یا نتائج کے لیے ہوا۔

## درست میزان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کا مقام [قدر و منزلت] کیا ہے، وہ یہ دیکھے کہ اللہ کا مقام اس کے نزدیک کیا ہے۔ (**حاکم و صححه، تخریج الاحیاء**]



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ ترازو دل میں، آنکھوں کے سامنے، آویزاں کر لیجیے۔

دیکھتے جایئے! آپ کے دل میں اللہ کا کیا مقام ہے، آپ کے وقت میں اس کا کیا حصہ ہے، آپ کے مال میں اس کے لیے کتنا ہے، آپ کی توجہ اور یاد کس قدر اس کے لیے ہے؟ بس اسی سے آپ کو معلوم ہوتا جائے گا کہ آپ کا مقام اس کے ہاں کیا ہے۔

## ملازم کے حقوق

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ آئے، آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کیا: میرے چند غلام ہیں، جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں، اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ میں بھی انھیں مار لیتا ہوں اور برا بھلا کہہ لیتا ہوں۔ ان کے اور میرے درمیان اس معاملے کا کیا بنے گا؟

رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اتنی سزا دو جتنی وہ تمھارے ساتھ خیانت کریں، تمھاری نافرمانی کریں، اور تم سے جھوٹ بولیں۔ اگر تمھاری سزا ان کی خطاؤں سے کم ہوئی، تو ان کے ذمے تمھارا حق باقی رہے گا۔ لیکن اگر تمھاری سزا ان کی زیادتیوں سے بڑھ گئی، تو تم نے ان کے ساتھ جو زیادتی کی ہوگی اس زیادتی کا قصاص لیا جائے گا۔

وہ صاحب یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہی رونے اور چیخنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو کیا ہو گیا؟ یہ اللہ کی کتاب نہیں پڑھتے!--- ''قیامت کے روز ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والا ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ جس کا رائی کے دانے کے برابر بھی کیا دھرا ہوگا وہ ہم سامنے لے آئیں گے اور حساب لگانے کے لیے ہم کافی ہیں'' (الانبیا ۲۱:۴۷)

ان صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ، پھر تو میں اس سے بہتر کوئی صورت نہیں دیکھتا کہ اپنے غلاموں سے جدا ہو جاؤں۔ آپ ﷺ گواہ رہیے، یہ سب آزاد ہیں۔ (الفتح الربانی الترتیب مسند احمد)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انسانوں کے حقوق کا معاملہ بہت نازک ہے۔ قیامت کے دن ہر حق اور ہر ظلم کا حساب اور بدلہ ہوگا۔
ہر انسان کی جان، مال اور عزت آپ پر حرام ہے۔
جو معاملہ کریں، جو لفظ بولیں، بڑی احتیاط سے۔ محفوظ راستہ ہے خاموشی اختیار کرنا، اور کسی کو کوئی ایذا نہ پہنچانا۔

## انسانی حقوق

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ یکا یک ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے سامنے کے دانت نظر آنے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان، آپ ﷺ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ میری اُمت کے دو آدمی رب العزت کے سامنے دوزانو بیٹھے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: میرے رب، میرے بھائی سے میرا حق دلوایئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ اس کے پاس تو اب کوئی نیکی باقی نہیں بچی۔

وہ شخص بولا: میرے رب، اگر اس کے پاس کوئی نیکی نہیں رہی، تو وہ میرے گناہوں کا بوجھ اُٹھائے۔

[یہ کہتے ہوئے] رسول اللہ ﷺ رونے لگے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ اور فرمایا: وہ دن بڑا ہی سخت ہوگا! لوگ اس کے بھی محتاج ہوں گے کہ کسی طرح ان کے گناہ ہی ہٹا لیے جائیں۔

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مانگنے والے سے فرمایا: ذرا اپنی نگاہ اُوپر اٹھاؤ، اور دیکھو۔

اس نے اُوپر دیکھا، تو بولا: سونے کے شہر اور سونے کے محل ہیں! موتیوں سے مرصع ہیں!



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ کس نبی کے لیے ہیں؟ کس صدیق کے لیے ہیں؟ کس شہید کے لیے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو اس کی قیمت ادا کرے [اس کے لیے]

وہ بولا: میرے رب، اس کی قیمت بھلا کون ادا کر سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو دے سکتا ہے!

اس نے پوچھا: کیسے؟

فرمایا: اپنے بھائی کو معاف کر کے۔

وہ بولا: میرے رب، میں نے اس کو معاف کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے، اور اسے جنت میں لے جا۔

پھر اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو، اپنے درمیان صلح صفائی رکھو کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے درمیان صلح صفائی کراتا ہے۔ **(بیہقی)**

قیامت کے دن نیک انسانوں کے حقوق کی ادائیگی اعمال کی کرنسی ہی سے ہو سکتی ہے۔

لیکن غلطیاں انسان ہی سے ہوتی ہیں۔ اس لیے جہاں عفو و درگزر نہ ہو، کسی کے لیے بھی نجات نہیں۔

اسی لیے عفو و درگزر کی اتنی حسین و پُرکشش ترغیب دی گئی ہے۔

زمین و آسمان کی طرح وسیع جنت ان کے لیے ہے جن کے دل اتنے ہی وسیع ہوں، اور وہ انسانوں کو معاف کرنے والے ہوں۔

## معروف و منکر کی تمیز

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لوگو، اُس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب تمھاری عورتیں حدود سے باہر نکل پڑیں گی، تمھارے نوجوان نافرمان ہو جائیں گے، اور تم جہاد کو چھوڑ بیٹھو گے!

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا واقعی ایسا بھی ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، عنقریب اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا: اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اُس وقت تمھارا کیا حال ہوگا، جب تم **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** کو چھوڑ بیٹھو گے!

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا ایسا بھی ہونے والا ہے؟

[ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ] قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس سے بھی کہیں زیادہ ہوگا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، اِس سے زیادہ اور کیا ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اُس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب تم معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگو گے!

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا وہ دن بھی آنے والا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ کہتا ہے، میری ذات کی قسم [ جب ایسی صورت حال ہو جائے گی تو ] میں ان کے لیے ایسا فتنہ برپا کر دوں گا جس میں صاحبانِ عقل و ہوش، حیران و ششدر رہ جائیں گے۔ (ابن ابی الدنیا)

بگاڑ کی ابتدا گھر سے ہوتی ہے۔

عورت ایمان اور عملِ صالح کے تحفظ کی آخری پناہ گاہ ہے اور نوجوان ایمان اور عملِ صالح کا مستقبل۔

ماضی سے مستقبل کا سفر انھی کے ذریعے طے ہوتا ہے۔

بگاڑ کی آخری حد یہ ہے کہ معروف اور منکر کی تمیز اُٹھ جائے، بلکہ لوگ معروف سے روکنے لگیں اور منکر کی ترغیب دینے لگیں۔ اس چیز کا انجام ایسے فتنے ہیں کہ پھر عقل کام نہ کرے کہ کیسے بچا جائے، اس چیز کا نتیجہ ایسے مسائل ہیں کہ حل نہ ہوں، اور ایسی پریشانیاں ہیں کہ دُور نہ ہوں۔

## مفلس کون؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا: ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس مال ہو، نہ اسباب۔
آپ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں تو مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز ڈھیر ساری نمازیں، روزے اور زکوتیں لے کر آئے گا مگر ساتھ ہی اس حال میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا، کسی کو مارا۔ پس [ان مظالم کے قصاص میں] اِس دعوے دار کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، یہاں تک کہ اگر حساب پورا ہونے سے پہلے اِس کی نیکیاں ختم ہوگئیں، تو ان [دعوے داروں] کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، اور پھر وہ سر کے بل آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

## معافی میں دانائی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
ایک رات رسول اللہ ﷺ تہجد کے لیے کھڑے ہوئے تو ایک ہی آیت پڑھتے پڑھتے فجر کردی:

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝
(المائدہ ۵:۱۱۸)– (ترمذی، ابوداؤد)
اگر آپ انھیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کردیں تو آپ غالب اور دانا ہیں۔
یہ آیاتِ الٰہی پر تدبر و تذکر کی کیفیت کا نتیجہ ہے۔

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

## روزے کی روح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کتنے ہی روزہ دار ہیں جن کو اپنے روزے سے بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اور کتنے ہی راتوں کے نماز پڑھنے والے ہیں جن کو اپنی نمازوں سے رت جگے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (دارمی)

عبادت کا ظاہر بہت ضروری ہے۔ اللہ کی خاطر بھوکا پیاسا رہنا، اس کو مطلوب ہے۔ لیکن عبادت کی ظاہری شکل کے ساتھ اس کی روح اور مقصد کی جستجو بھی مطلوب ہے، وہی اللہ کے ہاں مقبولیت عطا کرتی ہے۔ زبان کے روزے، نگاہ کے روزے، کان کے روزے کی فکر کرنا بھی ضروری ہے۔

## رحمت اور بخش کا دروازہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

ماہِ رمضان کی ہر رات، اللہ عزوجل کے حکم سے ایک پکارنے والا تین دفعہ پکارتا ہے: کوئی ہے مانگنے والا! وہ جو مانگے گا میں اسے دوں گا۔ کوئی ہے توبہ کرنے والا! میں اس کی توبہ قبول کروں گا۔ کوئی ہے استغفار کرنے والا! میں اس کے گناہ بخش دوں گا۔ کوئی ہے جو قرض دے ایسی ذات کو جو خالی ہاتھ نہیں، خزانوں سے مالا مال ہے، جو اپنے وعدوں کے مطابق پورا پورا



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عطا کرتی ہے، بغیر کسی کمی یا ظلم کے۔

جب شب قدر آتی ہے، تو اللہ عزوجل کے حکم سے جبریل علیہ السلام، فرشتوں کے ایک ہجوم کے ساتھ، نیچے اُترتے ہیں۔ ایک سبز جھنڈا اِن کے ساتھ ہوتا ہے، جسے وہ خانہ کعبہ کی چھت پر نصب کر دیتے ہیں، اور اپنے سو [۱۰۰] پروں میں سے وہ دو پر بھی کھول دیتے ہیں جو صرف اسی رات کھولے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ مشرق سے مغرب تک کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے فرشتے اللہ کے حضور کھڑے ہونے والے، بیٹھنے والے، نماز پڑھنے والے، اور ذکر کرنے والے آدمی کو سلام کرتے ہیں، اُن سے مصافحہ کرتے ہیں، اور اُن کی دُعاؤں پر آمین کہتے ہیں، یہاں تک کہ فجر ہو جاتی ہے۔

فجر کے وقت، جبرئیل علیہ السلام پکارتے ہیں: اے فرشتو، اب چلو۔

فرشتے کہتے ہیں: اے جبرئیل علیہ السلام، اللہ نے اُمت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنین کی حاجتوں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا؟

جبرئیل علیہ السلام کہتے ہیں: آج کی رات اللہ نے سب پر نظر رحمت فرمائی ہے، سب کو معاف کر دیا ہے، سب کے گناہ بخش دیے ہیں، سوائے چار آدمیوں کے۔

[حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں] ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کون لوگ ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک وہ لوگ جو کثرت سے شراب پینے والے ہیں، دوسرے اپنے والدین سے قطع تعلق کرنے والے، تیسرے رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنے والے، اور چوتھے دوسروں سے بغض و عداوت اور نفرت رکھنے والے۔ **(البیھقی، ابن حبان)**

اللہ، اللہ، شانِ کریمی کا بھی کوئی ٹھکانہ ہے! جو غنی ہے وہ محتاجوں کو خود بلاتا ہے۔ وہ خود ہاتھ پھیلا کر قرض مانگتا ہے، رحمت و بخشش کے سارے دروازے کھول دیتا ہے۔ لیکن راتیں آتی ہیں اور گزر جاتی ہیں، رمضان کی بھی اور دوسری بھی، ہمارے چاروں طرف خزانے برستے رہتے ہیں، ہم آرام سے پاؤں پھیلائے سوتے رہتے ہیں، ہماری جھولیاں خالی ہی رہ جاتی ہیں۔ کیسی بدنصیبی ہے، اور کیسی محرومی!

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ بھی دیکھیے، وہ کون لوگ ہیں جو خالق کی عبادت میں ساری رات گزارنے کے باوجود شب قدر کی عام معافی سے محروم ہیں: وہ جو دوسرے انسانوں کے حقوق ادا نہیں کرتے، ان کو تکلیف اور ایذا پہنچاتے ہیں، اور ان کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔

## رمضان کی برکت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے شعبان کے آخری دن خطبے میں فرمایا:

رمضان میں جس نے اپنے خادم پر کام کا بوجھ ہلکا کیا، اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا، اور اسے آگ سے رہائی دے گا۔

اور اس ماہ میں چار چیزوں کی کثرت کرو: دو وہ جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے، اور دو وہ جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

جن دو خصلتوں سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے وہ ہیں: شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اور اس سے استغفار۔

وہ دو جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے، وہ یہ ہیں: اللہ سے جنت مانگو، اور دوزخ سے اس کی پناہ (البیہقی)

## قرآن اور شفاعت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بقول رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے۔

روزہ کہے گا: اے رب، میں نے اِسے دن بھر کھانے پینے اور خواہشات سے روکے رکھا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول کر لے۔

اور، قرآن کہے گا: اے رب، میں نے اِسے رات کو سونے سے روکے رکھا۔ پس اِس کے حق میں میری سفارش قبول کر لے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ [روزہ اور قرآن] دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ)

اصل شفاعت کرانے والے، بندے کے اپنے نیک اعمال ہیں۔

اعمال میں، وہ اعمال جن کی خاطر انسان دُنیا کی جائز لذتیں ترک کردے، یا دُنیا کا محبوب مال، اللہ کی محبت میں، اس کے بندوں کی خاطر خرچ کرے۔

رمضان کا مہینہ، آخرت میں اللہ کے پاس سفارش کا انتظام کرنے کا بہترین وقت ہے۔ اس مہینے میں روزہ اور تلاوتِ قرآن، اسی نیت سے کرنا چاہییں۔

## روزہ اور شفاعت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو مسلمان پاک وصاف [باوضو] ہو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے سو جائے، پھر رات کو اُٹھ کر اللہ سے خیر اور بھلائی مانگے، تو اللہ تعالیٰ اِسے خیر اور بھلائی ضرور عطا فرماتا ہے۔ (مسند احمد)

## قیام اللّیل اور رمضان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

جب رمضان کا آخری عشرہ آتا، تو رسول اللہ ﷺ اپنا تہبند مضبوط باندھتے [گویا کمر کس لیتے]، خود راتوں کو جاگتے، اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔ (بخاری، مسلم)

ہر رات میں خیر و برکت کے خزانے برستے ہیں، لوگ پاؤں پھیلائے سوئے رہتے ہیں۔ مگر رمضان کی راتوں کا کیا کہنا! انھی راتوں میں، وہ رات بھی ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

قرآن کی تلاوت سے دل کو چمکانے کے لیے اور قیامت کے دن اپنی شفاعت کا سامان کرنے کے لیے رمضان سے زیادہ قیمتی وقت کوئی نہیں۔

پتا نہیں اگلا رمضان آئے گا یا نہیں، یہ ضائع نہ جائے، یہی سوچ درکار ہے۔

## انفاق اور رمضان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے میں اور ان کو مال دینے میں سب سے بڑھ کر سخی تھے۔ مگر رمضان میں تو آپ ﷺ کی سخاوت کی کوئی حد نہ رہتی تھی۔ رمضان میں ہر رات جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور نبی کریم ﷺ ان کے سامنے قرآن پڑھتے تھے۔ جب جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملاقات کرتے تو پھر آپ ﷺ کی سخاوت اور فیاضی بارش برسانے والی ہوا سے بھی بڑھ جاتی۔ **(بخاری، مسلم)**

نماز کے ساتھ انفاق کا، یعنی اللہ کے بندوں کے اوپر فیاضی سے خرچ کرنے کا، لازم وملزوم کا تعلق قرآن کی بے شمار آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ خصوصاً قیام اللیل کے ساتھ۔ **(آل عمران، الانفال، الذاریات)**

رمضان، روزے کے ساتھ ساتھ، قیام اللیل اور تلاوتِ قرآن کا موسم ہے۔ لازم ہے کہ اِس ماہ بھی خدمت خلق کی عبادت اور فیاضی وسخاوت کی بارش ہو، جیسا نبی کریم ﷺ کا عمل تھا۔

## استغفار کی دعوت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر رات، جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے، ہمارا رب تبارک وتعالیٰ دُنیا کے آسمان پر اُترتا ہے اور فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھے پکارے، میں اِس کی پکار سنوں گا! کوئی ہے جو مجھ سے مانگے، میں اِسے عطا کروں گا! کوئی ہے جو مجھ سے استغفار کرے، میں اِس کو بخش دوں گا! پھر وہ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے اور کہتا ہے، کون ہے جو اُس [ہستی] کو قرض دے جو نہ خالی ہاتھ ہے نہ ظالم! **(مسلم، بخاری، مالك، ترمذی)**

کرم وعطا اور رحمت ومغفرت کا یہ دروازہ رمضان ہی میں نہیں، ہر رات کھولا جاتا ہے۔

## حج کا مقام ومرتبہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: سب سے افضل عمل کون سا ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پوچھا گیا: اس کے بعد؟

فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد۔

پھر پوچھا گیا: اس کے بعد؟

فرمایا: حج مبرور [جو: ریاء، سمعہ، رفث، اور فسوق سے پاک ہو]۔ (بخاری، مسلم)

ایمان، دل کا عمل ہے۔ حقیقی ایمان سے عمل کی شاخیں پھوٹنا لازمی ہے۔

اعمال میں حج کا جو بلند مقام ہے، وہ واضح فرما دیا گیا ہے۔ چوٹی کا عمل تو جہاد فی سبیل اللہ ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے اسے اونٹ کے کوہان سے تشبیہ دی ہے۔ اس کا درجہ ایمان کے بعد رکھا۔ لیکن اس کے بعد حج کو سب سے افضل عمل قرار دیا۔

حج میں صرف اللہ کی خاطر، ترکِ گھر ہے، ترکِ وطن ہے، ترک علائق ہے، خرچ ہے، سفر ہے، مشقت ہے، جدوجہد ہے اور وقت لگانا ہے۔ اس لیے یہ جہاد فی سبیل اللہ کی طرح کا عمل ہے۔

دیکھیے سکون واطمینان کی نہیں، بلکہ حرکت واضطراب کی عبادتوں کو افضل قرار دیا جا رہا ہے۔

فضیلت مختلف پہلوؤں سے ہوتی ہے۔ اس لیے مختلف احادیث میں افضل اعمال کے تعین میں اختلاف سے کوئی الجھن نہ ہونی چاہیے۔

## ارادۂ حج کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک آدمی عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وقوف کر رہا تھا۔ وہ اپنی سواری سے گر پڑا، اور اس کے پاؤں تلے کچلا گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو بیری کے پانی سے غسل دو، اسے اس کے اپنے کپڑوں کا کفن پہناؤ، لیکن نہ اس کا سر ڈھانپو، اور نہ اس کو خوشبو لگاؤ۔ یہ قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا، تو تلبیہ --- یعنی لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ، حاضر ہوں، میرے رب، حاضر ہوں --- کہتا ہوا اُٹھے گا۔ (بخاری)

اللہ کو جو کچھ مطلوب ہے وہ ارادہ اور سعی ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آدمی اللہ کی راہ میں، اللہ کے حکم کی تعمیل کے لیے لبیک کہہ کر حاضر ہو جائے، کھڑا ہو جائے، نکل پڑے، تو اس کا اجر ثابت ہو جاتا ہے۔

یہ معاملہ ہر عمل کا ہے۔

یہاں رسول اللہ ﷺ نے میدانِ عرفات میں ہی فوت ہونے والے کو شہید کی طرح دفن کرنے کا حکم دیا۔ مزید یہ کہ شہید کی طرح، جو قیامت کے دن بہتے ہوئے خون کے ساتھ زندہ ہوگا، لبیک لبیک کہتے ہوئے کھڑے کیے جانے کی بشارت دی۔

یہ حج اور جہاد کی مماثلت کا ایک اور پہلو ہے۔

## حج کے تقاضے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: جس نے حج کیا، نہ جنسی خواہش کے پیچھے پڑا، نہ جانتے بوجھتے اللہ کی نافرمانی کی، نہ لڑائی جھگڑا کیا، وہ اپنے گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے گویا آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہے۔ **(بخاری، مسلم)**

حج کی عبادت سراسر عشق و محبت سے عبارت ہے۔ یہ جہاد کی طرح کا عمل ہے۔ اسی لیے اس کا اَجر اتنا عظیم ہے، کہ گناہوں کی مغفرت عام کی خوش خبری ہے۔

لیکن حج کو نفس کی خواہشات کی پیروی، اور اپنے مالک کی نافرمانی سے، پاک کرنا شرط ہے۔

## حج کے لیے حلال رقم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حاجی حلال مال خرچ کر کے، حج کے لیے نکلتا ہے، اپنا پاؤں رکاب میں رکھ کر کہتا ہے: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، تیری پکار اللہ نے سُن لی، تیرے لیے خوش بختی ہے، تیرا زادِ سفر حلال ہے، تیری سواری حلال ہے، تیرا حج قبول کر لیا گیا، کہ [تو] گناہوں سے پاک ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لیکن جب وہ حرام مال خرچ کر کے نکلتا ہے، اور اپنا پاؤں رکاب میں رکھ کر کہتا ہے لَبَّیْكَ، تو پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے: نہ تیری سنی گئی، نہ تیرے لیے خوش بختی ہے۔ تیرا زادِ سفر حرام ہے، تیرا خرچ حرام ہے۔ تیرا حج گناہوں سے لدا ہوا ہے، یہ قبول نہ ہوگا۔ **(طبرانی، اصبھانی)**

محبوب کے گھر جائے، لباس بھی اس کی مرضی کے خلاف حرام ہو، کھانا پینا بھی حرام ہو، زادِ سفر بھی حرام، خرچ بھی حرام۔ ہر چیز محبوب کو ناراض کرنے والی ہو، تو اس کی کہاں سنی جائے گی، کیسے جواب ملے گا!

## حج اور عورت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے نزدیک جہاد سب سے افضل عمل ہے، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: حج مبرور سب سے افضل جہاد ہے۔ **(بخاری)**

بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جہاد کی درخواست کے جواب میں وضاحت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: تمھارا [عورتوں کا] جہاد، حج ہے۔ **(بخاری، مسلم)**

ابن خزیمہ کی ایک روایت میں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ان پر وہ جہاد فرض ہے جس میں قتال نہیں یعنی حجِ مبرور۔

نسائی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بوڑھے، کمزور اور عورت کا جہاد، حج اور عمرہ ہے۔

وہ جو جہاد [قتال] میں شریک نہ ہو سکیں، یا جن پر جہاد فرض نہ ہو، ان کا جہاد حج ہے۔ گویا حج ایسا عمل ہے جو معذور کے لیے قتال فی سبیل اللہ کا بدل ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## حج کا حاصل

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قربانی کے دن [۱۰ ذوالحجہ کو] منیٰ میں رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب کیا، اور پوچھا: یہ کون سا مہینہ ہے؟

ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔

یہ سن کر حضور ﷺ خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ ہم نے سوچا کہ آپ ﷺ اِس مہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟

ہم نے کہا: ہاں۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟

ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے پھر خاموشی اختیار کی، یہاں تک کہ ہم نے سوچا کہ آپ ﷺ اس شہر کا کوئی اور نام رکھیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ البلدۃ [المکہ] نہیں ہے؟

ہم نے کہا: ہاں۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون سا دن ہے؟

ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے پھر سکوت فرمایا، یہاں تک کہ ہم نے سوچا کہ آپ ﷺ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟

ہم نے کہا: ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: [آج کے دن سے] تمھارے خون، تمھارے مال، اور تمھاری



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح تمھارے اِس شہر میں، تمھارے اِس مہینہ میں، تمھارے آج کے دن کی حرمت ہے، [کہ قتل وغارت اور آبروریزی حرام ہیں]۔

[دیکھو]، تم جلد ہی اپنے رب سے ملاقات کرو گے، اور وہ تم سے تمھارے اعمال کی بازپُرس کرے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا، کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ **(بخاری ، مسلم)**

حج کا حاصل، زندگی میں، محبوب کی مخلوق کی حرمتوں کا پاس، اور ان سے اجتناب ہے۔

خون کی حرمت کا پاس تو بہت لوگ کر لیتے ہیں، مگر مال کی حرمت کا لحاظ کم کرتے ہیں۔ رشوت، بغیر اجازت تصرف، دھوکہ سے حصول، یہ عام ہیں۔

لیکن عزت کے بارے میں تو خیال بھی نہیں آتا۔ حالانکہ اس باب میں بھی، شراب اور سور کی طرح، غیبت، تمسخر، بدظنی، تجسّس، ھمز، لمز، چغلی، حسد، کینہ جیسے اعمال حرام ہیں، جس طرح مکہ کا شہر، حج کا مہینہ، اور حج کا دن حرام ہیں۔

## انسانی حرمت کا مقام

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں قیام کیا، تاکہ لوگ آپ ﷺ سے مسائل پوچھ سکیں۔ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا، اور کہا: مجھے معلوم نہ تھا، میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا؟

حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج [گناہ] نہیں، اب قربانی کرلو۔

دوسرا آدمی آیا اور پوچھا: مجھے پتا نہ تھا، میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اب کنکریاں مارلو۔

مختصر یہ کہ جس چیز کے بارے میں بھی نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ پہلے ہوگی یا بعد میں، آپ ﷺ نے ایک ہی جواب دیا: اب کرلو، کوئی حرج نہیں۔ **(مسلم)**

ابوداؤد، حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کسی چیز



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے پہلے یا بعد میں کرنے کے ہر سوال کے جواب میں یہی فرماتے: کوئی گناہ نہیں۔ ہاں، جس نے مسلمان کی عزت پر ہاتھ ڈالا اور ظلم کیا، اس نے گناہ کیا، اور وہ ہلاک ہو گیا۔

حج کے مناسک میں ہر تقدیم و تاخیر سے کوئی نہ کوئی جرمانہ لگ جاتا ہے۔ لیکن ان شدید پابندیوں کے بارے میں بھی حضور ﷺ جس حکمت عملی کی تعلیم دے رہے ہیں وہ غور سے دیکھیے۔ سب سے بڑا گناہ انسان کی عزت پر ہاتھ ڈالنا ہے، اور مخلوق پر ظلم ہے۔

آج حال یہ ہے کہ خود ان کبائر کا ارتکاب کرتے ہیں جن کو اب گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا، دوسروں کو ان کے چھوٹے گناہوں اور معمولی غلطیوں پر دار و گیر کا مستحق ٹھیرایا جاتا ہے، جن کو اب اصل دین سمجھ لیا گیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اُونٹ نگل جاتے ہیں اور مچھر چھانتے پھرتے ہیں۔

## کثرتِ سوالات کا نتیجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب کیا، اور فرمایا: لوگو، حج تم پر فرض کیا گیا ہے، پس حج کرو۔

ایک شخص [اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ] نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ، کیا ہر سال؟

حضور ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ اُنھوں نے یہی بات تین مرتبہ پوچھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کہتا، ہاں، تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔ اگر یہ ہر سال واجب ہو جاتا، تو تم اس پر عمل نہ کر پاتے، اس لیے کہ تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو چیز میں نہ بتاؤں، اُسے مجھ پر چھوڑ دو۔ تم سے پہلے لوگ اس لیے تباہ ہو گئے کہ کثرت سے سوال کرتے تھے، پھر اپنے انبیاء [کے احکام] کے بارے میں اختلاف کرتے تھے۔ پس جب میں کسی بات کا حکم دوں، تو جتنا تمھارے بس میں ہو اِس کی تعمیل کرو، اور جب میں کسی بات سے منع کر دوں تو اِسے چھوڑ دو۔ (مسلم)

حج کے ضمن میں دین کی ایک بنیادی حکمت واضح ہو گئی۔ دین آسان ہے۔ جو حکم جیسا دیا گیا ہے اس پر عمل کر لو۔ سوالات کر کے تنگیوں اور دشواریوں میں اضافہ نہ کرو۔ جیسے بنی اسرائیل نے گائے کے بارے میں کیا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جب سوالات کر کر کے مسائل کا بار بڑھایا جاتا ہے، تو دین پر عمل کا بوجھ استطاعت سے باہر ہونے لگتا ہے۔
سوال کرنے کے بجائے جتنا بس میں ہو، اتنا کر لو، اللہ سے استغفار کرتے رہو، اس سے اچھی اُمید رکھو۔
جب مسائل کی کثرت ہوتی ہے، تو اختلاف بھی بڑھتا ہے۔

## اہل خانہ کی فکر

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ایک رات رسول اللہ ﷺ سخت گھبراہٹ کے عالم میں نیند سے اُٹھے، اور فرمایا: سبحان اللہ، رات کو کس قدر خزانے اُتارے گئے ہیں، اور کتنے فتنے! کوئی ہے جو حجرہ والیوں کو جگائے، تاکہ وہ نماز پڑھیں۔ (بخاری)

رات کو برکت کے خزانے بھی برستے ہیں، اور فتنے بھی۔ جنھیں غیب پر ایمان ہے اُن کی نیند اڑ جاتی ہے، اور وہ اپنے رب کے حضور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان فتنوں سے بچنے کے لیے اور ان خزانوں کو لوٹنے کے لیے رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے لیے بھی اتنے ہی فکر مند ہوتے تھے جتنا اپنے لیے۔

## رات کی عبادت

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب رات کے وقت ہوتا ہے۔ پس، اگر تم سے ہو سکے کہ رات کے وقت میں اللہ کو یاد کرنے والے بنو، تو ضرور بنو۔ (ترمذی، ابو داؤد)

رات کے سکوت، خاموشی اور تنہائی کے لمحات، اپنے خالق و مالک سے قربت کے لمحات بھی ہیں اور قربت حاصل کرنے کا بہترین موقعہ بھی۔

"اگر ہو سکے" میں رخصت تو ہے، مگر اس میں زبردست ترغیب بھی ہے۔ یعنی، جو کچھ بھی کر سکو وہ ضرور کرو۔

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

## آسانی سے اصلاح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
[دین کی باتیں] سکھاؤ، مگر آسانی پیدا کرو، سکھاؤ مگر آسانی پیدا کرو، سکھاؤ مگر آسانی پیدا کرو]: تین بار یہ ارشاد فرمایا۔ اور جب غصہ کا غلبہ ہو تو خاموشی اختیار کرو، یہ دو بار ارشاد فرمایا۔
(الادب المفرد، بحوالہ انتخاب حدیث)

حضور ﷺ نے آسانی پیدا کرنے کی شدید تاکید فرمائی ہے۔ دین آسان ہے۔ دین کی تعلیمات کو سیکھنے والوں کے مزاج، استعداد، پسند اور ناپسند کے لحاظ سے آسان ہونا چاہیے، اور غلو، باریک بینی اور سختی و تشدد سے پاک ہونا چاہیے۔ تعلیم کا طریقہ بھی سہولت اور نرمی پر مبنی ہونا چاہیے۔
غصہ اپنی ذات کی خاطر بھی آ سکتا ہے، سیکھنے والے کی کم فہمی، غلطی، غلطی پر اصرار، ضد اور ہٹ دھرمی، بے ادبی اور بدتمیزی کی وجہ سے بھی۔ غصہ کے غلبہ کے بعد اس کا امکان ختم ہو جاتا ہے کہ تعلیم اور نصیحت اثر کرے گی۔ اگر انداز، لہجہ، آواز، الفاظ، سب میں شدت ہوگی تو دل سوزی اور خالص خیر خواہی بھی ختم ہو جائے گی۔ سیکھنے والے میں بھی ردعمل پیدا ہوگا۔ اس لیے غصہ آ جائے تو جس کے پیشِ نظر اصلاح ہو، اس کے لیے ایک ہی راستہ ہے--- وہ ہے خاموشی۔ خواہ اصلاح کرنے والے والدین ہوں یا اساتذہ، داعی ہوں یا واعظ۔ خاموشی نہ اختیار کی تو قوی امکان ہے کہ ناصح و معلم اپنے اعمالِ بد میں اضافہ کر لے گا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## وہ ایک سجدہ!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب بندہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ پس [سجدہ میں] خوب دُعائیں کرو۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

نالۂ نیم شبی، اپنے رب کے حضور زمین پر منہ رکھ کے، قبولیت ہی کے لیے نہیں، دل کی زندگی، جذبات کی بالیدگی اور درجات کی بلندی کے لیے بھی اکسیر ہے۔

## قبولیت دُعا کا نصاب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رات کو اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہا۔ اُس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تھے۔

جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ گیا، یا اس سے کچھ کم، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے، آسمان کی طرف دیکھا اور سورہ آل عمران کی آخری آیات پڑھیں:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۟ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ ۝ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِى الۡبِلَادِ ؕ۝ مَتَاعٌ قَلِيۡلٌ قف ثُمَّ مَاۡوٰهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا نُزُلًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ ۝ وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ خٰشِعِيۡنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا وَرَابِطُوۡا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝ع

[ آل عمران۳:۱۹۰۔۲۰۰ ](بخاری، مسلم)

زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں اُن ہوش مند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔ جو اُٹھتے، بیٹھے اور لیٹتے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمانوں کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں۔ (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) ''پروردگار، یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے ربّ، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے، تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اُسے درحقیقت بڑی ذلّت ورسوائی میں ڈال دیا، اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا، مالک، ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رَبّ کو مانو۔ ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی، پس اے اللہ ہمارے، آقا، جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما، جو برائیاں ہم میں ہیں اُنھیں دور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ خداوندا، جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے کیے ہیں اُن کو ہمارے ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی میں نہ ڈال، بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔''

جواب میں ان کے رب نے فرمایا: ''میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میری خاطر اپنے ذہن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لیے لڑے اور مارے گئے اُن کے سب قصور میں معاف کر دوں گا اور اُنھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اُن کی جزا ہے اللہ کے ہاں، اور بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے'' اے نبیؐ، دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت تمھیں کسی دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ محض چند روزہ زندگی کا تھوڑا سا لطف ہے، پھر یہ سب جہنم میں جائیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔ برعکس اس کے جو اپنے ربّ سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں، اُن کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اُن باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ کی طرف سے یہ سامانِ ضیافت ہے اُن کے لیے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے نیک لوگوں کے لیے وہی سب سے بہتر ہے۔ اہلِ کتاب میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں، اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو تمھاری طرف بھیجی گئی ہے اور اُس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو اس سے پہلے خود ان کی طرف بھیجی گئی تھی، اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں، اور اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ نہیں دیتے۔ ان کا اجر ان کے ربّ کے پاس ہے اور اللہ حساب چکانے میں دیر نہیں لگاتا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ، حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

حضور ﷺ تہجد کے وقت جو پڑھتے تھے، وہی ہمیں پڑھنا چاہیے۔ سورہ آل عمران کی آخری آیات میں اللہ کے ساتھ تعلق، رسول ﷺ پر اعتماد، آخرت پر یقین اور عذاب جہنم سے بچنے کی تڑپ بھی ہے۔ ساتھ ہی قبولیت دُعا کی بشارت بھی ہے، لیکن ان کے لیے جو اللہ کی راہ میں جان و مال لا کر پیش کر دیں۔

## تہجد کی دُعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب رات کو تہجد کی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ ، اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ
وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ
وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ
وَلَكَ الْحَمْدُ ، اَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاءُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ،
وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ
اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ،
وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ
فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّي
اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، اَنْتَ اِلٰهِيْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا
بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ —(بخاری، مسلم)

اے میرے اللہ، ساری حمد، تعریف اور شکر، تیرے ہی لیے ہے، کہ تو ہی آسمانوں اور زمین کو، اور جو کچھ ان میں ہے اِن کو تھامنے والا ہے۔

اور ساری حمد تیرے ہی لیے ہے، کہ تو ہی آسمانوں اور زمین کا، اور جو کچھ اِن میں ہے اِن کا، نور ہے۔

اور ساری حمد تیرے ہی لیے ہے، کہ تو ہی آسمانوں اور زمین کا، اور جو کچھ اِن میں ہے اِن کا، بادشاہ ہے۔

اور ساری حمد تیرے ہی لیے ہے، کہ تو حق ہے، اور تیرا وعدہ سچا ہے، اور تجھ سے ملاقات ہونا یقینی ہے، اور تیری بات برحق ہے، اور جنت حق ہے، اور دوزخ حق ہے''۔ اور سارے نبی سچے ہیں، اور محمد ﷺ سچے ہیں، اور قیامت کی گھڑی برحق ہے۔

میرے اللہ میں پورا تیرا مطیع ہوگیا ہوں، تجھ پر ایمان رکھتا ہوں، سارے کام تیرے سپرد کر دیے ہیں۔ تیری طرف پلٹتا ہوں، تیرے ہی لیے جھگڑتا ہوں، تجھ ہی سے فیصلہ طلب کرتا ہوں۔

پس، میرے گناہ بخش دے: وہ جو میں نے آگے بھیجے، وہ جو پیچھے چھوڑے، وہ جو چھپ کر کیے، وہ جو علانیہ کیے، اور وہ جو مجھ سے زیادہ تو جانتا ہے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے، تو ہی پیچھے کرنے والا ہے۔ تو ہی میرا معبود ہے۔ تیرے علاوہ اور کوئی الٰہ نہیں۔ اَللّٰهُ عَلِيُّ الْعَظِيْم کے علاوہ، نہ کسی کے پاس قوت ہے، نہ کسی کے بس میں کوشش۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## قبولیت دُعا اور نماز

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص رات کو جاگے، اور یہ کلمات کہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ — سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ —

اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرماں روائی اُسی کے لیے [مخصوص] ہے اور تعریف اُسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اللہ پاک ہے، اور تعریف اُسی کے لیے ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ نہ کوئی قدرت ہے اور نہ طاقت مگر اللہ کے سہارے۔

پھر کہے، رَبِّ اِغْفِرْلِیْ، میرے رب مجھے بخش دے [یا فرمایا، پھر دُعا مانگے]، اِس کی دُعا قبول کی جائے گی۔ پھر اگر وضو کر کے نماز پڑھے، تو اِس کی نماز قبول کی جائے گی۔ (بخاری)

## وتر پڑھنے کے اوقات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز پڑھتے تو اسے ہمیشہ پڑھنا پسند کرتے۔ جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند کے غلبہ کی وجہ سے، یا درد کی وجہ سے، رات کو نماز نہ پڑھ سکتے، تو دن میں بارہ رکعات پڑھ لیتے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پورا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو، یا ساری رات نماز پڑھی ہو، یا سوائے رمضان کے پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصے میں وتر پڑھے ہیں: شروع رات میں عشا کے بعد، درمیان میں، اور آخر میں۔ (بخاری و مسلم)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ آخر رات میں نہیں اُٹھ سکے گا، وہ شروع رات ہی میں وتر پڑھ لے۔ اور جسے آخر رات میں پڑھنے کا لالچ ہو، وہ آخر رات میں پڑھے۔ آخر رات کی نماز مشہود ہے [کہ فرشتے حاضر ہوتے ہیں]، اور افضل ہے۔ (مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص نیند کی وجہ سے اپنا پورا وظیفہ یا اِس کا کچھ حصہ پڑھے بغیر سو گیا، اور وہ فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے، تو یہ ایسے ہی لکھا جائے گا، جیسے اِس نے رات میں پڑھا ہو۔ (مسلم)

درج بالا چاروں روایات قیام اللیل کو اتنا آسان بنا دیتی ہیں کہ نہ پڑھنے کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہ جاتا۔

## حلال وحرام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ہم جاہلیت کے زمانے میں بہت سی چیزیں کھا لیا کرتے تھے، بہت سی چیزیں گھن کرتے ہوئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ پھر اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو بھیجا، اپنی کتاب اُتاری، حلال کو حلال ٹھیرایا اور حرام کو حرام قرار دیا۔ پس جو آپ ﷺ نے حلال کیا، بس وہی حلال ہے۔ اور جو آپ نے حرام کیا، بس وہی حرام ہے۔ اور جس چیز کے بارے میں آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی، اِس میں چھوٹ ہے [ان کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں]۔ (ابوداؤد)

## کھوٹ نہیں، سنت سے محبت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

میرے بچے، اگر تم سے ہو سکے کہ صبح وشام اِس طرح گزارو کہ تمھارے دل میں کسی کی طرف سے کوئی میل اور کھوٹ نہ ہو، تو یہ ضرور کرو۔

پھر فرمایا:

میرے بچے، یہ [دل صاف رکھنا] میری سنت ہے۔ جس نے میری سنت سے محبت رکھی



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



[اور اس پر چلا] وہی میری محبت رکھتا ہے، اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

جنت میں داخل ہونا، اور وہاں حضور ﷺ کے ساتھ رہنا، اس سے بڑھ کر آرزو اور تمنا کیا ہو سکتی ہے؟ حضور ﷺ کا ساتھ اسے ضرور نصیب ہوگا، جو آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہوگا، کہ آپ ﷺ نے بشارت دی ہے: ''آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہوگی''۔

لیکن محبت کی علامت، سنت نبوی ﷺ پر چلنا ہے۔ یہاں ایک ایسی سنت کا ذکر ہے جس کے بارے میں یہ خیال بھی مشکل سے آتا ہے کہ یہ سنت ہوگی۔ [اس لیے کہ اب عموماً سنت کا تصور صرف ظواہر و رسوم سے بندھ کر رہ گیا ہے]۔ وہ سنت یہ ہے کہ صبح و شام، ہر وقت اور ہر دم، دوسروں کی طرف سے سینہ صاف رکھنا، اور دل میں کسی کے لیے میل، کینہ، نفرت، رنجش یا کدورت نہ رکھنا۔

یہ بہت آسان کام تو نہیں، کچھ زیادہ مشکل بھی نہیں، لیکن ہے بہت اہم۔ اس سے آخرت ہی میں جنت نصیب نہیں ہوگی، دُنیا میں بھی زندگی جنت بن جاتی ہے۔ بس آدمی دوسروں سے توقعات منقطع کر لے، اپنی طرف سے ہر ایک سے بھلائی کرے، صرف اللہ کے لیے کرے، اپنے کیے کو کم جانے، اور کسی سے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو غصہ کو پی جائے، معاف کرے اور عفو و درگزر سے کام لے، دل میں شکایت نہ پالے۔

یہ طریقہ ہے دل صاف رکھنے کا۔

❖❖❖

www.KitaboSunnat.com



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

## اللہ کا مکالمہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی ﷺ نے اپنے رب عزوجل کی ایک حدیث قدسی میں بیان فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میرے بندو، میں نے ظلم کرنا اپنے اوپر بھی حرام کیا ہے اور تمھارے درمیان بھی۔ پس ایک دوسرے پر ہرگز ظلم نہ کرنا۔

میرے بندو، تم سب گمراہ ہو، سوائے اُس کے جسے میں ہدایت دوں۔ پس مجھ ہی سے ہدایت مانگو، میں تمھیں ہدایت دوں گا۔

میرے بندو، تم سب بھوکے ہو، سوائے اُس کے جسے میں کھلاؤں۔ پس مجھ ہی سے کھانا مانگو، میں تمھیں کھلاؤں گا۔

میرے بندو، تم سب ننگے ہو، سوائے اُس کے جسے میں کپڑے پہناؤں۔ پس، مجھ ہی سے کپڑے مانگو، میں تمھیں پہناؤں گا۔

میرے بندو، تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہ بخش دیتا ہوں۔ پس مجھ سے ہی بخشش مانگو، میں تمھارے گناہ بخش دوں گا۔

میرے بندو، تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کہ میرا نقصان کر دو، نہ کوئی نفع پہنچا سکتے



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہو کہ میرا نفع کر دو۔

میرے بندو، اگر تمھارے اگلے پچھلے اور جن وانس سب مل کر، متقی سے متقی انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو میری سلطنت میں [ مچھر کے پر کے برابر بھی ] اضافہ نہ ہوگا۔

اور میرے بندو، اگر تمھارے اگلے پچھلے اور جن وانس سب مل کر، بدکار سے بدکار انسان کی طرح ہو جائیں تو میری سلطنت میں [ مچھر کے پر کے برابر بھی ] کمی نہ آئے گی۔

اے میرے بندو، اگر تمھارے سارے اگلے پچھلے اور جن وانس ایک جگہ جمع ہو جائیں اور مجھ سے وہ سب کچھ مانگ لیں جو چاہیں، اور میں ان کو ہر منہ مانگی مراد دے دوں، تو بھی میرے پاس [ خزانوں میں ] کوئی بھی کمی نہ آئے گی، جیسے کہ سوئی کی نوک سمندر میں [ کوئی کمی نہیں کر سکتی ]۔

میرے بندو، درحقیقت تو یہ تمھارے اعمال ہیں جو میں تمھارے لیے گن گن کر رکھ رہا ہوں، اور یہی تمھیں پورے کے پورے واپس کر دوں گا۔

پس، جسے آخرت میں بھلائی ملے، وہ اللہ کا شکر ادا کرے [ کہ اُس کی رحمت نے دست گیری کی ] اور جسے اِس کے برخلاف [ برائی ] ملے، وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے۔ **(مسلم، ترمذی، ابن ماجه، مسند احمد)**

اللہ کے ساتھ سراسر فقیری محتاجی کا تعلق، اور بندوں کے ساتھ سراسر عدل واحسان کا تعلق۔ مختصراً، بس یہ ہے وہ صاف اور سیدھی شاہراہ جس پر چلنے سے زندگی کا انجام بخیر ہوگا۔

اللہ کی طرف ظلم کی نسبت کا کیا سوال! اُس کی شان رحیمی ہے کہ وہ بندوں کو ظلم سے روکے، اور اس ظلم کی حرمت دل پر نقش کرنے کے لیے کہتا ہے: ''ظلم میں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے''۔

ظلم صرف اپنے نفس کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے [ اگرچہ ہر ظلم بالآخر اپنے نفس پر ظلم ہے ]۔ اللہ کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے [ کہ شرک ظلمِ عظیم ہے ]۔ مگر یہاں تو اپنے جیسے انسانوں پر ظلم کی حرمت کی شدت محسوس کیجیے، کہ قصاص یا مظلوم سے معافی کے علاوہ اس کے وبال سے نجات کی کوئی صورت نہیں۔

اللہ کے ساتھ مکمل محتاجی اور فقیری کی یہ نسبت ہی اللہ پر ایمان کی روح ہے: ہر چیز اُسی کی دی ہوئی ہے، منہ میں لقمہ وہ رکھتا ہے، پانی کا گھونٹ وہ پلاتا ہے، کپڑے وہ پہناتا ہے، شفا وہ دیتا ہے، راستے وہ



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دکھاتا ہے، راستے پر وہ چلاتا ہے، اور جب گناہ سرزد ہوں [کہ ان نعمتوں کا حق ادا کرنا ممکن نہیں] اور انسان سچے دل سے معافی مانگے تو معاف وہ کرتا ہے۔

ظلم کی حرمت پہلے بیان کی اور اپنے ساتھ فقر و احتیاج کے تعلق کو بعد میں۔ محتاج و فقیر بندہ جس کے پاس اپنا کچھ نہیں، وہ دوسروں پر ظلم کرنے کے لیے کمر کیوں باندھے؟

جو کچھ مانگنا ہے اُس سے مانگو، کہ اُس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں۔ لیکن یہ جان لو کہ دُنیا بھر کے خزانوں اور قوتوں کی قیمت اُس کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر نہیں۔

ہم نیکی کی انتہائی بلندیوں کو چھو لیں تو اللہ کو کوئی فائدہ نہیں، بدی کی انتہائی پستیوں میں گر جائیں تو اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اپنے اعمال اپنے ہی بھلے اور برے کے لیے ہیں۔

اللہ کو کیا ملتا ہے؟ یہ سوال ہی بے معنی ہے۔

## نعمتوں کا وزن

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن آدم کے بیٹے کے لیے تین رجسٹر لائے جائیں گے:

ایک میں عمل صالح ہوں گے،

دوسرے میں اس کے گناہ،

تیسرے میں اس پر اللہ کی نعمتیں۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے رجسٹر میں سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا:

اس کے عملِ صالح میں سے اپنی قیمت وصول کر لو۔

تو وہ ایک ہی نعمت آگے بڑھ کر اس کے تمام اعمالِ صالحہ لپیٹ لے گی، اور پیچھے ہٹ کر کہے گی: تیری عزت کی قسم، اے رب، میں نے پوری قیمت نہیں پائی۔

پس، سب گناہ اور ساری نعمتیں باقی رہ جائیں گی، مگر عملِ صالح ختم ہو جائیں گے۔

پھر اللہ بندہ پر رحم کرنا چاہے گا تو فرمائے گا: میرے بندے، میں نے تیری نیکیاں [دگنی، چوگنی] بڑھا دیں، تیری برائیوں کا حساب چھوڑ دیا، اور اپنی نعمتیں تجھے ہبہ کر دیں۔ (البزار)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نیک و بد اعمال کا شمار ہوسکتا ہے، اللہ کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں۔ ہر سانس، دل کی ہر دھڑکن، گویائی، بینائی اور سماعت اور ہاتھ پاؤں کا ہر استعمال، جسم کے تقریباً ساڑھے تین کھرب خلیوں [cells] میں سے ہر خلیہ کا صراطِ مستقیم پر قائم رہنا، جب کہ ایک ہی خلیہ کا درپے آزار ہو جانا موت کے مترادف ہوتا ہے، یہ تو صرف چند جسمانی، مادی نعمتیں ہیں۔ باقی کا کیا شمار۔

نیک اعمال کے لیے سعی، کوشش اور مجاہدہ ناگزیر ہے کہ وہی رحمت الٰہی کو متوجہ کرنے کا ذریعہ ہیں۔ نیک اعمال سے لاپروارہ کر جنت کا خواب دیکھنا پرلے درجے کی حماقت ہوگی۔ لیکن یہ بھول جانا بھی کم حماقت نہ ہوگی کہ ایک چھوٹی سے چھوٹی نعمت الٰہی بھی زندگی بھر کی ساری نیک کمائی سے زیادہ وزنی ہے۔ اس لیے اللہ کی دست گیری کے بغیر جنت میں داخلہ ممکن نہیں۔

ہر لمحہ زبان پر رب کی حمد ہو، دل اس کے شکر سے معمور ہو، اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر اپنی ناشکریوں پر استغفار اور معافی کی درخواست ہو۔ صرف اپنے اعمال پر بھروسہ نہ ہو، نہ ان پر ناز، نہ کبر، نہ دوسروں پر برتری کا احساس۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا: مجھے بھی میرا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، الا یہ کہ اللہ کی رحمت دست گیری کرے۔ (بخاری، مسلم)

## اچھی خبر دو!

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے اصحاب میں سے کوئی، کسی کے بارے میں مجھے کوئی [بری] بات نہ پہنچائے۔ اس لیے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں تم سے اس حال میں ملوں کہ میرا سینہ ہر ایک سے صاف ہو۔ (ترمذی)

اپنے ظن و قیاس، اور مفروضات، اور اپنے گلوں شکووں، [وساوس نفوس] کے بعد، دل میں میل پیدا ہونے کا دوسرا ذریعہ لوگوں کی پہنچائی ہوئی باتیں ہیں۔ اس لیے حضور ﷺ نے اس کی مکمل ممانعت فرمائی۔

## سنی سنائی کا وبال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جو کچھ سنے اُسے [بلاتحقیق، بلاضرورت، یا عزت پر دست درازی کرنے کے لیے] بیان کرتا پھرے۔ (مسلم)

ہر بات کے لیے ثبوت کا ایک معیار ہے، ہر بات کو قبول کرنے کے لیے مطلوبہ معیار پر ثبوت ضروری ہے۔ مثلاً آنکھوں سے کسی کو بدکاری کرتے دیکھا ہو جب بھی اسے بیان کرنے پر ۸۰ کوڑے کی سزا ہے، جب تک تین مزید عینی گواہ نہ ہوں۔

اس لیے بلاتحقیق کسی کے بارے میں کوئی بات قبول نہ کرنا چاہیے۔

اور تحقیق ہو جائے جب بھی اس طرح آگے بیان نہ کرنا چاہیے، کہ شرعی حدود کی خلاف ورزی ہو۔

## رسول، داعی اور مطاع

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں چند فرشتے حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ سو رہے تھے۔ بعض نے کہا، آپ ﷺ سوئے ہوئے ہیں۔ دوسروں نے کہا، آنکھیں سو رہی ہیں مگر دل جاگ رہا ہے۔ پھر وہ کہنے لگے، تمھارے ان صاحب ﷺ کے لیے ایک مثال ہے۔ اس مثال کو بیان کرو۔ اس پر بعض نے کہا، مگر یہ تو سو رہے ہیں۔ دوسرے بولے، آنکھیں سو رہی ہیں، مگر دل جاگ رہا ہے۔

وہ کہنے لگے: ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مکان بنایا، اور اس میں کھانے کی دعوت کی۔ پھر ایک داعی بھیجا۔ جس نے اس داعی کی دعوت قبول کی وہ مکان میں آیا، اور اس نے کھانا کھایا۔ جس نے داعی کی دعوت قبول نہ کی، وہ نہ مکان میں آیا، نہ اس نے کھانا کھایا۔

پھر انھوں نے کہا: اس مثال کا مطلب بھی بیان کر دو تا کہ آپ ﷺ صاف صاف سمجھ لیں۔

بعض نے کہا، یہ تو سو رہے ہیں۔ دوسرے بولے، آنکھیں سو رہی ہیں، مگر دل جاگ رہا ہے۔

وہ کہنے لگے: وہ مکان جنت ہے، اور داعی محمد ﷺ ہیں۔ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عزوجل کی نافرمانی کی۔ محمد ﷺ [نیک و بد] لوگوں کو الگ الگ ممیز کرنے والے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

دارمی میں حضرت ربیعہ الجرشی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: جس نے کھانا کھایا، مالک مکان اس سے خوش ہوا--- جس نے دعوت قبول نہ کی، مالک اس سے ناراض ہوا--- مکان والا تو اللہ ہے، محمد ﷺ داعی ہیں، گھر اسلام ہے، اور کھانا جنت۔

اللہ کی رضا، اسلام میں داخلہ، جنت کا انعام، ان سب کا راستہ ایک اور صرف ایک ہے: محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع۔ آپ ﷺ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے۔ آپ ﷺ کا اتباع ہی اللہ کی محبت ہے۔

## رسول اور دُنیاوی اُمور

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنھوں نے بیان کیا:

جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے، لوگ اس وقت کھجور کے درختوں میں پیوند لگایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: یہ تم کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے بتایا: ہم یہ کرتے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرو تو توقع ہے کہ تمھارے لیے بہتر ہو۔ لوگوں نے پیوندکاری ترک کر دی، مگر پیداوار کم ہوگئی۔

رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کا ذکر لوگوں نے آپ ﷺ سے کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو ایک انسان ہوں۔ جب میں تمھیں تمھارے کسی دینی معاملہ میں حکم دوں تو اس پر عمل کرو۔ مگر جب میں تمھیں اپنی رائے سے کچھ بتلاؤں، تو پھر میں بس ایک انسان ہی [کی طرح رائے دیتا] ہوں۔ (مسلم)

دوسری روایت میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا، اپنے دُنیاوی معاملات سے تم زیادہ باخبر ہو۔ تبلیغ رسالت کا تعلق عقیدہ و ایمان اور زندگی بسر کرنے کے اخلاق و ضوابط سے ہے۔ اِن امور کے بارے میں آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ وحی کی مانند ہے، اور اُسی طرح واجب الاطاعت۔

جہاں آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی، وہاں آزادی دی کہ دین کے دائرے میں رہتے ہوئے



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جو مناسب سمجھو وہ کرو۔

امورِ دُنیا سے مراد فنی قسم کے معاملات ہیں۔ مثلاً زراعت، باغ بانی، صنعت و حرفت، طب وغیرہ۔ زندگی کے دیگر شعبے، مثلاً سیاست، معیشت، معاشرت، اخلاق، تبلیغ، رسالت کے تحت آتے ہیں اور ان کے بارے میں حضور ﷺ کے احکام و ہدایات کی اطاعت ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ انسان تھے اور اِسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے دُنیاوی معاملات کے بارے میں تم بہتر جانتے ہو۔

## حُبِ رسولؐ

حضرت عروہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اِن کے والد قرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔ اُس وقت حضور ﷺ کے کُرتے کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ میں اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے گریبان سے اندر لے گیا، اور مہرِ نبوت کو چھوا۔

[ عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ] میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور قرہ رضی اللہ عنہ [ بیٹے اور باپ ] دونوں کو ہمیشہ اس حال میں دیکھا کہ ان کے کُرتے کے بٹن کھلے رہتے تھے، جاڑے میں بھی اور گرمی میں بھی۔ (ابن ماجه)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا، اور حضور ﷺ کی دعوت کی۔ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانے پر گیا۔ اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے جَو کی روٹی اور گوشت کا شوربا پیش کیا، جس میں کدو پڑا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ پیالہ میں چاروں طرف کدو کے ٹکڑے تلاش کر رہے ہیں۔ بس اُس دن سے مجھے کدو محبوب ہو گیا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا، اس دن کے بعد سے میں جس سالن میں بھی کدو ڈلوا سکتا،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ضرور ڈلواتا تھا۔ (ترمذی)

یہ محبت کے تقاضے ہیں، اطاعت کے نہیں۔

لیکن جس کو حضور ﷺ سے محبت ہو، وہ زیادہ سے زیادہ آپ ﷺ کے رنگ میں رنگ جانے میں لگا رہے گا، ہر ادا کو اختیار کرے گا، ہر نقشِ قدم پر چلے گا۔

لیکن نہ گرمی و سردی میں بٹن کھلے رکھنا وہ سنت ہے جس کا اتباع لازم ہو، نہ کدو کا محبوب ہونا۔

## اذیت کے باوجود تعلق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی ﷺ نے فرمایا: وہ مسلمان جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور اُن کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، اِس مسلمان سے افضل ہے، جو لوگوں سے بے تعلق ہو جاتا ہے اور اُن کی تکلیفوں پر صبر نہیں کرتا۔ (ترمذی)

جہاں انسان رہتے ہوں گے، وہاں ایک دوسرے کی گفتگوؤں، روش، اور برتاؤ سے ایذا اور تکلیف لازماً پہنچے گی۔ مایوسیاں ہوں گی، شکایتیں اور گلے بھی ہوں گے، دل بھی خراب ہوں گے۔ اِس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔

مگر فضیلت کی بشارت اس کے لیے ہے، جو ان تمام تکلیفوں اور ایذاؤں پر صبر کرے اور لوگوں سے میل جول قائم رکھے۔

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

## گناہ گار کی پذیرائی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی ﷺ کے زمانہ میں ایک آدمی تھا، جس کا نام عبداللہ، اور لقب حمار تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اُسے شراب نوشی کے جرم میں کوڑے لگانے کی سزا دے چکے تھے۔ ایک دن پھر وہ اسی جرم میں پکڑ کر لایا گیا، آپ ﷺ نے کوڑے لگانے کا حکم دیا، اور کوڑے لگا دیے گئے۔

اس پر ایک شخص بولا: اے اللہ، تو اس پر لعنت فرما، کتنی کثرت سے یہ پکڑ کر لایا جاتا ہے۔

یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: اِس پر لعنت مت کرو، بخدا میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے۔ **(بخاری)**

ایک روایت میں ہے: صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا، خدا تجھے رسوا کرے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کہو، اور اس کے مقابلہ میں شیطان کی مدد مت کرو۔ **(بخاری)**

ایک اور روایت میں ہے: حضور ﷺ نے فرمایا: بلکہ کہو، اے اللہ، اِس کی مغفرت فرما اور اِس پر رحم فرما۔ **(ابوداؤد)**

ارادہ کے کمزور آدمی سے بھی گناہ سرزد ہو جائے، تو اِس گناہ کا شرعی نتیجہ اُسے بھگتنا ہوگا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لیکن استقامت کی کمی اور گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کے معنی یہ نہیں کہ اِس سے نفرت کی جائے، اِس کو برا بھلا کہا جائے، اِس پر لعنت برسائی جائے اور بجائے دُعا کے، اِس کے لیے بددُعائیں کی جائیں۔ بلکہ اِس کے لیے مغفرت و رحمت کی دُعا کی جائے، اور اِسے اپنے ساتھ باندھ کر رکھا جائے۔

گناہِ کبیرہ کے مرتکب کے دل میں بھی اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کی تڑپ ہوسکتی ہے اور قابلِ قدر ہے۔ اس لیے اُسے پھسلنے سے بچانے کے لیے تعلق رکھنا ضروری ہے۔

شیطان تو چاہتا ہی یہ ہے کہ گناہ گار نیک لوگوں سے کٹ جائے، تاکہ مزید گناہ کی دلدل میں پھنستا ہی جائے۔

بخاری میں اس حدیث کا عنوان ہے: شراب خور پر لعنت کرنا ناپسندیدہ ہے اور وہ ملت سے خارج نہیں ہوتا۔

## رسولؐ، آپ کے بھائی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت رکھنے والے لوگ تو وہ ہیں جو میرے بعد ہوں گے، اور یہ تمنا کریں گے کہ اپنا گھر بار اور مال، سب قربان کر کے کسی طرح مجھے دیکھ پاتے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تمنا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملتا۔

آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم بھی تو آپ ﷺ کے بھائی ہیں!

فرمایا: تم میرے صحابی ہو، بھائی تو وہ لوگ ہیں جو مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔ (احمد)

حضرت ابو جمعہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے، کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا ہم سے بہتر بھی کوئی ہوسکتا ہے، ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ اسلام قبول کیا، آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں وہ لوگ جو میرے بعد ہوں گے، اور مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔ (احمد، حاکم)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس بشارت پر ہم جتنا خوش ہوں اور جتنے شادیانے بجائیں کم ہے۔

شرف صحابیت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں، اور یہ اب کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا، لیکن آپ ﷺ کو آنکھوں سے دیکھے بغیر آپ ﷺ پر ایمان لانا، آپ ﷺ کو دیکھنے کی تمنا میں تڑپنا، اور سب کچھ قربان کر دینا--- یہ وہ شرف ہے جس کے حاملین کو آپ ﷺ نے اپنا بھائی کہا ہے۔ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ [ایسی چیز کے لیے محنت کرنے والے محنت کریں]۔

## قوی اور ضعیف مومن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنھوں نے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قوی مومن اللہ کو ضعیف مومن سے زیادہ پیارا ہے، اگرچہ ہر ایک میں خیر ہے۔

جو چیز تمھیں نفع دے اس ہی کا لالچ کرو، اور اللہ سے مدد چاہو، اور ہمت نہ ہارو۔

اگر تمھیں کوئی تکلیف، مصیبت یا مشکل پیش آ جائے، تو یوں مت کہو کہ ''اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا [یا نہ ہوتا]'' بلکہ یوں کہا کرو کہ ''اللہ نے ہر چیز کو مقدر کیا ہے، جو اس نے چاہا وہ کر ڈالا''۔ اس لیے کہ 'لَو، یعنی ''اگر'' شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

قوی مومن وہ ہے جو ہمت اور عزم کے اعتبار سے مضبوط ہے۔ اس کے برعکس ضعیف مومن وہ ہے جو ذرا سی مصیبت، مشکل یا ناکامی سے ہمت ہار دیتا ہے۔ اللہ کو عزم و ہمت کی پختگی محبوب ہے۔

اصل نفع وہی ہے جو اللہ کے پاس ہے، اسی کی حرص دراصل مطلوب ہے۔ دُنیا کا نفع بھی، اگر مقاصد دینی کے لیے ہو، تو مطلوب ہے۔

حرص کے معنی دل کی لگن، شدید آرزو اور کمالِ سعی کے ہیں۔ دین اور آخرت کی طلب و سعی کرو۔ اس راہ میں اللہ کو اپنا مددگار بناؤ، اور ہمت نہ ہارو۔

مشکل، مصیبت اور ناکامی کی صورت میں کفِ افسوس مل کر یہ کہنا کہ ''اگر میں ایسا کرتا، یا نہ کرتا، تو یہ پیش نہ آتا'' ایسا کام ہے جس کا حاصل سوائے حسرت کے کچھ نہیں۔

یہ شیطانی عمل بھی ہے، کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا میرے چاہنے اور کرنے سے وہ کچھ بھی ہونا ممکن تھا، جو اللہ نے مقدر نہ کیا تھا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشکل اور مصیبت کی دُعاؤں میں یہ فقرے بار بار آئے ہیں:

**مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ - اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٍ - اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا -**

جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا، جو اس نے نہیں چاہا نہیں ہوا۔ بے شک اللہ کو ہر چیز کی قدرت ہے۔ بے شک اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

## موت کا تذکرہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لذتوں کو زائل کر دینے والی چیز، یعنی موت کو بہت یاد کرو۔ **(ترمذی، نسائی، ابن ماجه)**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا۔ اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ زیارتِ قبور دُنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کی یاد تازہ کرتی ہے۔ (ابن ماجه]

موت دُنیا سے روانگی ہے، جس سے کسی کو کوئی مفر نہیں۔

زندگی کا اصل انجام وہی ہے جو دُنیا کے اعمال کے نتیجہ میں موت کے بعد آخرت میں ملے گا۔

موت کی گھڑی وہ ہے، جس گھڑی دُنیا کی ہر وہ چیز، جس کے پیچھے ہم پڑے ہوئے ہیں، چھوٹ جائے گی۔ اس کے بعد نہ واپسی ہے نہ عمل کی مہلت، اور اللہ سے ملاقات کا وقت آ جائے گا، جب صرف حساب ہے اور جزا و سزا۔

اِس گھڑی کو زیادہ سے زیادہ یاد رکھنا ہی دل کی زندگی اور صفائی و روشنی کا نسخہ ہے۔ یہی صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے والی چیز ہے۔ اس کو یاد رکھنے کے لیے ہر ممکن تدبیر کرو، یہاں تک کہ قبرستان جانا بھی۔

## موت کے بعد اعمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنھوں نے کہا:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل ختم ہو جاتے ہیں، مگر تین قسم کے عمل جاری رہتے ہیں:

۱۔ ایسا صدقہ، جس کا نفع جاری رہے [اور لوگ اِس سے فائدہ اُٹھاتے رہیں]

۲۔ ایسا علم جس سے فائدہ اُٹھایا جاتا رہے۔

۳۔ ایسی اولاد جو صالح ہو اور اُس کے لیے دُعا کرتی رہے۔

انسان سرمایہ کاری وہاں کرتا ہے جہاں نفع زیادہ ہوتا ہو۔ دُنیا میں اصل سرمایہ وقت اور عمل ہے۔ اس سرمایہ کاری کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش کاروبار کے تین مواقع ہمارے سامنے رکھ دیے گئے ہیں۔ مال کسی ایسے کام میں خرچ کریں جس سے موت کے بعد بھی لوگوں کو نفع پہنچتا رہے۔ دینی، اخلاقی، روحانی، مادی، معاشی نفع۔

سب سے نفع بخش کاروبار دعوت و اصلاح کا کاروبار ہے۔ اپنی نیکیاں موت کے ساتھ ختم ہو جائیں گی، دعوت و اصلاح کے نتیجے میں لوگ جو نیکیاں کریں گے، اِن کا اَجر اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک وہ ہوتی رہیں گی، اور اِن سب لوگوں کی نیکیوں کا اَجر بھی جو وہ اس دعوت و اصلاح کے نتیجے میں قیامت تک کریں۔ ذرا اس بے حد و حساب اَجر کا تصور کیجیے، اور ساتھ اپنی کوتاہی پر ماتم بھی۔

ہر ایسا علم جو نفع دے، اِس کا نفع جاری رہے گا، لیکن جو دوسروں کے لیے آخرت کے نفع کا سامان کرے اِس کی کیا حد اور حساب ہے۔

اور اولاد کو صالح بنائیں، تو نسل در نسل ان کے عمل صالح کا بھی نفع۔

## مباح کا دائرہ

حضرت ابو ثعلبہ الخشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض عائد کیے ہیں، اُنھیں ضائع نہ کرو۔ کچھ حدود مقرر کر دی ہیں، اِن سے باہر نہ نکلو۔ کچھ چیزوں کو حرام کر دیا ہے، اِن کی حرمت کو پامال نہ کرو۔ اور کچھ چیزوں کے بارے میں اُس نے تمھارے لیے رحمت کی خاطر خاموشی اختیار کی ہے--- نہ اس لیے کہ وہ بھول گیا ہے--- پس اُن کے بارے میں پوچھ گچھ اور



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## چھان بین نہ کرو۔(دار قطنی)

حرام وحلال قرار دینے کا اختیار صرف اللہ کو ہے، وہی حاکم حقیقی ہے۔ اُس کے نبی ﷺ اس کے نمایندے ہیں۔ اُن کو بھی اس نے تحریم وتحلیل کا اختیار دیا ہے، اور فرمایا: جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اُن کے علاوہ تحریم وتحلیل کا اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں، نہ کسی عالم کو، نہ کسی صوفی اور شیخ طریقت کو۔

ہر اجتہاد، انسانی رائے ہے، جو خطا کے امکان سے پاک نہیں ہوسکتی۔

کھانے پینے کی اشیا ہی میں نہیں، زندگی کے ہر شعبہ میں: سیاست میں، معیشت میں، معاشرت وغیرہ میں بے شمار ایسے معاملات ہیں، جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خاموشی اختیار کی ہے۔ ان کو حرام نہیں قرار دیا، اب ان کو کوئی حرام نہیں کرسکتا۔ ان کے استعمال میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ الا یہ کہ ان کے استعمال سے شرعی مقاصد یا مصلحت عامہ کو نقصان پہنچ رہا ہو۔

یہ خاموشی اس لیے نہیں کہ [نعوذ باللہ] اللہ تعالیٰ بتانا بھول گیا۔ یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے ہر قسم کے زمانے، حالات اور لوگوں کے لیے دین میں وسعت عطا کردی۔ وہ جو اپنے لیے مناسب سمجھیں، کریں۔ ان معاملات اور اشیا کے بارے میں، جہاں خاموشی اختیار کی گئی ہے، پوچھ گچھ اور چھان بین کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ ورنہ دین کی وسعت ختم ہوجائے گی، اس کا دائرہ تنگ ہوتا جائے گا، اس کا بوجھ بڑھتا جائے گا، اور اس میں حرج پیدا ہوجائے گا کہ مشکل سے نکلنے کی راہ نہ ملے گی۔

اصل مطالبہ یہ ہے کہ جو فرائض واضح کردیے گئے ہیں، وہ حسب استطاعت بجالاؤ، جن چیزوں سے منع کردیا گیا ہے ان سے اجتناب کرو، جو حدود مقرر کردی گئی ہیں ان سے باہر نہ نکلو، اور جہاں خاموشی اختیار کی گئی ہے، وہاں پوچھ گچھ اور چھان بین سے دین کا بوجھ نہ بڑھاؤ، اس کا دائرہ تنگ نہ کرو، اور اللہ کی رحمت کی ناشکری نہ کرو۔

## غیر ضروری سوالات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے تو اس کے



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کھانے میں سے کھالے اور پوچھ گچھ نہ کرے، اور اِس کی پینے کی چیزوں میں سے پی لے اور چھان بین نہ کرے۔ (البیھقی)

ایک دوسرے کے کھانے پینے کے بارے میں چھان بین اور پوچھ گچھ سے اجتناب، حسن ظن کا تقاضا بھی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کا بھائی خود بھی حلال کھاتا ہے اور اپنے احباب کو بھی حلال ہی کھلاتا ہے۔

یہ دین میں تشدد، انتہا پسندی، غلو اور باریک بینی سے اجتناب کا تقاضا بھی ہے۔

یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ شب، پوچھ گچھ اور اپنے تقویٰ کے اظہار سے مہر و محبت کے تعلقات میں بال نہ پڑے۔

یہ سیدھی سادی روش ہی دین حنیف کی روش ہے۔ کھانے پینے کے علاوہ دوسرے باہمی تعلقات میں بھی یہی روش اختیار کرنا چاہیے۔

## موت کی یاد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یہ جو دل ہیں، انھیں اسی طرح زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگتا ہے۔

عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ، پھر دلوں کی صفائی کا نسخہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا، کثرت سے موت کو یاد کرنا، اور قرآن کی تلاوت کرنا۔ (البیھقی)

دلوں کو زنگ کیسے لگتا ہے؟

گناہوں سے، اور دُنیا کو مقصود بنا کر کام کرنے سے وہ چاہے دینی کام ہوں یا دنیوی، اور بخیلی سے، ظلم و زیادتی سے، دوسروں کے حق مارنے سے۔

موت کو یاد کرنے سے، دُنیا کی تمام لذتیں بے حقیقت ہو جاتی ہیں، وہ مقصود بننے کے لائق نہیں رہ جاتیں۔

قرآن کی تلاوت اللہ سے ہم کلام کرتی ہے۔ اور دل و نگاہ کو زندگی بعد موت پر جمانے کا سب سے موثر ذریعہ ہے۔

ایک روایت کے مطابق، آدمی کو صحیح رکھنے کے لیے یہی دو مرشد کافی ہیں:

ایک بولنے والا مرشد، یعنی قرآن۔

اور دوسرا خاموش مرشد، یعنی موت۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہر وقت یہ خیال لگا رہے کہ اللہ سے ملاقات کرنا ہے، اور قرآن پڑھتے وقت اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں--- یہ دو چیزیں صحیح راستے پر رکھنے کے لیے کافی ہیں۔

## استغفار، دل کی صفائی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مومن جب گناہ کرتا ہے، تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ اور استغفار کر لیتا ہے، تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ گناہ پر گناہ کیے چلا جاتا ہے تو سیاہ داغ پھیلتا چلا جاتا ہے، ایک وقت آتا ہے کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہ ہے وہ زنگ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (المطففين ۸۳:۱۴)

ہرگز نہیں، بلکہ دراصل ان لوگوں کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔

(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجه، مشکوٰة)

گناہ سے کسی انسان کو مفر نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''تم سب گناہ کرتے ہو'' اور ''تمام بنی آدم خطا کار ہیں''۔

گناہ درحقیقت دل کی کمائی ہے، اس لیے اس کا داغ سیدھا دل پر ہی پڑتا ہے۔

گناہ کرنے کی ترغیب دینے میں کامیابی کے بعد شیطان فوراً دوسرا جال بچھاتا ہے۔ وہ اللہ کی بخشش سے، یا اپنی ذات سے، مایوسی کا وسوسہ ڈالتا ہے: ''اتنا بڑا گناہ کر کے میں کس لائق رہا، کس منہ سے اللہ سے معافی مانگوں''۔

پھر آدمی نیکیاں بھی ترک کرنے لگتا ہے اور گناہوں کی دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے۔ پھر دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہ سیاہی بندے اور رب کے درمیان ایک دیوار بن جاتی ہے۔

اپنے گناہوں کے وبال سے بچنے والے وہ ہیں، جو گناہ کے بعد فوراً اللہ کی طرف لپکتے ہیں، اس کے دامن رحمت سے چمٹ جاتے ہیں، ندامت کے پانی سے دل کو دھوتے ہیں، اور اسے صاف شفاف کر دیتے ہیں۔

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

## قصاص اور حقوق

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اعمال کے دفتر تین قسم کے ہیں:

ایک دفتر وہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا۔ اس دفتر میں وہ اعمال ہیں جن میں اللہ کے ساتھ شرک کیا گیا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ "بے شک اللہ اس کی بخشش نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے"۔

دوسرا دفتر وہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ چھوڑے گا نہیں۔ اس میں لوگوں کے آپس کے مظالم درج ہوں گے [جن کا حساب کتاب ہوگا]۔ یہاں تک کہ وہ مظلوموں کو ظالموں سے بدلہ دلا دے۔

تیسرا دفتر وہ ہے، جس کی اللہ کو پروا نہیں۔ اس میں وہ ظلم اور گناہ ہوں گے جو بندوں اور خدا کے درمیان ہوں گے، اور یہ اللہ کی مرضی پر ہے، چاہے اس پر عذاب دے اور چاہے تو درگزر فرمائے۔ **(البیھقی، بحوالہ مشکوٰۃ)**

سب سے بڑھ کر فکر دو قسم کے گناہوں سے بچنے کی ہونا چاہیے۔ ایک، اللہ کے ساتھ شرک، جو ظلمِ عظیم ہے۔ دوسرے، کسی انسان کی جان، مال اور عزت پر دست درازی۔

بندوں پر ظلم کی مکافات سے نجات کی کوئی صورت نہیں، یہاں تک کہ قیامت کے دن مظلوموں کو بدلہ



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہ دے دیا جائے۔ اور بدلہ دینے کے لیے ایک ہی کرنسی چلے گی۔ وہ ہیں اپنے نیک اعمال۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ چاہیے کہ یہیں معاف کرالو، کوئی بدلہ دینا ہو تو یہیں ادا کر دو۔

سب سے زیادہ کثرت سے وہ گناہ ہوتے ہیں جو زبان سے سرزد ہوتے ہیں۔ جیسا حضور ﷺ نے فرمایا: ''زبان کی فصل کے علاوہ اور کیا چیز لوگوں کو منہ کے بل جہنم میں گرائے گی''۔

## محبت اور احترام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کہاں ہیں جو میرے جلال کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے؟ آج، جب میرے سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں، میں اُنھیں اپنے سائے کے نیچے جگہ دوں گا۔ (بخاری)

اللہ کے لیے محبت ایک ایسی نعمت ہے جس کی چھاؤں دُنیا میں بھی لذت و نشاط اور تقویت و اطمینان کا باعث ہے، آخرت میں بھی وہ اللہ کے سایے کے نیچے پہنچا دے گی۔ جس دن اللہ کے سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا جہاں پناہ اور امان ملے۔

مسند احمد اور ترمذی کی روایات کے مطابق اللہ کی خاطر محبت کرنے والے وہ ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ مجلسیں جماتے ہیں، ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، ایک دوسرے سے ملاقات کے لیے آتے جاتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ ناگواریوں کے باوجود، صبر کے ساتھ تعلق جوڑ کر رکھتے ہیں، ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں--- ان کو بشارت ہے کہ ان کے لیے اللہ کی محبت یقینی ہے، ان کے لیے نور کے ایسے منبر ہیں کہ نبی، صدیق اور شہدا بھی ان پر رشک کریں۔

## صبر اور شکر

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مومن کا معاملہ بھی کیا عجیب ہے! اِسے جو کچھ بھی پیش آئے، وہ اِس کے لیے سراسر خیر ہوتا ہے--- اور یہ دولت مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں--- جب اسے کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ [اللہ کا] شکر کرتا ہے اور [اس طرح] نعمت اس کے لیے واقعی خیر بن جاتی ہے۔ اور جب



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ [اللہ کے لیے] صبر کرتا ہے، اور [اس طرح] مصیبت بھی اس کے لیے سراسر خیر بن جاتی ہے۔ (مسلم)

زندگی کا ہر معاملہ، ہر لمحہ، دو میں سے ایک حالت سے خالی نہیں: آرام، خوشی، نفع یا مصیبت، تکلیف، رنج، نقصان---خواہ ہمیں بعض اوقات نعمت اور نفع نقصان کا شعور نہ ہو۔

نعمت کا احساس ہو تو ہم خوش ہوتے ہیں، اسے خیر سمجھتے ہیں۔ لیکن وقت گزرتا ہے تو خوشی بھی گزر جاتی ہے اور آخری سانس کے ساتھ تو ہر راحت، ہر نفع اور ہر خوشی بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ تو یہ خیر کیسی خیر؟

لیکن اپنی بساط بھر اللہ کا شکر کرنے، اور اس شکر کا حق ادا کرنے سے یہ ختم ہونے والی، بے حقیقت نعمت اور خوشی، ہمیشہ کی اور بیش بہا نعمت اور خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ واقعی خیر بن جاتی ہے۔

بعض نعمتوں کے نعمت ہونے کا تو شعور بھی ہوتا ہے، اور ان پر خوشی بھی۔ لیکن بہت بڑی بڑی، ناقابل تصور نعمتیں ہر لمحہ ہمارے اُوپر برستی رہتی ہیں: ہر سانس، دل کی ہر دھڑکن، کھانے کا ہر لقمہ، پانی کا ہر گھونٹ، بیماری سے ہر شفا، جسم کے ہر حصے کا یہاں تک کہ ہر خلیہ کا تحفظ، ہر لمحہ ہر آفت سے تحفظ۔ یہ سب اللہ کا شکر ادا کر کے لازوال نعمتیں کمانے کے مواقع ہیں۔ مگر ہم اکثر ان مواقع کو ضائع کرتے رہتے ہیں۔

مصیبت پڑے، تکلیف ہو، تو ہمیں لازماً احساس ہوتا ہے، ہم واویلا کرتے ہیں۔ مگر کتنی ہی بڑی مصیبت ہو، اسے بھی گزر جانا ہے۔ لیکن اپنی بساط بھر صبر کرنے سے، مصیبت اور تکلیف بھی ہمیشہ کی اور بیش بہا نعمت اور خوشی بن جاتی ہے۔ اسی طرح، مصیبت کیوں، درد و الم کیوں؟ ہر ذہن کا، ہر فلسفہ کا ''پیچیدہ اور لاینحل سوال'' کوئی مسئلہ ہی نہیں۔

مصیبت اور نعمت برابر ہیں، دونوں فنا ہونے والی، دونوں ابدی انعام و راحت کمانے کا ذریعہ ہیں۔

فانی نعمت پر اگر آدمی اترانے لگے، اور اسے اپنے زورِ بازو کا نتیجہ سمجھے، تو وہ ایک مصیبت ہے، اور اس کا انجام ہمیشہ کا درد و الم۔ فانی مصیبت پر اگر آدمی صبر کرے، اللہ کی طرف سے جنت کمانے کا ذریعہ سمجھے، تو وہ ایک نعمت ہے، اور اس کا انجام ہمیشہ کی خوشی و راحت ہے۔

## ظلم اور حق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس نے ایک بالشت بھر زمین کے برابر ظلم کیا [یعنی اسے غصب کیا]، اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا [جنھیں وہ اُٹھائے اُٹھائے پھرے گا]۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے کسی مسلمان کا کوئی حق مارا، اللہ نے اُس پر آگ واجب کردی اور جنت حرام کردی۔

ایک آدمی نے پوچھا: اگرچہ کوئی بالکل معمولی چیز ہو؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اگرچہ ایک پیلو کی لکڑی ہو۔ (مسلم)

معاملات اور انسانی حقوق کی سنگینی کا اس سے بڑھ کر اور کیا بیان ہوسکتا ہے کہ بالشت بھر زمین کے بارے میں ظلم، اور سات زمینوں کا بوجھ! ایک پیلو کی لکڑی کا حق اور آگ واجب، جنت حرام!

ذرہ برابر بھی ضمیر میں ایمان بالغیب کی روشنی ہو، تو ایک بندہ مومن کسی کا حق مارنے کی جرأت کیسے کرسکتا ہے؟

کتنے ہی، دین کا نام لینے والے، خوب صورت تحریروں اور تقریروں والے، اقامت دین کا کام کرنے والے بھی، دین کے اس اہم ترین پہلو سے غافل ہوتے ہیں۔ خود اپنی زندگی میں دین قائم کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں اللہ کا دین کیسے قائم ہو؟ بندوں کا حق مارنے والوں کو اللہ اپنے نام پر اپنے بندوں کا حکمران کیوں بنائے!

## ظلم و جبر کی معافی مانگو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو--- عزت کے معاملہ میں، یا کسی بھی چیز کے بارے میں--- وہ آج کے دن ہی اس سے معاف کرالے، اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ دینار ہوں نہ درہم۔ [کیونکہ اس دن] جتنا ظلم کسی نے کیا ہوگا، اتنی اس کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی، اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی۔ (بخاری)

حق مارنے، عزت پر دست درازی یا زبان درازی، جیسے گناہوں کے وبال سے چھٹکارا، قصاص یا



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معافی کے علاوہ کچھ نہیں۔

معاف کرانے کا وقت آج ہی ہے، کل [موت کے بعد] نہ دیت دینے کے لیے مال ہوگا، نہ معافی مانگنے کا موقع، [الا یہ کہ اللہ اپنی رحمت ہی سے کوئی سبیل پیدا کردے]۔

کل اگر معاوضہ دینا ہوا، تو قیامت کے دن صرف اعمال کی دولت دی جا سکے گی۔ اپنی عمر بھر کی کمائی ہوئی نیکیوں سے ہاتھ دھو کے، یا مظلوم کی برائیوں کا بوجھ اپنے اُوپر لاد کے۔

## غیر مسلم کے خون کی حرمت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص کسی معاہد [غیر مسلم، ذمی] کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا، جب کہ جنت کی خوشبو ۴۰ برس کے فاصلے سے سونگھی جا سکتی ہے۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے ۴۰ برس (نسائی)، ایک اور روایت میں ہے ۱۰۰ برس (ابن حبان)، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردے گا۔ (ابو داؤد)

معاہد وہ غیر مسلم ہے جو تحفظ، امن، یا شہریت کے معاہدے کی بنا پر مسلمان ملک میں رہ رہا ہو۔

مسلم معاشرے میں رہنے والے عیسائی، یہودی، ہندو اور دیگر کافروں کی جانیں بھی اسی طرح محترم و محرم ہیں جس طرح مسلمانوں کی جانیں۔

قانونی حق ثابت ہوئے بغیر، جو مسلمان ان میں سے کسی کا خون بہائے گا، وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

## روک ٹوک کی حکمت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بہت کم ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کسی شخص کو ایسی بات پر جو آپ کو ناپسند ہوتی، منہ در منہ ٹوکتے۔

ایک دفعہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اس [کے لباس] پر زردی کا نشان تھا۔ جب وہ مجلس سے اُٹھ گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اس زردی کو بدل ڈالتا یا صاف کر دیتا [تو بہتر ہوتا]۔ (الادب المفرد، بحوالہ انتخاب حدیث)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



منہ در منہ ٹوکنا منع نہیں، لیکن یہ حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ، آپ ﷺ کی حیا و مروت اور کمال شفقت و رحمت کا مظہر ہے کہ آپ ﷺ ایسا کرنا ناپسند کرتے۔

اصلاح و تربیت میں انسانی نفسیات کا لحاظ، حکمت کا ضروری تقاضا ہے۔ دوسروں کے سامنے ٹوکے جانے سے انسان کی اَنا کو ٹھیس پہنچتی ہے اور اس میں فوراً مخالفانہ ردِعمل پیدا ہوتا ہے۔ وہ تاویل اور دفاع پر اُتر آتا ہے۔ اس لیے تنہائی میں، یا کسی کے ذریعہ، تنقید کے موثر ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔

اسی لحاظ سے حضور ﷺ کا حکیمانہ طریقہ یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ نام لے کر تنقید و احتساب کرنے کے بجائے عام انداز میں نصیحت فرماتے کہ "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ....."۔

## فکرِ آخرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹے، تو اپنے [دل اور زندگی] کو پوری طرح میری بندگی کے لیے فارغ [اور مطمئن] کر لے، میں تیرے دل کو [بے فکری کی] دولت سے بھر دوں گا اور فقر و محتاجی کے سوراخوں کو بند کر دوں گا۔

اگر تو ایسا نہ کرے گا، تو میں تیرے ہاتھوں [اور دل] کو دُنیا کے مشغلوں اور فکروں سے بھر دوں گا اور تیرے فقر و محتاجی کے سوراخوں کو بھی بند نہیں کروں گا۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)

## دُنیا کی فکر اور بے نیازی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو آخرت کی فکر کرے،

۱۔ اللہ تعالیٰ اِس کے دل کو غنی کر دیتا ہے،

۲۔ اِس کے اُلجھے ہوئے کاموں کو سلجھاتا رہتا ہے، اور

۳۔ اِس کے پاس دُنیا بھی آتی ہے، مگر ناک رگڑتی ہوئی۔

اور جو دُنیا کی فکر ہی میں مشغول رہے،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۔ اللہ تعالیٰ اِس پر محتاجی [کا احساس] مسلط کر دیتا ہے،

۲۔ اِس کے معاملات کو اُلجھا دیتا ہے، اور

۳۔ [ساری فکر کے باوجود] دُنیا بھی اِس کو اِس سے زیادہ نہیں ملتی جتنی اِس کے مقدر میں ہوتی ہے۔ **(ترمذی، بحوالہ ترجمان الحدیث)**

دونوں احادیث کا مضمون ملتا جلتا ہے، مگر ایک حدیث دوسری کی شارح ہے۔

جس کو سب سے زیادہ آخرت کی فکر ہوگی، وہی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے فارغ کر سکے گا۔

فارغ کرنے کا مطلب ترکِ دُنیا نہیں، دُنیا کے ہر کام کو عبادت بنانا ہے۔

آخرت کی فکر کے معنی ہیں آخرت کی کمائی کی فکر۔ آخرت کی کمائی کا ذریعہ اس کے سوا کوئی نہیں کہ دُنیا کے ہر کام کو پوری دلچسپی سے، پوری سنجیدگی سے، بہترین طریقے سے، مگر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی حدود میں رہ کر، انجام دیا جائے۔ اس لیے بندگی کے لیے فراغت اور آخرت کے لیے یک سو ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدمی دُنیا اور دُنیا کے کام کرنے سے فارغ ہو جائے۔

آدمی آخرت کا طلب گار ہو، تو بھی دُنیا جتنی مقدر ہے اس میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ دُنیا کا طلب گار ہو تو طلب اور کوشش کے باوجود مقدر سے زیادہ کچھ نہ ملے گا۔ آخرت کے طلب گار کو اپنا مقدر ملے تو سہولت سے بھی ملے گا اور اسے ذلیل و خوار بھی نہ ہونا پڑے گا۔

خدا اور آخرت کے طلب گار کا دل، دُنیا اور دُنیا والوں سے بے نیازی کی بے دل نعمت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ وہ خود کسی مخلوق کا محتاج نہیں ہوتا۔ کوئی ڈوبنے والی چیز اس کی محبوب نہیں ہوتی۔

مگر دُنیا کا طلب گار ہر وقت خود کو دُنیا والوں، روپے پیسے، دنیوی ساز و سامان، شہرت اور تعریف کا محتاج پاتا ہے۔ گویا فقر محتاجی ہر وقت اس کی نگاہوں میں سمائے رہتے ہیں۔

جو بندہ اپنے خدا کا بن جاتا ہے، وہ خدا کو اپنے معاملات کے لیے کافی پاتا ہے۔ اس کے اُلجھے ہوئے معاملات سلجھتے رہتے ہیں۔ جو دُنیا کا بندہ ہو وہ ہر وقت پریشانی کا شکار رہتا ہے۔ اس کے معاملات اُلجھے ہوئے رہتے ہیں۔

صبح اُٹھنے سے لے کر رات تک، اور پھر نیند اچاٹ ہو جانے پر، آپ کے دل میں اور زبان پر کن فکروں اور پریشانیوں کا تذکرہ رہتا ہے: اس ذاتی جائزے سے دیکھ لیں کہ آپ کی فکر آخرت کے لیے ہے یا دُنیا کے لیے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## برائی کا بدلہ بھلائی

حضرت ابوالاحوص الجشمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ، اگر میں کسی آدمی کے ہاں جاؤں اور وہ نہ میری مہمان داری کرے اور نہ میری ضیافت، پھر وہ آدمی میرے پاس آئے، تو آپ ﷺ فرمائیے کہ میں اس کی مہمان داری کروں یا اس سے بدلہ لوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، تم اس کی مہمان داری کرو۔ (ترمذی)

یہ روش عام ہے: اُس نے میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا، میں بھی یہی کروں گا۔ اُس نے میرے ساتھ بدسلوکی کی، میں بھی کروں گا۔ اُس نے مجھے کب پوچھا، میں بھی نہیں بلاؤں گا۔ یہ مومن کی شان کے منافی ہے۔

مہمان داری سے آگے پوری زندگی میں، خصوصاً مخالفین کے ساتھ، فضیلت کی روش یہی ہے کہ ''برائی کے مقابلے میں بھلائی کرو'' (حٰمٓ السجدہ)۔ اگرچہ زیادتی کے برابر بدلہ لینے کا حق ہے، لیکن عفو و درگزر اور اصلاح روابط پر اجرِ عظیم کا وعدہ ہے۔ (الشوریٰ)

## حسنِ سلوک کی تاکید

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لوگو] امعہ [دوسروں کی روش کے مطابق ڈھلنے والے] نہ بن جاؤ۔ یوں نہ کہا کرو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے تو ہم بھی اچھا برتاؤ کریں گے، اور اگر اُنھوں نے بدسلوکی کی تو ہم بھی بدسلوکی کریں گے۔ نہیں، بلکہ اپنے آپ کو اِس بات کا خوگر بناؤ کہ اگر لوگ اچھا برتاؤ کریں تو تم ضرور حسن سلوک سے پیش آؤ، اور اگر وہ ظلم کی راہ چلیں تو تم [ان کی تقلید میں] ظلم نہ کرو۔ (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ)

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

## بات کو تولو اور معذرت سے بچو

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے کہا: 'مجھے نصیحت فرمایئے اور مختصر لفظوں میں فرمایئے'۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

۱۔ جب تو نماز پڑھے، تو اس شخص کی نماز کی طرح پڑھ، جو ہر چیز کو چھوڑنے والا ہو، [گویا زندگی کی آخری نماز سمجھ کر]، اور

۲۔ کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکال جس کے بارے میں کل کو معذرت کرنا پڑے، اور

۳۔ جو چیز لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے بے نیاز ہو جا۔ (مسند احمد، بحوالہ انتخاب حدیث)

نماز، بنیاد اور ستون ہے بندگی کی زندگی کی: تعلق باللہ اور فکر آخرت کی بھی، اخلاق و معاملات کی بھی، دعوت و جہاد کی بھی، حکومت اسلامی کی بھی۔ اس لیے مختصر ترین بات میں نماز سب سے پہلے آئی۔ فریضہ نماز ادا ہو جائے، یہ بھی انعام الٰہی ہے۔ لیکن دینی زندگی کی تقویت اور ترقی اسی نماز کے ذریعے حاصل ہوگی، جس میں خشوع ہو۔ اس لیے خشوع کا نسخہ تجویز ہوا: ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھو۔ دنیا کی ہر چیز کو الوداع کہہ کر۔ یہ سمجھ کر بس اب رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور اس سے ملاقات کرنا ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زبان [یا قلم] سے جو لفظ نکلتا ہے وہی سب سے زیادہ خرابیوں کا سبب بنتا ہے۔ وہی منہ کے بل جہنم میں گراتا ہے، اگر وہ خود گناہ ہو، یا گناہ کا ذریعہ۔ جس نے کوئی ایسی بات منہ [یا قلم] سے نہ نکالی کہ کل اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندگی ہو یا آج دُنیا میں انسانوں کے سامنے، تو اس نے آگ میں ڈالے جانے کی رسوائی، دُنیا میں بھی رسوائی اور تعلقات میں بگاڑ سے بچنے کا سامان کرلیا۔

اُمیدیں اور توقعات صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنی چاہییں، نہ کہ اپنے جیسے انسانوں سے۔ معاملات ہوں، عزت ہو، مال ومتاع ہو، توقعات ہوں، کسی کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں۔

اس لیے نبی کریم ﷺ کے اتباع میں ہر نماز کے بعد یہ درخواست ضرور کریں۔

**لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ – اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ –**

اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرمانروائی اُسی کے لیے [مخصوص] ہے اور تعریف اُسی کے لیے ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے میرے اللہ، جو آپ عطا کریں اُسے کوئی روک نہیں سکتا، جو آپ روک لیں اُسے کوئی دے نہیں سکتا۔

تعلقات میں بگاڑ کا سب سے بڑا سبب انسانوں سے اُمیدیں قائم کرنا اور پھر ان کا ٹوٹنا ہے۔

## تقریر میں حکمت

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

لوگوں سے وعظ ہر جمعہ کو [ہفتہ میں ایک مرتبہ] بیان کیا کرو۔ اگر لوگ [زیادہ پر] اصرار کریں تو دو بار، اور اس سے بھی زیادہ چاہتے ہوں تو بس تین بار [اس سے زیادہ نہیں]۔

اور [دیکھو] لوگوں کو اِس قرآن سے بے زار نہ کردو۔

ایسی صورت حال نہ پیدا ہو کہ تم لوگوں کے پاس جاؤ جب کہ وہ اپنی باتوں میں مشغول ہوں، اور ان کے سامنے اپنی تقریر شروع کردو، اور اس طرح تم ان کا سلسلہ گفتگو کاٹ دو اور ان کے دلوں کو نفرت اور ملال سے بھر دو۔ بلکہ تم خاموش رہو۔ پھر اگر وہ تم سے [رغبت اور شوق سے] خود مطالبہ کریں تو ان کے سامنے اپنی بات کرو۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور دیکھو دُعا میں قافیہ بندی سے بچو، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ **(انتخاب حدیث)**

آج جب کہ وعظ، تقریر، درس کی بھرمار ہے، اور اکثر بولنے والے مسلسل بولنے، اپنے وقت سے زیادہ بولنے، اور سامعین کے ردِعمل سے بے نیاز ہو کر بولنے پر مصر ہوتے ہیں، اس اثر [وہ حدیث جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف نہ ہو] میں حکمت و دعوت کے پہلو سے واضح ہدایات موجود ہیں۔

## ذِکر اور ذِکر سے خالی

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ شخص جو اپنے رب کو یاد رکھتا ہے، اور وہ جو یاد نہیں رکھتا، دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک زندہ ہو اور دوسرا مردہ۔ **(بخاری، مسلم)**

یہ انسان کی زندگی اور موت کا ایک بالکل نیا اور انقلاب انگیز تصور ہے۔

دُنیا اس شخص کو زندہ شمار کرتی ہے جس کا دل دھڑکتا ہو اور جس کی سانس آتی اور جاتی ہو۔ مگر رسول کریم ﷺ بتاتے ہیں کہ اگر اس کی زندگی اللہ کی یاد سے خالی ہے تو وہ ایک چلتی پھرتی لاش ہے۔ اس کے برعکس حقیقی معنوں میں زندہ وہ ہے جس کی زندگی میں اللہ کی یاد رچی بسی ہو، سانس کی طرح آتی اور جاتی ہو۔

کیونکہ جسم کی زندگی تو ہر حیوان کو حاصل ہے۔ مگر جسم مٹی میں مل جاتا ہے، باقی رہنے والی چیز انسان کی روح، شخصیت کا مرکز، اس کا دل [قلب] ہے۔ اس دل کی زندگی کا سامان کسی کی یاد، اس کے دھیان اور اس کی طرف توجہ سے ہوتا ہے۔

لیکن اللہ کے علاوہ جس کی بھی یاد اور فکر میں دل مشغول رہے گا، اور اس کی یاد سے اپنی زندگی کا سامان کرے گا، اسے بالآخر مٹ جانا ہے۔ باقی صرف اللہ رہے گا، اور وہ دل اور زندگی بھی باقی رہے گی، جو اللہ کی یاد کی کثرت سے بھری ہوئی ہو۔

اس لیے جو اپنے پیدا کرنے والے، پالنے والے اور حی و قیوم خدا کی یاد، اسی کے دھیان اور اسی کی طرف توجہ میں مشغول رہتا ہے، وہ ایک طرف ابدی زندگی حاصل کرتا ہے۔ دوسری طرف اس کے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اس کو زندگی کے لیے ایک محبوب و مقصود ملتا ہے، ایک سمت ملتی ہے،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کے اندر سے اپنے سارے کام ٹھیک ٹھیک انجام دینے کے لیے قوت و زندگی کے چشمے اُبلتے ہیں۔ ان معنوں میں وہ زندہ کی مانند ہے۔

جو اللہ کو یاد نہیں کرتا، اور ڈوبنے مٹ جانے والی چیزوں کے ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے، وہ مردہ انسان کی طرح ہے کہ اپنی اصل منزل---آخرت کی کامیابی---کی طرف جنبش بھی نہیں کر سکتا۔

آپ نے اس حدیث کا مفہوم پالیا تو، گویا سارے دین کی اور اپنی تربیت کی شاہِ کلید پالی۔

## ذِکرِ الٰہی کی خوشبو

حضرت الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں تمھیں ہدایت دیتا ہوں کہ اللہ کو بہت بہت یاد کیا کرو۔ ذکر کی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ کسی آدمی کے دشمن نہایت تیزی کے ساتھ اس کا پیچھا کر رہے ہوں، مگر وہ بھاگ کر ایک مضبوط قلعے میں پناہ لے لے اور اپنے کو دشمنوں کے ہاتھ میں پڑنے سے بچالے۔ اسی طرح کوئی انسان شیطان سے بچ نہیں سکتا، سوائے اللہ کی یاد کے سہارے۔ (ترمذی)

ہمارا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔ وہ ہر وقت، ہر طرف سے---سامنے سے بھی، پیچھے سے بھی، دائیں سے بھی، بائیں سے بھی---ہمارے اُوپر حملے کرتا رہتا ہے۔ وہ ہمارے ایمان و یقین پر ڈاکے مارتا ہے۔ ہمیں صراطِ مستقیم سے ہٹانے کے لیے اپنی ہر قوت اور ہر کوشش لگا دیتا ہے، وہ صراطِ مستقیم جو ہمیں اللہ اور اس کی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

لیکن ہمارے اُوپر شیطان کا سارا اختیار بس اتنا ہے کہ وہ ہمارے دلوں میں برائی کا خیال ڈالے اور اس کی ترغیب دے۔ اس لیے وہ دل کو تاک تاک کر نشانہ بناتا ہے۔ اللہ کا ذکر دل پر اس کے حملوں سے بچنے کے لیے سب سے مضبوط قلعہ ہے۔

اس لیے: ''جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے، دل میں اللہ کا دھیان ہوتا ہے، شیطان وہاں ٹھیر نہیں سکتا، وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ جب آدمی غافل ہوتا ہے، شیطان وسوسے پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے''۔ (بخاری)

کثرت سے بہت بہت یاد کرنے کے کیا معنی ہیں؟ قرآن کے مطابق کھڑے، بیٹھے، لیٹے، صبح اور شام نماز میں بھی، میدانِ جنگ میں بھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہاں تک کہ لوگ کہیں یہ مجنوں ہے''۔ (مسند احمد)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## یاد اللہ اور سکینت

حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو لوگ اللہ کو یاد کرنے کے لیے کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں، اُنھیں فرشتے گھیر لیتے ہیں، اُن پر رحمت چھا جاتی ہے، اُن پر سکینت [سکون واطمینان] نازل ہوتی ہے، اور اللہ اُن کا ذکر اُن کی مجلس میں کرتا ہے جو اُس کے قریب ہیں۔ (مسلم)

جہاں لوگ اللہ کے لیے جمع ہوں، جمع ہو کر وہ کام اور وہ بات کریں جو اللہ کو مطلوب ہے، وہ ذکر کی مجلس ہے: نماز باجماعت ہو، کلمات کا ورد اور دُعا ہو، دین کی تعلیم ہو یا دعوت الی اللہ ہو۔ یہ مجلس اللہ کو بہت محبوب ہے۔ اس مجلس کے لیے عظیم بشارتیں ہیں: [۱] چاروں طرف فرشتے موجود ہوتے ہیں۔ آسمان تک انھیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، [۲] رحمت، [۳] سکینت، [۴] مقرب فرشتوں کی مجلس میں ذکر۔ ضروری ہے کہ ہر مجلس میں ذکر ہو۔ ذکر کے لیے مجلسوں کا اہتمام ہو، اور

ایسی ہر مجلس میں اللہ کے رسول ﷺ کی ان بشارتوں کو یاد رکھیں اور اللہ سے پوری اُمید رکھیں کہ وہ یہ سب کچھ عطا فرمائے گا۔

## استقامت کی قیمت

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا، کہ اپنے دین [کے احکام] پر استقامت سے عمل کرنا ایسا ہوگا جیسے ہاتھ میں انگارا پکڑنا۔ (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے میری اُمت میں فساد کے زمانے میں میری سنت کو مضبوطی سے تھاما، اُس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (البیہقی، بحوالہ مشکوٰۃ)

اُمت کا فساد کیا ہے؟

اللہ کی طرف سے ہدایت کی نعمت کی ناشکری اور اس سے غفلت، اس سے بے وفائی، اپنے مقام اور مشن کو فراموش کر دینا، بے عملی اور بے یقینی، گناہ اور نافرمانی کا عام ہونا، باہم خون ریزی اور ظلم و جور،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غیر قوموں کا تسلط اور ان کی غلامی۔

ایسے حالات میں دین پر جمے رہنا ایک مشکل کام ہوگا۔ اتنا مشکل جتنا ہاتھ میں انگارا پکڑنا۔ لیکن یہ انگارا اس آگ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، جو اللہ کی نافرمانی کے بدلے میں، دُنیا میں ذلت و رسوائی اور خون ریزی اور آخرت میں جہنم کی صورت میں ملے گی۔

اس کے برعکس، سنت رسول ﷺ پر قائم رہنے کا اجر سو شہیدوں کے اجر کے برابر ہے۔

ہر سنت کا اتباع ضروری ہے، لیکن حضور ﷺ کی سب سے اہم سنت اللہ کے دین اور ہدایت کی طرف دعوت کا کام، جہاد اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے، جس میں آپ ﷺ ہر دم اور ہر قدم مشغول رہے۔ اور ان کے ساتھ، زادِ راہ کے طور پر، اخلاق حسنہ اور عبادات الٰہی ہیں۔

## احکام اور حکمت کی راہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
کوئی شخص اپنے گھر والوں کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکے۔
ان کے بیٹے نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم تو ان کو ضرور روکیں گے۔
عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تو اس قسم کی باتیں بناتا ہے۔

راوی [مجاہد] کا بیان ہے: اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے سے عمر بھر نہ بولے۔ (مسند احمد، بحوالہ مشکوٰۃ)

بیٹے کی نیت حضور ﷺ کے ارشاد کی مخالفت نہیں ہو سکتی تھی، بلکہ زمانہ بدل جانے سے احکام میں تبدیلی کا اصول پیش نظر رہا ہوگا۔

مگر رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا احترام اور اتباع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اتنا اہم اور محبوب تھا کہ اس کے بارے میں بیٹے کی اس روش پر عمر بھر اس سے بول چال ترک کر دی گئی۔

مساجد اور نماز باجماعت سے عورتوں کو نہ روکا جائے، یہ منشائے نبوی ﷺ بہت واضح ہے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ عورتوں کی اجتماعی دینی کاموں میں شرکت کے مسئلے پر عہد صحابہ رضی اللہ عنہم ہی سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## امیر کی اطاعت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مسلمانو، امیر کوئی بھی ہو، تم پر اس کی راہ نمائی میں جہاد فرض ہے۔ وہ نیک ہو یا بد، اور اگر چہ وہ کبائر کا ارتکاب کرتا ہو۔

اور تم پر ہر مسلمان کے پیچھے نماز ادا کر لینا واجب ہے، وہ نیک ہو یا بد، اور اگر چہ وہ کبائر کا ارتکاب کرتا ہو۔

اور تم پر ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنا واجب ہے، وہ نیک ہو یا بد، اگر چہ اس نے کبائر کا ارتکاب کیا ہو۔ **(ابو داؤد بحوالہ مشکوٰۃ، باب الامامہ)**

امیر اور امام، اخلاق و کردار کے لحاظ سے کیسے ہی ہوں، نیک کاموں میں ان کی اطاعت واجب ہے۔ خصوصاً نماز باجماعت اور جہاد جیسے عظیم نیک کاموں میں۔ اس سے جہاد اور جماعت کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

اسی طرح، مسلمان کتنا ہی بدعمل ہو، اس کے حقوق ساقط نہیں ہوں گے۔ خصوصاً اس کی نماز جنازہ۔

## طلبِ دنیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک شخص نے آں حضرت ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلتا ہے، مگر وہ دُنیا کا مال و اسباب بھی چاہتا ہے، [اس کا کیا بنے گا؟]

نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر و ثواب نہیں۔

لوگوں کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ اُنھوں نے اس شخص سے کہا: تم دوبارہ جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھو، شاید تم ان کی بات نہیں سمجھ سکے۔

وہ شخص دوبارہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یارسول اللہ ﷺ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلتا ہے، مگر ساتھ ہی وہ دُنیا کا مال و اسباب بھی چاہتا ہے؟



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر وثواب نہیں۔

لوگوں [کو اب بھی یقین نہ آیا، اور اُنھوں] نے اس سے کہا جاؤ اور رسول اللہ ﷺ سے پھر دریافت کرو۔ اس نے تیسری بار آپ ﷺ سے یہی سوال کیا۔

آپ ﷺ نے پھر فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر وثواب نہیں ہے۔ (ابو داؤد، بحوالہ مشکوٰۃ)

ایک اور روایت کے مطابق، آپ ﷺ نے آخر میں فرمایا: ''اللہ کسی عمل کو قبول نہیں کرتا جب تک وہ خالص اور اللہ کی رضامندی کے لیے نہ ہو''۔

شخصیت کا مرکز دل ہے، اصل عمل دل کا عمل ہے، اصل کمائی دل کی کمائی ہے، گناہ کا داغ دل ہی پر پڑتا ہے، نجات اور جنت اِسی کے لیے ہے جو قلب کو سلامت لیے اللہ کے حضور حاضر ہوا۔

اس لیے اعمال کے اجر وثواب کا انحصار ان کی ظاہری شکل وصورت پر نہیں، بلکہ اس بات پر ہے کہ وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے اور رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر ہو۔

نیک اعمال میں سب سے چوٹی کا عمل اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ جہاد کی نیت میں بھی اگر رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے ساتھ دُنیا کی ملاوٹ ہو جائے --- دُنیاوی نفع کی، مال کی، جاہ کی، شہرت کی، مخلوق کی تعریف کی، عصبیت کی --- تو جہاد کا سارا اَجر ضائع ہو جاتا ہے۔

صرف قتال فی سبیل اللہ کے معاملے میں نہیں، ہر طرح کے جہاد میں: دعوت وتبلیغ ہو، سیاست ہو، تحریر ہو، تقریر ہو، عہدہ ومنصب اور امارت ہو، تابع داری واطاعت ہو۔ جو دین کا کام کر رہا ہو اس کو ہر وقت اپنی نیت کا احتساب کرنا چاہیے، اس کو خالص رکھنا چاہیے اور بلا اختیار ملاوٹ داخل ہو جائے تو فوراً اللہ سے استغفار کرنا چاہیے۔

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

## دُنیا سے بے نیازی اور جہاد

حضرت شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک اعرابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان قبول کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ ہولیا۔ اس نے حضور ﷺ سے کہا: میں آپ ﷺ کے ساتھ مہاجر بنوں گا۔ آپ ﷺ نے بعض اصحاب کو اس کی خبر گیری کرنے کی ہدایت فرمائی۔

جب غزوۂ خیبر میں آپ ﷺ کو مالِ غنیمت ملا، اور آپ ﷺ نے اسے تقسیم فرمایا، تو آپ ﷺ نے اس کا بھی حصہ لگایا، اور وہ حصہ اس کے ساتھیوں کے سپرد کر دیا۔ وہ اپنے ان ساتھیوں کے جانور چرایا کرتا تھا۔ جب شام کو وہ واپس آیا، تو ساتھیوں نے اسے اس کا حصہ دیا۔

اس نے پوچھا: یہ کیا ہے! ساتھیوں نے کہا: یہ تمھارا حصہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تقسیم میں تمھیں دیا ہے۔

اس نے کہا: میں نے اس کی خاطر تو آپ ﷺ کا اتباع نہیں کیا۔ میں نے تو آپ ﷺ کا اتباع اس غرض سے کیا ہے کہ میرے یہاں تیر لگے، [اور اس نے اپنے حلق کی طرف تیر سے اشارہ کیا]، تاکہ میں مر جاؤں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔

ساتھی نے اس سے کہا: اگر تو نے سچ کہا ہے تو اللہ تجھے سچا کر دکھائے گا۔

پھر ان لوگوں نے دشمنوں کے ساتھ جہاد کیا، [اور یہ اعرابی بھی ان کے ساتھ تھا]۔ اس کو



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لاد کر حضور ﷺ کے پاس لایا گیا۔ تیر اس کے حلق میں اسی جگہ پیوست تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔

حضور ﷺ نے پوچھا: یہ وہی ہے!

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اس نے اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ سچا رکھا، اللہ نے اس کو سچا کر دکھایا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو اپنے جبہ مبارک میں کفن دیا، آگے بڑھ کر اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور جنازے کی نماز میں جو الفاظ فرمائے وہ یہ تھے:

اے میرے اللہ، یہ تیرا بندہ ہے! ہجرت کر کے تیرے راستے میں نکلا! شہید ہو کر قتل کیا گیا ہے! اور میں اس پر گواہ ہوں! (بیہقی، نسائی)

شہادت کی تمنا اور آرزو دیکھیے! تازہ ایمان، عمل قلیل، مگر دل جان لٹانے کے نشہ سے سرشار۔

اعزاز و اکرام دیکھیے! حضور ﷺ کی گواہی سے بڑی چیز اور کیا نصیب ہو سکتی ہے۔

## ہجرت، جہاد اور شہادت

حضرت ابو عبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حضرت علبہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے تھے۔ [غزوۂ تبوک کے موقع پر] جب حضور ﷺ نے لوگوں کو اللہ کی راہ میں مال دینے کی ترغیب دی تو ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ لایا۔ حضرت علبہ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ وہ رات کو کھڑے ہو گئے، دیر تک جب تک اللہ نے چاہا، نماز پڑھی، خوب روئے، پھر دُعا مانگی:

اے میرے اللہ، تو نے ہمیں جہاد کا حکم دیا، جہاد کی ترغیب دی، مگر تو نے ہمیں اتنا مال نہیں دیا جس سے ہم جہاد کر سکیں، نہ تو نے اپنے رسول ﷺ کے ہاتھ میں اتنا دیا کہ آپ ﷺ ہم کو سواری دے سکیں۔ اے اللہ، میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کو میں صدقہ دوں۔ اے میرے اللہ، مسلمانوں میں سے جس کسی نے میرے اوپر کوئی ظلم و ستم کیا ہے،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میرے مال کے بارے میں، یا جسم کے بارے میں، یا عزت کے بارے میں، وہ میں صدقہ کرتا ہوں؛ معاف کرتا ہوں]۔

صبح ہی صبح یہ لوگوں کے پاس پہنچے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: گذشتہ رات میں [اپنی عزت کا] صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ وہ کھڑا ہو جائے۔ حضرت علبہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور کہا: میں ہوں، یا رسول اللہ ﷺ۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے علبہ، مبارک ہو، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تمھارا یہ صدقہ قبول کی ہوئی زکوٰۃ میں لکھا گیا۔ (البزار، ابن ابی الدنیا، البدایہ، کنز العمال بحوالہ حیاۃ الصحابہ)

ظاہر آدمی بالکل خالی ہاتھ ہو، اور جیب خالی ہو، مگر دل کو لگی ہوئی ہو، تو اللہ کی راہ میں دینے کے ہزار طریقے ہیں، جن کو قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔

## دولت کے بغیر صدقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک [جہاد کے] سفر میں تھے۔ ہم میں سے بعض روزہ دار تھے، اور بعض بے روزہ۔ ہم لوگوں نے ایک منزل پر پڑاؤ ڈالا۔ دن اتنا سخت گرم تھا کہ ہم میں سب سے زیادہ سایہ اس کے اوپر تھا جس پر کمبل تھا، اور بعض آدمی اپنے ہاتھوں ہی سے دھوپ سے بچاؤ کر رہے تھے۔ جو روزہ دار تھے وہ تو ڈھیر ہوگئے، اور اُنھوں نے کوئی کام نہیں کیا۔ لیکن جو بے روزہ تھے وہ کھڑے ہوگئے، انھوں نے خیمے لگائے اور جانوروں کو پانی پلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج تو بے روزہ دار لوگ سارا ثواب لے گئے۔ (بخاری، مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ)

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کچھ لوگوں نے [ایک سفر سے واپسی پر] اپنے ایک ساتھی کی بہت تعریف کی، اور کہا: ہم نے اس جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ جب تک سفر میں چلتا،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قرآن پڑھتا رہتا، جب ہم لوگ پڑاؤ ڈالتے تو یہ نماز میں لگ جاتا۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اس کے سامان کی دیکھ بھال کون کرتا تھا؟

آپ ﷺ نے یہ بھی پوچھا: اس کے اُونٹ یا جانور کو چارا کون دیتا تھا؟

لوگوں نے بتایا: یہ کام ہم ہی لوگ انجام دیتے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب اس سے افضل ہو۔ (ابوداؤد)

اعمال کے درجات ہیں۔ یہ درجات اعمال کی نوعیت پر بھی منحصر ہیں اور جن حالات میں عمل کیا جائے ان پر بھی۔

اسی بات کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے بڑے خوب صورت انداز میں یوں بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ حقوق رات میں ہیں، انھیں وہ دن میں قبول نہیں کرتا۔ اور کچھ حقوق دن میں ہیں، انھیں وہ رات میں قبول نہیں کرتا۔

کیونکہ ہر وقت اور ہر حال میں وہی اعمال افضل اور قابل قبول ہیں، جو اس وقت اور حالات کا تقاضا ہیں۔ جیسے سفر میں روزہ اور نفلی عبادات کے مقابلے میں سفر کی ضروریات اور تقاضے پورے کرنے ہی اللہ کو مطلوب ہے۔

## دل کی دولت اور فقیری

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ابوذر رضی اللہ عنہ، کیا تم سمجھتے ہو کہ دولت مندی یہ ہے کہ مال بہت ہو؟

میں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ ﷺ [ایسا ہی سمجھا جاتا ہے]

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ فقیری یہ ہے کہ مال کم ہو؟

میں نے عرض کیا: ہاں حضور ﷺ، [ایسا ہی خیال کیا جاتا ہے]

یہ بات آپ ﷺ نے مجھ سے تین دفعہ ارشاد فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا: اصل دولت مندی دل کے اندر ہوتی ہے اور اصل محتاجی اور فقیری بھی دل ہی میں ہوتی ہے۔ (طبرانی)

اصل دولت مندی یہ ہے کہ دل میں دُنیا اور مال سے بے نیازی ہو، قناعت ہو، اور مال کا کم ہونا یا زیادہ



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہونا دل کے لیے یکساں معاملہ ہو۔

اصل خرابی یہ ہے کہ دل مال میں اٹکا ہوا ہو، اور زیادہ سے زیادہ کی ہوس کا اسیر ہو، اور اس کا محتاج ہو کہ مال بڑھتا رہے۔

## بیعت میں ہدایت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک اور روایت میں بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا: کیا تم بیعت کرنا چاہتے ہو، جس کے بدلے میں تمھارے لیے جنت ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں، اور میں نے بیعت کے لیے ہاتھ پھیلایا۔

آپ ﷺ نے بیعت لیتے ہوئے مجھے پابند فرمایا کہ لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگنا۔

میں نے کہا: بہت بہتر۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کوڑا اُٹھا کر دینے کا سوال بھی نہ کرنا، اگر تمھارے ہاتھ سے گر پڑے تو تم خود اترنا اور اس کو اُٹھانا۔ (مسند احمد، الترغیب)

ایک اور روایت میں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم سات، آٹھ یا نو آدمیوں سے اس بات پر بیعت لی، کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔ ان میں بعض حضرات کو دیکھا گیا کہ اگر سواری پر ہوتے اور ان کا کوڑا گر جاتا، تو کسی سے یہ نہ کہتے کہ یہ ہمیں اُٹھا کر دے دو۔ (مسلم)

استعداد اور درجات کے اختلافات کے لحاظ سے تربیت کے انداز اور مطالبات بھی مختلف تھے۔ جو اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کا اقرار کرے، اس کا ایک درجہ یہ بھی ہے کہ مخلوق سے کچھ نہ مانگے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے، جب آدمی اللہ کے سوا کسی کا محتاج نہ بننا چاہیے۔

## نویدِ ہدایت کی پہچان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ (الانعام ۶:۱۲۵)

جس کو اللہ ہدایت دینے کا فیصلہ کرتا ہے، اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

یہ آیت پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب نور سینے میں داخل ہو جاتا ہے، تو سینہ کھل جاتا ہے۔

لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا اس [نور اور شرح صدر] کی کوئی علامت بھی ہے جس سے اسے پہچانا جا سکے۔

فرمایا: ہاں، آدمی کا دل اس دُنیا سے بے نیاز اور اچاٹ ہو [جو لبھاتی ہے، مگر ختم ہونے والی ہے]۔

وہ اس گھر کی طرف متوجہ اور اس کے لیے مشتاق ہو جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، اور موت کے آنے سے پہلے وہ موت کی تیاری میں لگ جائے۔ (البیھقی، بحوالہ مشکوٰۃ)

ہدایت، اللہ کے دینے ہی سے ملتی ہے، لیکن وہ یہ ہدایت ایک ضابطہ اور ایک طریقہ کے مطابق دیتا ہے۔ دُنیا کے رزق کی طرح بغیر حساب نہیں دیتا۔

اولیں اصول یہ ہے کہ آدمی کے دل میں ہدایت کے لیے طلب ہو، اور وہ اللہ کی طرف رجوع کرے، يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ۔

ہدایت کا آغاز آدمی کے دل اور باطن سے ہوتا ہے۔ اس کی بقا کا انحصار بھی اس کے باطن اور دل پر ہوتا ہے۔

ہدایت کا ماحاصل یہ ہے: کسی وقت بھی ختم ہو جانے والی دُنیا کو مقصود نہ بنانا، اس سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جانا، اور آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کے حصول کے لیے یک سو ہو جانا، اسی کی فکر اور اسی کے لیے تگ و دو میں لگ جانا، دُنیا کے ہر کام اور دلچسپی کو اس کے تابع کر دینا۔

آخرت کے ارادے اور اس کے لیے سعی سے ہی دل میں نور داخل ہوتا ہے، اور جہاں تک نور پھیلتا ہے، اس کے دل کی تاریکی اور تنگی دُور ہوتی جاتی ہے، اور اتنی ہی اس کی فطری وسعت زیادہ روشن اور کشادہ ہوتی جاتی ہے۔ اسی تناسب سے اس میں ہدایت کی راہ پر چلنے کی استعداد بڑھ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دل اس جنت کی طرح ہو جاتا ہے، جس کی وسعت میں زمین و آسمان سما جائیں۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

## رسول اللہ ﷺ سے محبت

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک دن نبی ﷺ نے وضو فرمایا۔ حضور ﷺ کے کچھ اصحاب آپ ﷺ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: کیا جذبہ ہے جو تم سے یہ کروا رہا ہے؟

لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔

نبی ﷺ نے فرمایا: جس کو اس بات سے خوشی ہوتی ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس سے محبت کریں، اسے چاہیے کہ:

جب بات کرے، سچ بولے، جب کوئی امانت سپرد کی جائے، اس کو امانت داری کے ساتھ ادا کر دے، اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (مشکوٰۃ)

محبت اور حصولِ برکت کے ظاہری مظاہر سے بھی روکا نہیں گیا: حضور ﷺ کے وضو کا پانی چہروں پر ملنا، آپ ﷺ کے بالوں کا تبرک کے طور پر رکھنا، آپ ﷺ کی چادر تکفین کے لیے حاصل کرنا، آپ ﷺ کا بچا کھچا کھانا، آپ ﷺ کے قدم مبارک اپنے چہرے پر رکھنا، یہ مظاہر اہم ہیں۔

محبت کی حقیقت بھی واضح کر دی، کہ ان مظاہر میں کھو نہ جائیں، انھی کو کافی نہ سمجھ لیں۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی شاہراہ ہے: سچائی، امانت داری اور انسانوں کے ساتھ حسن سلوک۔

سچائی، تمام نیکیوں کی کلید ہے۔

امانت داری، ایمان کی روح اور حقیقت ہے۔ امانت میں ہر چیز شامل ہے: مال، انسان، اہل و عیال اور اپنی ذمہ داریاں۔

پڑوسی ہر طرح کے، رشتہ دار ہوں یا اجنبی، مسلمان ہوں یا غیر مسلم، مستقل ساتھ رہنے والے یا عارضی، یہاں تک کہ چند لمحات کے لیے ساتھ بیٹھنے اور ساتھ کام کرنے والے بھی۔

## تقدیر کی حقیقت

حضرت ابوخزامہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں نے حضور ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ دُعا، تعویذ جو ہم اپنی بیماریوں کے لیے کرتے ہیں، اور یہ دوائیں جو ہم علاج کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور یہ حفاظتی تدابیر جو ہم مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچنے کے لیے اختیار کرتے ہیں، کیا ان سے اللہ کی تقدیر کو ٹالا جا سکتا ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: یہ سب چیزیں بھی تو اللہ کی تقدیر ہی کا حصہ ہیں۔ (ترمذی، مسند احمد بحوالہ مشکوۃ)

تقدیر اور تدبیر کے بارے میں سارے وسوسوں اور شبہات کا اصل سبب ایک ہے:
اللہ تعالیٰ کو مالک کل، ہر امر کی تدبیر کا وحدہ لاشریک مالک نہ سمجھنا۔
صرف تعبیر کا فرق ہے، ورنہ بندے کی کوئی تدبیر بھی اللہ کی مرضی اور اس کی قدر کے بغیر ممکن نہیں۔
یہ بات سمجھ میں آ جائے تو سارے شبہات دُور ہو جاتے ہیں۔

## بے روح علم؟

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ نبی ﷺ نے ایک خوف ناک چیز کا ذکر کیا، اور پھر فرمایا: ایسا اس وقت ہوگا جب علم رخصت ہو جائے گا۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ علم کیوں کر رخصت ہو جائے گا، جب کہ ہم قرآن پڑھ رہے ہیں، اور اپنی اولاد کو پڑھا رہے ہیں، اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھاتی رہے گی؟

حضور ﷺ نے فرمایا: خوب، اے زیاد، میں تو تمھیں مدینہ کا بہت سمجھ دار آدمی سمجھتا تھا! ان یہود و نصاریٰ کو دیکھو! یہ تورات و انجیل کی کتنی تلاوت کرتے رہتے ہیں، لیکن اس کی کسی بات پر بھی عمل نہیں کرتے۔

قرآن، اول تا آخر، دعوتِ عمل ہے، انسان کو بدلنا اس کا مقصد ہے۔
قرآن کے علم کی حقیقت عمل ہے۔ عمل نہ ہو تو تفسیر کی موٹی موٹی کتابوں اور طویل طویل دروس قرآن کے باوجود دل اور دامن "علم" سے خالی رہتے ہیں۔

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

## اجتماعی زندگی کا درس

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح بھیڑیا بکریوں کا دشمن ہوتا ہے، اور جو بکری اپنے گلہ سے الگ ہو کر اکیلی رہ جاتی ہے، اسے وہ بہ آسانی شکار کر لیتا ہے، اسی طرح شیطان، انسان کے لیے بھیڑیا ہے، جو جماعت میں نہ ہوں، یہ ان کو الگ الگ کر کے نہایت آسانی سے شکار کر لیتا ہے۔

تو اے لوگو، پگ ڈنڈیوں پر نہ چل پڑنا، بلکہ جماعت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ رہنا۔

(مسند احمد، بحوالہ مشکوٰۃ)

اجتماعیت کا حصار، فرد کے دین کی حفاظت کے لیے لازمی ہے۔ گھر اور خاندان کی اجتماعیت، شادی شدہ زندگی کی اجتماعیت، مسجد کی اجتماعیت، غرض ہر جگہ اس اجتماعیت کا قلعہ فراہم کیا گیا ہے۔

تنہا آدمی وسوسوں اور پراگندہ خیالات کا بہ آسانی شکار ہوتا ہے۔

کسی کا ساتھ، کسی کی نگاہ، کسی کی زبان، کسی کی شرم اس کو غلط راہ پر چلنے سے روکنے اور صحیح راستے پر چلنے میں مدد کرتی ہے۔

لوگوں کی نگاہیں، ان کی موجودگی، ان کی پسند و ناپسند، ان کی مدد و تعاون، یہ سب دین کی راہ پر قائم رکھنے کے لیے ناگزیر ہیں۔

اپنی اپنی رائے اور اپنی اپنی راہ پر نہ چلو۔

جیسے ہی آدمی اجتماعیت کو ترک کرتا ہے، وہ ریوڑ سے الگ ہو کر اپنی پگ ڈنڈی پر چل پڑنے والی بھیڑ کی طرح بہ آسانی اپنے دشمن، شیطان کا تر نوالہ بن جاتا ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## مال کا فتنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں اپنے بعد تمھارے بارے میں جس چیز سے زیادہ ڈرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ تمھارے لیے دُنیا کی بہار اور زینت کو کھول دیا جائے گا۔

ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ، کیا بھلائی [دنیوی سازوسامان اور خوش حالی] برائی کو ساتھ لائے گی؟

حضور ﷺ خاموش ہوگئے، یہاں تک کہ ہم نے سوچا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ [کہتے ہیں] پھر آپ ﷺ نے پسینہ پونچھا، اور فرمایا: سوال کرنے والا کہاں ہے؟ گویا آپ ﷺ نے اس کی تعریف کی۔

پھر فرمایا:

نہیں، بھلائی برائی کو نہیں لاتی۔ لیکن جیسے بہار سبزہ اُگاتی ہے [جو خیر ہے] مگر اس سے جانور مر بھی جاتے ہیں، یا ہلاکت کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ہاں، سوائے ایسے جانور کے جس نے صرف اتنا گھاس کھایا کہ اس کی کوکھیں تن گئیں، پھر وہ دھوپ میں بیٹھا، گوبر کیا، پیشاب کیا، اس کے بعد چراگاہ کی طرف واپس آیا، اور دوبارہ گھاس کھایا، [اس کے حصے میں خیر ہی آتا ہے]۔

اسی طرح یہ دُنیا کا مال ہے، جو سرسبز و شاداب ہے، شیریں ہے۔ اس دُنیا کو جو حق کے ساتھ حاصل کرے، حق کے ساتھ رکھے، یہ اس کی خوب مدد کرنے والی ہے۔ لیکن جو اسے ناحق حاصل کرے، وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا چلا جاتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا، اور یہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ بن کر کھڑا ہو جائے گا۔ (بخاری)

دُنیا کی کوئی بھی چیز، کوئی بھی فطری خواہش بنیادی طور پر نہ اچھی ہے نہ بُری، نہ خیر نہ شر۔ لیکن اس لحاظ سے خیر ہے کہ بندے کے لیے ایک آزمایش ہے اور آخرت کا لازوال اور نہ ختم ہونے والا اَجر کمانے کا ذریعہ ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وہ رضائے الٰہی کے مطابق مال استعمال کرلے یا اپنی خواہش پوری کرلے، تو وہ اس کے لیے آخرت کی بہار و زینت کا سامان ہے۔ اللہ کو بھول کر، اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرے یا خواہش پوری کرے، تو یہاں بھی اسے چوراچورا ہی ہو جانا ہی ہے، آخرت میں بھی وہ اس کے لیے ہمیشہ کا آزار اور عذاب ہے۔

دُنیا کی چیزوں میں سب سے زیادہ دل کش و دل نواز اور محبوب و مطلوب مال و دولت ہے، خوش حالی ہے، دُنیا کی زینت کا ساز و سامان ہے۔ یہ کسی طرح بھی قابلِ نفرت اور قابلِ ترک و اجتناب نہیں، اس لیے کہ یہی آخرت کمانے کا ذریعہ ہے۔ دیکھیے، پوچھنے والے نے بھی اسے خیر سمجھا، حضور ﷺ نے بھی اسے خیر قرار دے کر ہی جواب دیا۔ موسمِ بہار کے سبزے اور پھل پھول کی طرح۔

شر اور برائی، دُنیا اور اس کی دولت و زینت کی وجہ سے نہیں پیدا ہوتی۔ یہ اس شخص کے لیے باعث شر بن جاتی ہے، جو اس کو حاصل کرنے اور خرچ کرنے میں نہ حق کا خیال کرتا ہے نہ حد کا۔ بے تحاشا حاصل کرتا ہے۔ سونے سے بھری ہوئی دو وادیاں بھی ہوں تو اس کی ہوس اور بڑھ جاتی ہے۔ سینت سینت کر رکھتا ہے اور گنتا ہے اور کسی مستحق کو دمڑی بھی نہیں دیتا۔ جانور بھی اس طرح گھاس کھائیں تو ہلاک ہو جائیں، حالانکہ گھاس تو اس کی صحت، قوت اور بقائے زندگی کا ذریعہ ہے۔

حضور ﷺ بعض اوقات جواب دینے کے لیے وحی کا انتظار کرتے، گویا قرآن کے علاوہ بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی۔ آپ ﷺ سوال کرنے والوں کی ہمت افزائی فرماتے کہ سوال ہی سے علم و فہم کے دروازے کھلتے ہیں۔

## آخرت اور نفسانی خواہشات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں اپنی اُمت کے بارے میں جن چیزوں سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ یہ ہیں کہ میری اُمت خواہشات پوری کرنے میں لگ جائے گی، اور دُنیاوی آرزوؤں کے حصول کے لیے لمبے چوڑے منصوبے بنانے میں مشغول ہو جائے گی۔

خواہش نفس کی پیروی اس کو حق [کے ماننے اور اس پر عمل کرنے] سے روک دے گی،



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور دُنیا سازی کے لمبے منصوبے اسے آخرت کو بھلا دیں گے۔

اَے لوگو، یہ دُنیا کوچ کر چکی ہے، اور [ پیٹھ پھیرے ] دُور بھاگی چلی جا رہی ہے، اور آخرت کوچ کر چکی ہے اور [ سامنے سے ] قریب چلی آ رہی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں [ جو اس سے محبت کرتے ہیں ] پس، اگر تمھارے بس میں ہو، دُنیا کے بیٹے نہ بنو۔

آج تم دارالعمل میں ہو، آج [ عمل کا وقت ہے ] کوئی حساب نہیں۔ کل تم ] حساب کے لیے ] آخرت میں ہوگے، اس وقت عمل کا کوئی موقع نہ ہوگا۔ (البیہقی، بحوالہ مشکوٰۃ)

حرص و ہویٰ وہی خواہش ہے جو حدودِ الٰہی سے بے نیاز یا ان کے خلاف ہو۔ ایسی خواہش کے پیچھے پیچھے چلنے سے آنکھیں، حق بات کو یا کسی کا حق دیکھنے کے لیے، اندھی ہو جاتی ہیں، دل ماننے کے لیے بند ہو جاتا ہے۔ یہ بہت بڑی گم راہی ہے۔

ہر وقت دُنیا کی فکر میں لگے رہنا، دُنیا کے لیے منصوبے بنانا، اس دُنیا کے لیے، جس کا اگلی سانس تک بھی اعتبار نہیں، لمبے لمبے منصوبے بنانا، یہ ''طول امل'' حماقت کی بھی انتہا ہے۔ آج دُنیا میں جو کچھ کرنا ہے، یعنی آخرت کے لیے عمل، اس سے بھی غافل کر دیتی ہے۔ کل آخرت میں آج کے عمل کا جو حساب دینا ہے، اس کا خیال بھی ذہن سے محو کر دیتی ہے۔

حماقت کی انتہا اس لیے ہے کہ دُنیا، جس کے لیے تن من دھن لگا ہوا ہے، وہ تو ہر لحہ ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے، دُور بھاگی چلی جا رہی ہے۔ آخرت کے لیے عمل کا موقع برابر ہاتھ سے نکلا چلا جا رہا ہے، اور آخرت، جہاں دُنیا کا حساب دینا ہوگا، اور جہاں کے لیے منصوبے اور فکر سے وہاں کا اجر و انعام حاصل بھی ہو سکتا ہے، وہ منہ کیے سامنے سے برابر قریب چلی آ رہی ہے۔

پس دُنیا میں بھرپور زندگی گزارو، خوب کام کرو، لیکن آخرت کے چاہنے والے بنو، آخرت کے بیٹے بنو، آخرت کو دُنیا کے ہر عمل کا مقصود و مطلوب بناؤ۔

## عورتوں سے سلوک

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان اس کا ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں اور تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں، جو اپنی عورتوں کے لیے اچھے ہیں۔ (ترمذی)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حسن اخلاق اور کمال ایمان میں لازم وملزوم کا تعلق ہے۔ ایمان، دل کا فعل ہے، دل میں پوشیدہ ہے، صرف زبان سے اقرار کی بنیاد پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کو جانچنے کا پیمانہ آدمی کے اخلاق ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اخلاق اچھے ہوں مگر اندر ایمان نہ ہو یا ناقص ہو۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ ایمان موجود ہو اور اچھا ہو، مگر اخلاق برے ہوں۔

ایمان کی بلندی اور کمال کی کوئی حد نہیں، اسی طرح اچھے اخلاق کی بھی کوئی حد نہیں۔

اخلاق میں، یہاں، سب سے زیادہ اہم اخلاق عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ ہے۔ سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو ان عورتوں کے ساتھ، جو نازک ہیں، زیردست ہیں، جن کے ساتھ گھر کی دیواروں کے پیچھے کچھ بھی کیا جا سکتا ہے، جو حرف شکایت زبان پر نہیں لاتیں یا نہیں لا سکتیں، ان عورتوں کے ساتھ نرمی، محبت، بھلائی، اکرام، عزت اور ادائیگی حقوق کی روش اختیار کریں۔

## توکل کا پھل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا:

تم لوگ اگر اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے، تو وہ تمھیں اس طرح رزق دے گا جس طرح چڑیوں کو رزق دیتا ہے: چڑیاں صبح سویرے گھونسلوں سے نکلتی ہیں تو وہ بھوکی اور خالی پیٹ ہوتی ہیں، مگر شام کو اپنے گھونسلوں میں واپس آتی ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔ **(ترمذی، ابن ماجه، بحوالہ مشکوٰۃ)**

توکل کے معنی ہیں اللہ کو اپنا وکیل بنانا، یعنی اپنے معاملات اسی کے سپرد کر دینا، یقین رکھنا کہ جو کچھ وہ کرے گا وہی ہوگا، اسی پر بھروسہ رکھنا، اور پھر پوری طرح مطمئن رہنا۔

ہم وکیل اس کو بناتے ہیں جس کے بارے ہمیں یقین ہوتا ہے کہ اسے ہمارے معاملے کا پورا علم ہے، اور اس پر پوری مہارت حاصل ہے، جو ہماری بھلائی اور بہتری کا خواہاں ہے، جو ہمارا معاملہ حل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ علیم وقدیر ہیں، رحمٰن ورحیم ہیں، ان سے بہتر وکیل کون ہو سکتا ہے: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

توکل کی روح یہ نہیں کہ انسان اسباب اور تدابیر ترک کر دے۔ بلکہ یہ ہے کہ اس کی نظر، یقین اور اعتماد، اسباب اور تدابیر پر نہ ہو کہ ان سے کچھ ہو سکتا ہے۔ نہیں، بلکہ اللہ پر ہو جو رب الاسباب ہے، اور مدبر



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حقیقی ہے۔ امام غزالی کے الفاظ میں ''توکل ترکِ اسباب کا نہیں، ترکِ رویتِ اسباب کا نام ہے''۔
کتنی بدنصیبی اور حماقت ہے کہ رب پر ایمان اور توکل کا دعویٰ ہو، اور روز، رزق کے اندیشوں اور تمناؤں میں ہزار بار جان نکلے: ''کل'' کیا کھائیں گے، سر پر سایہ ہوگا یا نہیں، وغیرہ وغیرہ۔
کیا اللہ کے اس وعدے پر یقین نہیں کہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا [زمین پر چلنے والا کوئی نہیں جس کو رزق پہنچانا اللہ کے ذمہ نہ ہو؟]
یہ ''کل'' بھی دُنیا کے تو برسوں اور نسلوں پر محیط ہوتی ہے، مگر آخرت اس میں شامل نہیں ہوتی۔ اس ''کل'' کے اندیشے سے آدمی اپنے مال کو بنک اور تجوری میں سینت سینت کر رکھتا ہے، لیکن اپنی آخرت میں آگے کچھ جمع نہیں کرتا۔ دُنیا میں ان برسوں کا انتظام کرنے کی کوششوں میں خون پسینہ ایک کرتا ہے، جن کا شاید ایک لمحہ ہی باقی رہ گیا ہو۔
پرندوں کو دیکھو: گھر میں آج کے کھانے کا سامان بھی نہیں ہوتا۔ نہ بنک بیلنس نہ ذریعہ معاش۔ صبح، بھوکے رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں، شام کو واپس لوٹتے ہیں تو پیٹ بھرا ہوتا ہے۔ یہ معجزہ روز ظہور پذیر ہوتا ہے، لیکن دل انسانی اندیشوں، دُنیا طلبیوں اور ذخیرہ اندوزیوں کی وادی میں بھٹکتا رہتا ہے۔

## عظیم ترین سورۃ

حضرت ابوسعید بن المعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:
میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ مجھے نبی ﷺ نے بلایا۔ میں نے آپ ﷺ کو جواب نہ دیا، اور [نماز ختم کر کے] آپ ﷺ کے پاس آیا، اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ، میں نماز پڑھ رہا تھا۔
آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ ''اللہ کی بات پر لبیک کہو، اور اس کے رسول ﷺ کو جواب دو جب وہ تمھیں بلائیں''۔ (الانفال ۸:۲۴)
پھر حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو، مسجد سے باہر نکلنے سے پیش تر، قرآن کی سب سے عظیم سورۃ نہ سکھاؤں؟ پھر حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا، اور جب ہم مسجد سے نکلنے لگے، تو میں نے آپ ﷺ کو یاد دلایا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں تمھیں قرآن کی سب سے عظیم سورۃ سکھاؤں گا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضور ﷺ نے فرمایا: وہ ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔یہی سبع مثانی [سات آیات جو بار بار پڑھی جاتی ہیں] اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔(بخاری)

حضرت عبدالملک بن عمیرؒ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۃ الفاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے۔(الدارمی، البیھقی)

سورہ فاتحہ قرآن کی ساری تعلیمات کی بنیاد، جڑ اور خلاصہ ہے۔ یہ امراض قلبی کا اور امراض اجتماعی کا علاج تو یقیناً ہے، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ امراض جسمانی میں بھی اس سے شفا ہوتی ہے۔

## عظیم ترین آیت

حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے ابومنذر، کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمھارے پاس جو آیات قرآنی ہیں، ان میں سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے دوبارہ پوچھا: اے ابومنذر، کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمھارے پاس قرآن کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟

میں نے عرض کیا: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ.....(البقرہ ۲:۲۵۵)۔

[کہتے ہیں]، حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے میرا سینہ تھپتھپایا اور فرمایا: اے ابومنذر، یہ علم تمھیں مبارک ہو، یہ تمھیں برکت، مسرت اور خیر عطا کرے گا۔(مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ)

حضرت علیؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس منبر پر کھڑے یہ کہتے سنا ہے: جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا، اس کے جنت میں داخل ہونے میں صرف مرنے کی دیر ہے۔ جو اس کو بستر پر لیٹنے کے بعد پڑھا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گھر کو، اس کے پڑوسی کے گھر کو اور اس کے پڑوس کے گھروں کو امن و حفاظت میں رکھے گا۔ (البیھقی، بحوالہ مشکوٰۃ)

آیت الکرسی معرفت الٰہی کا وہ خزانہ ہے جو تعلق باللہ، اخلاص اور توکل کی دولت بخشتا ہے، اور جس سے



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایمان کے تقاضے پورے کرنے، شرائع واخلاق پر عمل کرنے اور جہاد کے لیے جان و مال لگانے کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے اس کو بار بار پڑھنے پر یہ بشارتیں ہیں۔

## البقرہ کی دو آیات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص رات کو سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں پڑھا کرے گا، یہ اس کے لیے ہر طرح کافی ہوں گی۔ (بخاری، مسلم)

حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کو دو آیتوں پر ختم کیا ہے۔ یہ آیتیں مجھے [رحمت کے] ان خزانوں میں سے دی گئی ہیں جو عرش کے نیچے ہیں۔ اِن کو سیکھو، اپنی عورتوں کو سکھاؤ۔ یہ دو آیتیں، رحمت ہیں، قربت کا ذریعہ ہیں، بہترین دُعا ہیں۔ (الدارمی، بحوالہ مشکوٰۃ)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابیشع بن عبداللہ الکلاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دُنیا اور آخرت کی بھلائیوں میں سے کوئی بھلائی ایسی نہیں جو چھوٹ گئی ہو اور ان آیتوں میں شامل نہ ہو۔ (الدارمی، بحوالہ مشکوٰۃ)

ان آیات میں بھی قوت واستعداد کے وہ بیش بہا خزانے ہیں جن کے ذریعے دین کی راہ پر چلنا ممکن اور آسان ہوتا ہے۔

❖❖❖



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

## ضرورت مند کی مدد، بڑی نیکی

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

چالیس نیکیاں ہیں! ان میں سب سے اعلیٰ نیکی یہ ہے کہ کسی ضرورت مند کو اُدھار میں اُونٹنی دے دو، تاکہ وہ ایک وقت اس کا دودھ دوھ کر پی لے۔ جو شخص ان میں کسی نیکی پر بھی عمل کرتا ہے، اس طرح کہ وہ عمل کے ثواب کی پکی اُمید رکھے، اور جس امر کا وعدہ کیا گیا ہے اس کو سچ مانے، اللہ تعالیٰ اسے اس نیکی کی بنا پر جنت میں داخل کر دے گا۔ (بخاری)

نیک اعمال میں اصل وزن اخلاص اور للّٰہیت سے پیدا ہوتا ہے۔

اگر غیر اللہ کے لیے ہو تو بظاہر اعلیٰ ترین نیکی مثلاً فی سبیل اللہ شہادت یا تعلیم قرآن جہنم میں لے جائے گی۔ نام ونمود ہو، مال ودولت ہو، قوم ووطن ہو، یہ سب غیر اللہ ہیں۔

بظاہر بہت چھوٹی اور حقیر نیکی، اگر صرف اجر الٰہی کی پکی اُمید اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وعدوں پر سچے یقین کے ساتھ ہو، تو وہ جنت میں لے جائے گی۔

## صلاحیت کے مطابق ذمہ داری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو کوئی کام کرنے کا حکم دیتے تھے، تو ایسے ہی کام کرنے کا حکم دیتے تھے جن کو کرنے کی وہ طاقت رکھتے تھے۔ (بخاری)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ حکمت دین کی اہم بنیاد ہے۔

اس کا ماخذ خود قرآن کا یہ کلیہ ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

امر و نہی، انذار و تبشیر، فرائض ہوں یا نوافل و مستحبات، مقاصد ہوں یا ذرائع مقاصد، انسان پر اس کام کا بوجھ نہ ڈالنا چاہیے جس کا کرنا اس کے بس سے باہر ہو۔ واعظین، معلمین، قائدین، والدین، افسر، غرض سب کو یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہیے۔

## بستر پر لیٹتے وقت

حضرت فروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ، مجھے ایسی آیات سکھایئے کہ میں جب سونے کے لیے بستر پر لیٹوں تو انھیں پڑھا کروں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، یہ شرک سے بَری اور پاک کرتی ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں کوئی ایک رات میں ایک تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: ایک تہائی قرآن کس طرح پڑھیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، ایک تہائی کے برابر ہے۔ (مسلم، بخاری)

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم کو کچھ پتا ہے کہ آج کی رات جو آیات اتاری گئی ہیں، ان کی طرح کی آیات کبھی نہیں دیکھی گئیں: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ہر رات، جس وقت نبی ﷺ بستر پر لیٹتے، آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ ملاتے، پھر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے، پھر دونوں



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہاتھوں میں پھونکتے، اِن ہاتھوں کو اپنے جسم مبارک پر جہاں تک ہوسکتا، پھیرتے، سر اور چہرے اور جسم کے سامنے سے شروع کرتے۔ تین دفعہ ایسا کرتے۔ (بخاری، مسلم)

## غیبت، بدکاری سے بڑی بلا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیبت زنا سے زیادہ سخت اور بڑا گناہ ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: غیبت، زنا سے زیادہ سخت گناہ کیوں کر ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: آدمی زنا کرتا ہے، پھر توبہ کر لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور زنا کا گناہ معاف کر دیتا ہے، لیکن غیبت کرنے والے کو معاف نہیں کیا جائے گا، جب تک وہ شخص اس کو معاف نہ کرے جس کی اس نے غیبت کی ہے۔ (مشکوٰۃ)

کم لوگ ہیں جو غیبت سے پاک ہوں۔ انسان کے گوشت سے زیادہ لذیذ کوئی گوشت نہیں۔ ہر لقمہ کے لیے نفس کے پاس کوئی تاویل اور جواز ہوتا ہے۔ لیکن غیبت کرنے والے کی عزت و احترام اور معاشرے میں اس کے مقام میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اندازہ کیجیے کہ غیبت اس گناہ سے بھی شدید تر اور بڑا گناہ ہے، جس کا تصور بھی ایک عام شریف آدمی نہیں کر سکتا۔

غیبت سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے: کہیں بھی، کسی سے بھی، کسی کا بھی ذکر ہی نہ کرو، الا یہ کہ اس کی بھلائی کا ذکر کرو۔

غیبت ہو جائے تو معافی و تلافی ضروری ہے۔ معافی مانگنے سے فساد اور فتنہ بڑھتا ہو، تو آدمی اس کی کوئی خدمت کر دے، اس کا دفاع کرے، اس کی اچھائی بیان کرے، اور اس کے لیے مغفرت کی دُعا کرے جس کی غیبت کی ہو۔ پھر اللہ سے معافی و مغفرت کا اُمیدوار رہے۔

## اللہ سے شرم کرو!

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کرو، جس طرح اُس سے شرم و حیا کرنے کا حق ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، اللہ کا شکر ہے کہ ہم اللہ سے شرم و حیا کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اِس طرح نہیں، اللہ سے ٹھیک ٹھیک شرم وحیا کرنے کا مطلب یہ کہ: تم اپنے سر اور سر میں آنے والے خیالات کی نگرانی کرتے رہو، [کہ برائی کے خیالات داخل نہ ہونے پائیں، اور ہو جائیں تو ٹھیرنے نہ پائیں]

اور، تم اپنے پیٹ اور جو پیٹ کے اندر جائے اس کی دیکھ بھال کرتے رہو [کہ حرام غذا اندر نہ جائے]

اور، موت کو اور موت کے بعد سڑ گل جانے اور فنا ہو جانے کو یاد رکھو۔

اور [یاد رکھو] جو آخرت کا طالب ہوتا ہے، وہ دُنیا کی زینت و آرایش کو ترک کر دیتا ہے، مگر ہر حال میں آخرت کو دُنیا پر ترجیح دیتا ہے۔

جو شخص یہ سب کچھ کرتا ہے، وہ اللہ سے ٹھیک ٹھیک شرماتا ہے۔ (ترمذی، احمد بحوالہ مشکوۃ)

شرم و حیا ہماری فطرت میں ودیعت کی گئی ہے۔ جو چیز چھپی ہونا چاہیے وہ دوسروں کے سامنے کھل جائے، فوراً چہرہ سرخ ہو جاتا ہے، پسینے آنے لگتے ہیں، نگاہ جھک جاتی ہے، منہ چھپا لیتے ہیں، بس نہیں چلتا کس طرح زمین میں گڑ جائیں۔

اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی نہیں، نہ چھپ سکتی ہے۔ ہر چیز اسی کی دی ہوئی ہے۔ موت کے بعد اس سے ملاقات بھی یقینی ہے۔ اس لیے کوئی بھی غلط کام ہو، کوئی بھی گناہ ہو، اس پر آدمی کو اللہ سے ایسی ہی شرم آنا چاہیے۔ اس شرم و حیا کا حق ہے کہ آدمی ان چیزوں میں پڑنے سے شرم کرے جو تمام نافرمانیوں کی جڑ ہیں۔

دل و ذہن کا خیال، ہر عمل کا محرک ہے، اس سے شرم آنا چاہیے کہ دل میں بُرے خیالات کو جگہ دو اور پالو۔ پیٹ کے مطالبات، بے جا خواہشات کی تکمیل کا سبب ہیں، اس سے شرم آنا چاہیے کہ پیٹ میں حرام لقمہ ڈالو۔ موت کے بعد جسم کو مٹ جانا ہے، اور اس سے شرم آنا چاہیے کہ اس بات کو بھلا کر زندگی، جسم کی خواہشات پوری کرنے میں لگا دو۔

جب دُنیا کو فنا ہو جانا ہے تو آخرت کے طالب بنو، اور اس سے شرم کرو کہ ہمیشہ باقی رہنے والے آخرت



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے جو انعامات اللہ کے پاس ہیں، ان پر اس ختم ہو جانے والی دُنیا کی زینت ولذت اور آرام وراحت کو ترجیح دو۔ اللہ سے شرم وحیا کا حق یہی ہے۔

## قبر کو مت بھولو

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن حضور نبی کریم ﷺ نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ بعض لوگ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر تم لذتوں کو ختم کر دینے والی موت کو کثرت سے یاد کرتے، تو وہ تمھیں اس طرح ہنسنے سے روک دیتی۔ پس موت کو بہت زیادہ یاد کیا کرو، جو تمام لذتوں کا خاتمہ کر دینے والی ہے۔

[یاد رکھو]، قبر ہر روز کہتی ہے: میں اجنبی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں!

جب کوئی مومن دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کہتی ہے، اور کہتی ہے: ''تو میری پیٹھ پر چلنے والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا۔ آج، جب کہ تو میرے قابو میں دے دیا گیا ہے، اور تجھے میرے پاس آنا پڑ گیا ہے، تو تُو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتی ہوں''۔

حضور ﷺ نے فرمایا: پھر اس مومن بندے کے لیے، قبر تا حد نگاہ وسیع و کشادہ ہو جاتی ہے، اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور جب کوئی نافرمان بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کا بُرا استقبال کرتی ہے، اس پر لعنت ملامت کرتی ہے، اور کہتی ہے: تو میری پیٹھ پر چلنے والوں میں میرے لیے سب سے زیادہ ناپسندیدہ آدمی تھا۔ آج، جب کہ تو میرے قابو میں دے دیا گیا ہے، اور تجھے میرے پاس آنا پڑ گیا ہے، تو تُو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیسا برا سلوک کرتی ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: پھر قبر اس کے لیے تنگ ہو گی اور اس کو بھینچے گی، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔ یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کر دیں۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کے بعد فرمایا: ''اس پر ستر اژدھے مسلط کر دیے جائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک اتنا زہریلا ہوگا کہ وہ زمین پر پھونک مارے تو اس کے زہر کے اثر سے زمین کبھی کچھ پیدا نہ کر سکے گی۔ پھر یہ سب اژدھے اس کو ڈسیں گے اور نوچیں گے، اور ایسا ہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اسے اللہ کے سامنے حساب کے لیے پیش کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبر آدمی کے لیے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ)

موت اور آخرت میں جی اُٹھنے کے درمیان، جس نوعیت کی زندگی بھی اللہ انسان کو عطا کرتا ہے وہ قبر کی زندگی ہے۔ قبر کی زندگی میں آرام ملے گا یا تکلیف، اس کا انحصار، آخرت کی طرح انسان کے اعمال پر ہوگا۔

جو دُنیا میں رہتے ہوئے دُنیا سے بے نیاز اور آخرت کے طالب رہے، وہ جنت کے مزے لوٹتے ہوئے آرام سے سوئیں گے۔ جن کا دل دُنیا میں اَٹکا رہا اور آخرت سے غافل، وہ خوف ناک اور بھیانک ایذا و تکلیف سے دوچار رہیں گے۔

نبی کریم ﷺ ہمیشہ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبر پر کھڑے ہوتے تھے تو داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھی۔ کہتے تھے کہ یہ آخرت کی پہلی منزل ہے۔

## بُرے سے اچھا برتاؤ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو۔ [پھر فرمایا] یہ اپنی قوم کا بڑا برا آدمی ہے۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھا تو آپ ﷺ اس سے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے، اور اس سے بہت مسکرا مسکرا کر باتیں کیں۔

جب وہ آدمی چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ نے اس شخص کو ایسا ایسا کہا۔ پھر آپ ﷺ اس سے اتنی خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے، اور خوب



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میٹھی میٹھی باتیں کیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم نے مجھے کب بدزبان اور بد اخلاق پایا ہے! اللہ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین آدمی وہ ہوگا جس کو لوگ اس کی بدزبانی اور بداخلاقی کی وجہ سے چھوڑ دیں گے۔ (بخاری، مسلم)

شیریں کلامی، خوش روئی اور خوش اخلاقی، اللہ کے نزدیک انتہائی اونچے درجے کے اعمال ہیں، اور اتنے اہم ہیں کہ ان میں کوتاہی ہو جائے تو انسان جہنم میں بھی پہنچ سکتا ہے۔

خوش اخلاقی کے مستحق صرف مسلمان اور اچھے لوگ نہیں، بلکہ برے لوگ، دشمن اور کافر بھی اس کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا [لوگوں سے میٹھی بات کرو]۔

## بھلائی کی دعوت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم ضرور بھلائی کی ہدایت کرتے اور برائی سے روکتے رہنا، ورنہ اللہ بہت جلد تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے گا۔ پھر تم اُس سے دُعائیں مانگو گے اور تمھاری دُعائیں قبول نہ ہوں گی۔ (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو، تم یہ آیت پڑھتے ہو کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمھارا کچھ نہیں بگڑتا، اگر تم خود راہِ راست پر ہو۔ (المائدہ ۵:۱۰۵)

[اور اس کا مطلب یہ سمجھتے ہو کہ تمھارا کام صرف اپنی اصلاح کرنا ہے، دوسرے غلط کام کریں تو تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا] مگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ''لوگ برائی کو دیکھیں اور ان کو نہ روکیں تو اللہ بہت جلد ان سب [نیک و بد] پر عذاب نازل کر دے گا۔ (ابن ماجہ، ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معروف، نیکی اور بھلائی کو پھیلانا اور قائم کرنا، منکر، بدی اور برائی کو روکنا اور ختم کرنا--- یہی اُمت مسلمہ کا مشن ہے--- یہ فریضہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر عائد کیا گیا ہے (التوبہ)۔ اسی کی ادائیگی پر اُمت کی زندگی اور عزت کا انحصار ہے۔ اس سے رُوگردانی کا نتیجہ ذلت و مسکنت اور اغیار کا تسلط ہے، اور خدا کی رحمت سے دُوری [لعنت] ہے۔ اس لعنت کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ بارگاہِ الٰہی میں آہ و زاری کریں گے، مگر ان کی دُعائیں سنی نہ جائیں گی۔ [یہ منظر آج آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے]

معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی مذکورہ آیت کو اس فریضہ سے فرار اختیار کرنے اور ضمیر کو سلانے کے لیے کوئی آج ہی نہیں استعمال کیا جا رہا ہے، قرونِ اولیٰ میں بھی اس سے ایسا ہی غلط استدلال پایا جاتا تھا۔ اسی کی تردید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے واضح الفاظ میں فرمادی۔

عذابِ عام آتا ہے تو وہ نیک لوگوں کو بھی نہیں چھوڑتا، سوائے اس گروہ کے، جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اتمامِ حجت کا حق ادا کیا۔ آخرت میں ہر شخص اپنی نیت اور عمل کے مطابق بدلہ پائے گا۔

## برائی سے روکو

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی، اور وہ انھیں لیے آگ میں پھرے گا، جس طرح گدھا اپنی چکی میں پھرتا ہے۔ دوسرے جہنمی اس کے پاس اکٹھے ہو جائیں گے اور پوچھیں گے: اے فلاں، یہ تیرا کیا حال ہے! کیا تو دُنیا میں ہمیں نیکیوں کی تلقین نہیں کرتا تھا اور برائیوں سے نہیں روکتا تھا [پھر تو یہاں کیسے آ گیا؟]۔

وہ شخص کہے گا: میں تمھیں نیکیوں کی تلقین کرتا تھا مگر خود ان کے قریب نہیں جاتا تھا اور تم کو برائیوں سے روکتا تھا، پر خود وہی کرتا تھا۔ (بخاری، مسلم)

❖❖❖

www.KitaboSunnat.com



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خرم مراد (۱۹۳۲ء ۔ ۱۹۹۶ء) عالم اسلام کے معروف دانش ور اور تحریک اسلامی کے ایک ممتاز رہنما تھے۔ ۱۹۵۳ء میں انھوں نے این ای ڈی انجینئرنگ کالج، کراچی سے سول انجینئرنگ میں بی ای، اور ۱۹۵۸ء میں یونی ورسٹی آف مِنی سوٹا، امریکا سے ایم ایس کی ڈگریاں اعلیٰ اعزاز کے ساتھ حاصل کیں۔ بعد ازاں ۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۷ء این ای ڈی انجینئرنگ کالج میں لیکچرار رہے۔ وہ ملک کے ایک ممتاز انجینئر تھے، اور مشہور مشاورتی فرم، ایسوسی ایٹڈ کنسلٹنگ انجینئرز (ACE) میں بطور چیف انجینئر اور ڈائریکٹر ڈھاکہ، ایران اور سعودی عرب میں پیشہ ورانہ خدمات انجام دیتے رہے۔ اس ضمن میں انھوں نے برق و آب کے بڑے منصوبوں کے علاوہ، مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کی تعمیر نو میں حصہ لیا۔

سعودی عرب سے برطانیہ منتقل ہونے کے بعد ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۷ء تک وہ معروف علمی و تحقیقی ادارے دی اسلامک فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر جنرل کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ ان کی رہنمائی میں علمی ریسرچ کے کئی منصوبوں کے علاوہ ۱۰۰ سے زیادہ کتابوں کی اشاعت کا کام ہوا۔ اردو میں ان کی ۱۳۰، اور انگریزی میں ۴۰ چھوٹی بڑی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ وہ برطانیہ سے شائع ہونے والے سہ ماہی جریدے دی مسلم ورلڈ بک ریویو اور ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور کے ایڈیٹر بھی رہے۔

آئی ایل ایم ٹرسٹ
C-II, Johar Town, Lahore.
+92 42 35968901-10
+92 42 35184789
UAN +92 42 111 300 200
info@ilm.edu.pk